الجنۃ لاہل السنۃ
مولانا مفتی محمد عبد الغنی خاں صاحب
(نور اللہ مرقدہ)
صدر مدرس مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی
مکتبہ مدنیہ دیوبند

تقریظ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی

نور اللہ مرقدہٗ

السلام علیکم۔ رسالہ (الجُنّہ) پہونچا۔ ابھی مفصلاً نہیں دیکھا۔ کہیں کہیں مجملاً دیکھا۔ اس کی ترتیب و تہذیب اور تنقیح و توضیح سے بہت دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور ضلال کا دافع فرماوے۔

اشرف علی
(نور اللہ مرقدہٗ)

واضح ہو کہ کتاب کا نام بھی حضرت مولانا تھانوی رحؒ ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

الجُنّۃ لاھل السُّنّۃ

السلام علیکم۔ مصنف صاحب کو بعد سلام تصنیف پر مُبارکباد عرض کیجئے۔ اور امتثال امر کی نیت سے ایک معمولی سا نام اوپر عرض کر دیا ہے۔ اگر وہ خود کچھ نام تجویز فرمالیں تو زیادہ بہتر ہوگا دُعائے مقبولیت و نافعیت کرتا ہوں۔ باقی خیریت ہے۔

اشرف علی
(نور اللہ مرقدہٗ)

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

علماء دیوبند و دیگر اکابر ملت کے متعلق مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ یہ حضرات وہابی ہیں
اور ان کے اقوال و افعال اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہیں بعونہ تعالیٰ رسالہ نافعہ

کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ بزرگان دیوبند پکے اہل سنت و الجماعت حنفی ہیں۔
انکا مسلک قرآن و حدیث و فقہائے احناف کے خلاف نہیں انکو وہابی کہنا اہل بدعت کا محض افترا و بہتان ہے
کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل تقویۃ الایمان و فاتحہ، تیجہ، دسواں، مجلس
میلاد شریف اور دیگر اختلافی امور پر محققانہ بحث کی گئی ہے، اہل فہم کو چاہیئے کہ غیر جانبدارانہ طریقہ پر
انصاف کے ساتھ کتاب کو بغور ملاحظہ فرمائیں، توقع ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حق منکشف ہو جائے گا

مؤلفہ

حامی سنت ماحی بدعت جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول حضرت مولانا
مولوی مفتی محمد عبد الغنی خاں صاحب پٹیالوی صدر مدرس مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ مدنیہ دیوبند

فہرست مضامین الجُنّۃ

مضامین	صفحہ
فہرست مضامین الکواکب المشرقۃ فی کشف ضلال زنادقہ	
(۱) اس بہتان کا جواب کہ علامہ شہیدؒ نے ایک حدیث کے فائدہ میں اپنے کفر کا اقرار کیا ہے	۸۱
(۲) اس بہتان کا جواب کہ علامہ شہیدؒ نے حضرات انبیاء و اولیا کو چوہڑے چمار کہا۔ معاذ اللہ	۸۱
(۳) اس بہتان کا جواب کہ علامہ شہیدؒ نے انبیا و ملائکہ و جنت و نار قیامت سب ایمانیات کا انکار کر دیا	۸۲
(۴) حضور کے سب فضائل خاصّہ سے انکار کے الزام کا جواب	۸۲
(۵) معجزے اور رسالت اڑا دینے کے الزام کا جواب	۸۳
(۶) انکار عقیدہ حیات النبی کے بہتان کا جواب اور یہ کہ مرکر مٹی میں ملنا اور بدن کا سپرد خاک ہوتا اور ہے اور خود بدن کا مٹی ہونا یا مٹی بن جانا دوسری شئے ہے	۸۳
(۷) قرآن مجید کی ایک آیتہ کی تکذیب کے الزام کا جواب	۸۳
(۸) اس بہتان کا جواب کہ اللہ تعالےٰ کو فی الحال علم غیب نہیں	۸۴
(۹) ذات باری تعالیٰ پر شخص کا اطلاق کیا جو کفر ہے، اس کا جواب	۸۵
(۱۰) شرک اصغر جو گناہ کبیرہ ہیں نہ بخشے جاویں گے، ان کی سزا ضرور ملے گی یہ معتزلیوں کا عقیدہ ہے اس کا جواب	۸۵
(۱۱) شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبت اور شفاعت بالاذن پر اعتراض کا جواب	۸۶
(۱۲) بڑے بھائی کے لفظ پر اعتراض اور اس کا جواب	۸۸
(۱۳) اس اعتراض کا جواب کہ حضور کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا معاذ اللہ اگر اسی طرح عموم کو خصوص کے قالب میں ڈھال لینے کا قانون صحیح قرار دیا جائے پھر آیت وحملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولاً میں بھی یہی قانون جاری کر کے قرآن کریم سے بھی توہین نبی کریم صلعم کی نکل آئے گی۔	۹۰
(۱۴) اس بات کا جواب کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے	۹۱
(۱۵) اس بہتان کا جواب کہ علامہ شہیدؒ نے صراط مستقیم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں خیال آنے کو گاؤ خر کے خیال آنے سے بدتر بلکہ شرک بتلایا	۹۲
(۱۶) اس کا جواب کہ اپنے پیر کے جہل کو حضور کے وصف امیّت سے تشبیہ دی	۹۶
(۱۷) صراط مستقیم کی ایک عبارت پر غلط الزامات کے جوابات	۹۶
(۱۸) اس اعتراض کا جواب کہ اپنے پیر کی شان میں لکھا ہے کہ خدا سے ہمکلام ہوتے ہیں اور کبھی کلام حقیقی بھی ہوتی ہے۔	۹۷
تنبیہات در مضامین مفیدہ	۹۸

فہرست مضامین باب ثانی ملقب بہ سیف اہل اللہ الغنی

تلک عشرۃ کاملہ کی فہرست

فہرست مضامین باب ثالث ملقب بجہد المہتدی فی ارشاد المعتدی

مضامین	صفحہ

البجنۃ لاھل السنۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

امّا بعد مؤلف تحقیقات نے کاشف الاسرار کے بعد جس کا جواب سوط الابرار میں دیا گیا ایک رسالہ التحقیقات لدفع التحریفات المہند کے رد میں شائع کیا تھا اگر برسوں کے بعد بمشکل آج دستیاب ہوا نام کو تو المہند کا رد ہے مگر مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر اپنی کج فہمی سے اور مولوی فضل رسول بدایونی و مولوی احمد رضا خان بریلوی کی تقلید سے زبان درازیاں کی ہیں اور شہید علیہ الرحمۃ کو اپنے دادا اور چچا حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہما کا مخالف العقیدہ ظاہر کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے جواب میں جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا پر عمل کروں مگر اہل علم میری تحقیقات اور حق بیانی کو انتقام پر محمول فرما کر پسند نفرمائیں گے۔ لہٰذا اس سے قطع نظر کر کے اصل مباحث اور مسائل کی تنقید پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ رسالہ نام کو تو التحقیقات کا جواب ہے لیکن خدا نے چاہا تو اس سے تمام مخالفین کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اتفاقات زمانہ سے حضرت محدث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں مذہب امامیہ کے خلاف تحفہ اثنا عشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی اور چونکہ وہ کتاب نہایت تحقیق کے ساتھ لکھی گئی تھی۔ اسلئے عام طور سے مقبول ہوئی۔ مگر جو لوگ محض اپنے آباؤ اجداد کی تقلید سے سُنی کہلاتے تھے اور سرکار اودھ سے معقول وظائف پانے کے سبب بفحوائے الناس علیٰ دین ملوکھم ان کی جبیعتوں کا رجحان اپنے محسنوں کے مذہب کی طرف تھا، ان کو حضرت مولانا ممدوح کی یہ کارروائی سخت ناگوار گذری وہ اسی وقت سے جوش میں آ کر ان کی مخالفت اور نقصان رسانی کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن کھلم کھلا تحفہ کا جواب لکھکر اپنا شمار فرقہ امامیہ میں کرانا خلاف مصلحت جانتے تھے۔ اس لئے دیگر مسائل بیان کردہ جناب ممدوح پر انھوں نے لب کشائی کی خلاف

تفسیر فتح العزیز میں آیت وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت میں جو کچھ مولانا احمدرح نے حوالۂ قلم فرمایا ہے اس سے بعض عقلاء بدایوں کی مخالفت مشہور ہے تاہم شاہ صاحب کے سامنے ان کی دال گلنا مشکل تھی اس لئے مجبوراً ان کو خاموش رہنا پڑا۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد جب ان کے بھتیجے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اور ان کے نواسے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور انہوں نے اپنے مقدس بزرگ کے ارشادات کو شائع کرنا شروع کیا اور ایک رسالہ جس کا نام تقویتہ الایمان ہے۔ عقائد پیر پرستی کی اصلاح میں جو عوام الناس میں بکثرت شائع ہو گئے تھے۔ بظاہر یک گونہ تشدد کے ساتھ تالیف فرمایا اور اس میں تمام عقائد حقہ اپنے مقدس بزرگوں کے طرز کے موافق بیان کئے تو وہی بدایونی بزرگوار جو بڑے شاہ صاحب کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بھی آموجود ہوئے بالغرض مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر طرح طرح کے قولی وفعلی بے بنیاد بہتان لگائے اور بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور اس مرتبہ اپنے دست جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم خیرآبادی معقولی کو بھی جو اسوقت رزیڈنسی دہلی میں سررشتہ دار تھے اور دینیات میں اسی خاندان کے خوشہ چین اور ہم عقیدہ تھے اور علامہ شہید رح کے ہمعصر اور ہمدرس بھی رہ چکے تھے۔ بنا بریں علامہ شہید کی خداداد ذہانت اور تبحر علمی اور شہرت پران کو طبعی رشک پیدا ہو گیا تھا۔ بعض مسائل کلامیہ میں اپنی مدد کے لئے آمادہ کرلیا۔ دراصل یہ وہی تحفۂ اثنا عشریہ کی کدورت تھی جو اس پیرایہ میں نکالی جاتی تھی ورنہ یہ ممکن نہیں کہ ان مقدس بزرگان دین کا ایک بڑا فاضل جانشین کوئی ایسی بات کہے اور کرے جو اس کے بزرگوں کی روش کے خلاف ہو اور اس کو ایک غیر شخص مجہول الدیانتہ والدرایتہ یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کرنے والی ہو۔ اگرچہ بقول حضرت علامہ سید احمد برزنجی مفتی آستانہ نبویہ یہ سچ ہے کہ کوئی عالم جو کتاب تصنیف کرے اپنی تحریر میں کسی مقام پر سہو ونسیان سے قلم کی لغزش کھا جانے سے سالم نہیں رہ سکتا چنانچہ مثل مشہور ہے۔ من الف فقد استهدف پھر بھی ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ مولانا شہید علیہ الرحمۃ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں جس کی سند علماء سلف اور ان کے خاندانی بزرگوں کے ارشادات سے نہ ملتی ہو یا اُن کا کوئی قول ان مقدس حضرات کے خلاف ہو اس کے لئے ہم فرداً فرداً ایک ایک معاملہ کا ثبوت دینے کیلئے ہر وقت تیار جس کا جی چاہے تعصب اور نفسانیت سے خالی الذہن ہو کر بنظر تحقیق حق ایک ایک مسئلہ کی ہم سے تحقیق کرلے۔ کیونکہ یہ عاجز بھی ایک مدت تک فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کے بیان پر وثوق اور ان کی تحریر کو باور کرکے مغالطہ میں پڑا رہا۔ ابتدائً بہ نظر تحقیق حق کبھی تقویتہ الایمان کا اول سے آخر تک نہ دیکھا اور نہ از خود کبھی ماتہ مسائل وغیرہ کے مسائل کی جانچ کی۔ اس کے بعد بتوفیق الٰہی تقویتہ الایمان کو

ازاول تا آخر بغور دیکھا اور رسائۃ مسائل وغیرہ کے مسائل کی پوری جانچ کی اور ان کے مقابلہ میں فاضل بدایونی کی سیف الجبار و تحقیق الحقیقۃ و تصحیح المسائل وغیرہ اور فاضل بریلوی کے اکثر رسائل کا بغور مطالعہ کیا اور ان کے بیان کی پوری جانچ کی، معلوم ہوا کہ ان کی غرض تلبیس سنت برسم جاہلیت اور امحاق شریعت بترویج بدعت ہے اور بس، اور ان کا مذہب محض داستان و حکایت اور معمول علیہ قول مرجوح و مجروح و نوادر مخالف کتاب و سنت و متضاد قیاس مجتہدین و اجماع علمائے اُمت اور اہل حق پر تحریف اور کتر بیونت کر کے معنی بگاڑ کر اعتراض کرنا ہے۔ اور ہم ایسے اصحاب سے جو اہل حق کی تذلیل کے درپے ہیں درخواست کرتے ہیں کہ بُرا بھلا کہنے یا خلاف قلم اُٹھانے سے پہلے خوب غور و فکر اور پوری تحقیق فرما کر کچھ کہا یا لکھا کریں کہ یہ طریق قرین انصاف اور معقول ہے کیونکہ ان فاضلوں کی سی تحقیقات مایۂ فخر نہیں ہو سکتی۔ ورنہ یہ یاد رکھیں کہ بے خبر لوگوں کو ایک بیگناہ گروہ کے خلاف بھڑکانا اہل اسلام کی عادت نہیں، اللہ جل شانہ نے ایسے شخص کو مسرف اور کذاب فرمایا ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر خود کفر لوٹ آتا ہے الغرض حضرات اہل حق نہ وہابی ہیں نہ بدعتی، پکے اہل سنت والجماعت ہیں۔ افراط تفریط سے علیحدہ ہیں جس کی تفصیل آئندہ ملے گی۔

قبر پرست و پیر پرست اور بدعتیوں کے عام عقائد جن کی تقویۃ الایمان میں اصلاح کی گئی ہے

کُن اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کُن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار سے اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے جو چاہیں دیں حضور علیہ السلام مختار کل ہیں۔ تمام کارخانہ خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ کے قبضہ میں ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یعنی آرام و تکلیف، رنج و راحت، پیدا کرنا مارنا۔ رزق دینا، مرض و صحت، غنا و افلاس، خشکی، بارش، جنت، دوزخ، کفر و اسلام، ایجاد و اعدام غرض عرش سے فرش تک سب آپ ہی کے اختیار میں ہے۔ بطور واسطہ فی الثبوت تمام اوصاف و اقدار و اختیارات خداوندی سے متصف اور قادر اور مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوقات کو پہنچتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی عطا فرماتے ہیں۔ (یعنی خدا بیکار محض ایک فلسفی خدا ہے۔ معاذ اللہ) اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے۔ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے) خود اولیاء اللہ (بمجرد سماع ندا) مشکلوں کے وقت تشریف لا کر دستگیری فرماتے ہیں (اسی لئے مشکل کے وقت پکارا جاتا ہے) حاشیۃ الاستمداد ص۲۶ تا ص۳۱ از

افادات فاضل بریلوی ملخصاً والامن والعلا ص۱۵ و ۱۶ و سلطنۃ المصطفٰے فی ملکوت کل الوری) احکام تشریعیہ بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف کر دیں (بہار شریعت حصہ اول عقیدہ ۲ ص ۲۲) حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ دلوں کے خطروں سے آگاہ ہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (شرح استمداد ص۵) آپ کے علوم بے حد بے شمار ہیں، آپ کو روز ازل سے روز آخر تک جمیع ماکان و مایکون کا علم ہے (حسام الحرمین ص۲۲ و تمہید ص۲۴) ہم سب رسول کے بندے ہیں خود خدا حکم دیتا ہے کہ اے محمد تم سب کو اپنا بندہ کہو یعنی بزرگوں کا بندہ کہنا کہلانا، اور نام رکھنا جائز ہے۔ (کشف ضلال دیوبند یعنی شرح استمداد ص۴۵) جبرئیل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔ خود قرآن مجید نے عیسٰی علیہ السلام کو رسول بخش کہا (شرح استمداد ص۶۸) خدا بھی حضور علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے۔ شرح استمداد ص۵۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں اور خدا کے نائب کل (شرح استمداد ص۵۱) بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز اور قبر پر رخسار رکھنا جائز، بزرگوں کو پوجنا اور اپنے تئیں پیر پرست کہلوانا (الکوکبۃ ص۴۶) اور ان کی پرستش کرنا جائز کہ دراصل اللہ ہی کی پرستش ہے ظل ذی ظل سے جدا نہیں اور ان کے نام کا ورد و وظیفہ کرنا اور ان کا نام جپنا جائز۔ بزرگوں کے نام کی نذر و منت چڑھاوا چڑھانا جائز ہے (شرح استمداد ص۴۳ و ص۳۸) اور جامع الاحکام فتاوی علماء کچھوچھہ وغیرہ و رسالہ مرشد کو سجدہ تعظیمی و رسالہ مسائل ضروریہ ص۱۰۶) حضور علیہ السلام گناہوں کو بخشتے ہیں (شرح استمداد ص۶۶) قرآن و حدیث کے خلاف پر بزرگوں کے قول کی سند پکڑنا جائز ہے (کشف ضلال دیوبند ص۶۲) اولیاء اللہ عالم الغیب ہیں۔ اللہ تعالٰی نے غیب دانی ان کے اختیار میں دیدی جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ غیب کی بات معلوم کر لینا ان کے اختیار و قابو میں ہے۔ (الامن والعلی ص۲۰۸ للفاضل البریلوی) ؎

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دیں کے سلطاں کا
ہو بنا لینا ہے سلطان آپ سا جس پر عنایت ہو

(مدح غوث الاعظمؒ) اولیاء اللہ کے قبور کا حج کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مناسک الحج المشاہد ہے (مجالس الابرار مترجم ص۱۱۵ میں دیکھو) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے فقد رأینا جالا من ضعفاء المسلمین یتخذون الاحبار والرھبان اربابا من دون اللہ یحجون الی قبورھم (مختصرا) یعنی ہم نے مسلمانوں کی نسل میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہراتے ہیں، ان کی قبروں کی طرف حج کرنے جاتے ہیں۔

تنبیہ:۔ پیر پرست اپنے ان عقائد و افعال پر بزرگوں کے اقوال اور قرآن و حدیث سے استدلال بھی لاتے ہیں مگر الفاظ ان کے اور معنی اپنے ہوتے ہیں اور ان کے موقع اور محل سے بدل ڈالتے ہیں اور مجازی اسنادوں کی آڑ میں حقیقی نسبتیں ثابت کیا کرتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت تمام اوصاف خداوندی اور اختیارات سے متصف و مختار بالذات عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل حق کے عقائد پر تحریف اور کتر بیونت کر کے معنی بگاڑ کر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ سرہ نے بھی ایسے لوگوں کو مشرکی المسلمین فرمایا ہے (فتاوی عزیزی ص۲۳ و ص۳۳ دیکھو) اور لا اقول عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب نص قطعی ہے۔ اور مشرکین عرب کے بھی اپنے معبودوں کے حق میں ایسے ہی عقیدے تھے۔ اور نیز ان کا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالے حضور علیہ السلام کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے عاجز ہے اور اہل حق پر بطور عیب معتزلیوں کی طرح امکان کذب کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ اہل سنت کے نزدیک قادر ہے عاجز اور مجبور نہیں ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہوتی ہے مگر اپنے اختیار سے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز پیدا نہ کرے گا۔ مکتوبات حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے قولہ اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چوں محمد بیافریند (مکتوب ۳۵) اور اس گروہ نے ہندوستان میں جس کسی کو ان عقائد میں سے کسی عقیدہ میں اپنے خلاف پایا۔ وہابی کا خطاب عنایت فرمایا۔ اور ان عقائد پر بہت سے دیگر افعال بدعیہ کا بھی اضافہ کر لیا ہے جن کی تفصیل دوسرے حصے میں ملے گی۔ اب اس میں یہاں تک توسیع ہو گیا ہے کہ میں نے بعض جھنڈا پرست تعزیہ پرستوں کو فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کی نسبت وہابی کہتے ہوئے سنا۔ اور حال ہی میں ایک صاحب نے بڑے زور شور سے جواز تعزیہ میں ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے جس کا نام الحجۃ البالغہ فی جواز تعزیہ ہے اور اس سے قبل بھی جواز تعزیہ میں کئی رسالے لکھے جا چکے ہیں۔

انہی عقائد کی بنا پر عوام الناس کے اعمال اور پیر پرستوں کے افعال

قبر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور قبر کا طواف کرنا۔ کسی ولی اللہ کے نام کا ورد کرنا۔ کسی کے نام کا بطور تقرب جانور ذبح کرنا۔ عبد فلاں غلام فلاں نام رکھنا۔ بطور واسطہ فی الثبوت مستقل اور قادر و مختار بالذات جان کر امور غیر عادیہ میں انہی سے مدد چاہنا۔ منتیں ماننا۔ نذریں کرنا۔

چڑھاوا چڑھانا، خود ان سے مرادیں مانگنا یہ سب امور حرام اور شرک ہیں۔ اور زندوں میں امور عادیہ بشریہ میں ایکدوسرے سے استمداد بالاتفاق شرعاً جائز ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہؒ الفوز الکبیر ص۶ میں فرماتے ہیں ان کنت متوقفا فی تصویر حال المشرکین وعقائدھم واعمالھم فانظر الی حال العوام والجھلۃ من اھل الزمان الخ..... ویذھبون الی القبور والآثار ویرتکبون انواعاً من الشرک الخ... وما من آفۃ من ھذہ الآفات الا وقوم من اھل الزمان واقعون فی ارتکابھا معتقدون مثلھا عافانا اللہ سبحانہ من ذلک (ملتقطاً) (ترجمہ) اگر تو مشرکین عرب کے عقائد اور ان کے اعمال اور ان کے حالات کی پوری پوری تصویر سے واقف ہونا چاہتا ہے تو اس زمانہ کے عوام اور جہلاء کو دیکھ کہ وہ قبروں اور تھانوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ غرض اس زمانہ کی آفتوں میں سے کوئی آفت نہیں جس میں اس زمانہ کا ایک گروہ اس کا ارتکاب نہیں کرتا اور ان کے مثل اعتقاد نہیں رکھتا۔ خدا ہم کو ایسے عقیدوں اور عملوں سے بچائے۔

(۲) اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۳۳ میں فرماتے ہیں: "پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف نماید یا نام او را بطریق تقرب وِرد سازد یا ذبح جانور بنام او کند (ای بتقرب غیر خواہ وقت ذبح نام خدا بگیر دیا نہ ص۵۶ اس مسئلہ کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ملاحظہ ہو) یا خود را بندۂ فلانے بگوید و ہر کہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور ایں چیزہا بعمل آرد فی الفور کافر میگردد و از مسلمانی برآید"۔ اور ص۵۶ میں ہے۔ ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز از راہ تقرب لغیر اللہ دادن حرام و شرک است، اور ص۳۵ میں ہے۔ شرک چنانچہ در عبادت و قدرت می شود ہمیں قسم شرک در تسمیہ ہم میشود و ایں قسم نام نہادن شرک در تسمیہ است از ینہم احتراز لازم است چنانچہ در ترجمہ قرآن مسمی بفتح الرحمٰن

ے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء (وکان لتعظیم غیر اللہ) یحرم لانہ اُھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالیٰ ولو ذُبح للضیف (او للولیمۃ او للعقیقۃ او للعرائس او للربح) لا یحرم (در مختار) فالفارق ای بین ما اُھل بہ لغیر اللہ بسبب تعظیم المخلوق وبین غیرہ الخ..... واعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح (شامی)

ھل یکفر قولان (در مختار) فالظاھر من حال المسلم انہ قصد الدنیا او القبول عندہ باظھار المحبۃ بذبح فداء عنہ لکن لما کان فی ذلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ للہ تعالیٰ حکماً کما لو قال بسم اللہ واسم فلان حرمت ولا ملازمۃ بین الحرمۃ والکفر (شامی)

در تحت آیہ فلما اٰتٰھما صالحا جعلا لہ شرکاء الخ مذکور است کہ دریں جا دالسنۃ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانچہ اہل زمان ما غلامِ فلان و عبد فلان نام می نہند، اور ص۹۳ میں ہے۔ منت بزرگان و نذر غیر اللہ مانند گلگلہائے شیخ سدو وسہ منی بوعلی قلندر وغیرہ قریب بحرام است، اور ص۹۰ میں بحوالہ عالمگیری، بحر، نہر، دُر لکھتے ہیں کہ اکثر عوام جو اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں بالاجماع باطل اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام الخ اور شامی میں ہے النذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ (ص۱۳۹ ج۲)۔

(۳) حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ مالا بدمنہ ص۱۰ میں فرماتے ہیں مسئلہ سجدہ کردن بسوے قبور انبیا و اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام ست بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند اور ارشاد الطالبین فارسی ص۲ میں فرماتے ہیں مسئلہ عبادت غیر خدا را جائز نیست و نہ مدد خواستن از غیر حق ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی حق تعالیٰ تعلیم کردم بندگاں را کہ بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یا الٰہی و خاص از تو مدد می خواہیم بر عبادت و بر ہر چیز، ایاک برائے حصر است پس نذر کردن برائے اولیاء جائز نیست کہ نذر عبادت است، و اگر کسے نذر کرد وفائے نذر نکند کہ احتراز از معصیت بقدر امکان واجب است، و گرد قبور گردیدن جائز نیست کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت صلوۃ یعنی طواف بیت اللہ حکم نماز دارد مسئلہ دُعا از اولیاء مردگان یا زندگان و انبیاء ہم جائز نیست کہ رسول خدا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ یعنی دُعا خواستن از خدا عبادت ست پس این آیت خواند و قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (ص۲) مسئلہ استمداد و نذر عبادت است و طواف حکم نماز دارد و دُعا از غیر خدا جائز نیست) ارشاد الطالبین عربی میں ہے۔ ولا یصح الذکر باسماء الاولیاء علی سبیل الوظیفۃ او السیفی لقضاء الحاجۃ کما یقرؤن الجھال الخ اور ارشاد الطالبین فارسی ص۲۱ میں ہے۔ مگر آنکہ ذکر محمد رسول اللہ با ذکر خدا متعلق در اذان و اقامۃ و تشہد و مانند آں عبادت ست الخ و ذکر محمد رسول اللہ ہم بروجہیکہ در شرع وارد نشدہ است چنانچہ کسے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد گفتہ باشد روا نباشد انتہی۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحفۃ الموحدین میں فرماتے ہیں۔ ارکان حج کہ نماز اعظم عبادات

است (گو بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح) باید کہ گرد قبرے یا خانہ سوائے کعبہ نگردند۔

(۵) حضرت ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں لا یطوف ای لا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء ولا عبرة بما یفعله الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء انتہی (ترجمہ) مزار مبارک کے ارد گرد نہ گھومے کیونکہ طواف کعبہ کے لئے مخصوص ہے لہذا انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرد گھومنا حرام ہے اور ان جاہلوں کے فعل کا اعتبار نہیں اگرچہ علماء اور مشائخ کی صورت میں ہیں۔

(۶) بحر الرائق اور کفایہ حاشیۃ الہدایہ میں ہے وصرح فی معراج الدرایة بانه لو طاف حول مسجد سوی الکعبة یخشی علیه الکفر انتہی۔ (ترجمہ) معراج الدرایہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی کعبہ کے سوا کسی اور مسجد کے ارد گرد طواف کرے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ (نوٹ) طواف لغوی سے دھوکہ نہ ہو جو کسی اور غرض سے ہلانا ہے نہ برائے تقرب جیسا کہ بعض نے طاف رسول اللہ صلعم علی نسائه فی غسل واحد اور طاف رسول اللہ صلعم علی الجمل اور طاف علی اعظم البیین سا کو طواف شرعیہ لغیر الکعبہ کی اباحت پر حجت پکڑا۔

(۷) عالمگیری ص۴۰۲ جلد ۵ میں ہے ان سجد للسلطان بنیة العبادة او لم تحضره النیة فقد کفر کذا فی الجواهر الاخلاطی انتہی یعنی اگر بادشاہ کو عبادت کی نیت سے یا کچھ بھی نیت نہ ہو سجدہ کرے دونوں صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔

(۸) درمختار ص۲۶۵ جلد ۵ میں ہے ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة انتہی۔ اگر عبادت اور تعظیم کی بنا پر سجدہ کیا تو کافر ہو گیا اور اگر تحیت کے طور پر کیا تو کافر نہ ہوگا بلکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ (نوٹ) سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم ایک ہی معنی رکھتا ہے اور اگر بلا نیت ہو جب بھی کفر ہے صرف سجدہ بہ نیت تحیۃ گناہ کبیرہ ہے کفر و شرک نہیں لیکن عوام ان باتوں میں نہ فرق کر سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔

(۹) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بھی اسی طرح تصریح ہے (ص۲۳۵) اس کے بعد ہے اما تقبیل الارض فهو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش و اقبح من تقبیل الارض اقول وضع الجبین اقبح من وضع الخد فینبغی ان لا یکفر الا بوضع الجبین دون غیره لان هذه سجدة مختصة لله تعالیٰ۔

(۱۰) کتاب ثمرۃ الایمان میں ہے وگور را سجدہ کردن و بوسہ دادن و طواف کردن و از صاحب قبر

حاجت طلبیدن ودر قبرستان چراغہا افروختن مکروہ تحریمی است ۔

(۱۱) حضرت امام مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۴۱ جلد سوم ص۷۱ مطبوعہ نول کشور میں فرماتے ہیں، حیوانات را کہ از مشائخ می کنند و بر سر قبر ہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقہیہ ایں امر را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ واین ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است وداخل دائرہ شرک وازیں عالم است صیام نسا کہ بہ نیت پیراں و بیبیاں نگاہ می دارند واکثر نامہائے ایشاں را از خود تراشیدہ روزہا بنام خود ایشاں اہتمام کنند ودر وقت افطار از برائے ہر روزہ خاص بوضع مخصوص تعیین می نمایند وتعیین ایام نیز کنند از برائے صیام مطالب ومقاصد خود را بایں روزہا مربوط می سازند وتوسل ایں روزہ از ایشاں حوائج می خواہند وروائی حاجت خود را از ایشاں می دانند ایں شرک در عبادت است، وتوسل عبادت بغیر حاجات خود را از آں بغیر خواستن است وحیلہ است، الخ بعضے ازناں در وقت اظہار شناعت ایں فعل گویند کہ ما ایں روزہا را برائے خدا نگاہ می داریم وثواب آں را بہ پیراں می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین از برائے صیام چہ در کار است تخصیص طعام وتعیین اوضاع خصیصہ مختلفہ در افطار برائے چیست الخ۔ (نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ وہ امر جو ہماری شریعت میں باری تعالیٰ کی تعظیم کے لئے مخصوص ہے وہ غیر اللہ کے لئے اعتقاد کرنا یا لینے الاعم شرک ہوگا اگرچہ ملل سابقہ میں مخصوص باللہ نہ ہونے کی وجہ سے شرک نہ تھا۔ شرح مقاصد میں ہے ۔ التوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ وخواصہا اور شرک حقیقی جلی وہ ہے جس سے فاعل قطعی کافر ہوجاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور تقویۃ الایمان میں عام شرک اکبر واصغر کی بحث ہے جس کی بحث آئندہ ملے گی اور نیز کسی مومن کو بعض افعال شرکیہ وکفریہ میں تاویل کرکے کفر وشرک سے بچانا یہ امر آخر ہے اور ان کو جائز سمجھنا امر آخر ہے۔

(نوٹ) ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ اور طواف کرنا نذر ماننا اور تقرباً جانور ذبح کرنا نام کا ورد کرنا اور بندہ کہلانا اور روزہ رکھنا اور مرادیں مانگنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کے مخصوص آداب ہیں اور اسی کو پرستش اور عبادت کہتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ خدا اللہ تعالیٰ کے ان خصوصی آداب کو اہل قبور انبیاء واولیاء کیلئے عمل میں لاوے گا تو بیشک شرک اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والا ہوگا اور مسلمانی سے خارج ہوجائے گا۔ یہ آفت عوام اور جاہل مسلمانوں میں آج کل پائی جاتی ہے چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مخصوص آداب اور خصوصی صفات میں سے کوئی ادب اور صفت باقی نہ رکھی جو اس کے ساتھ مخصوص رہی ہو اور غیر اللہ میں منتقل نہ کی ہو۔

عوام وجہال مسلمان وزمرۂ پیر پرستان جو ارواح اولیاء کو بطور واسطہ فی النبوت متصرف بالارادہ اور مستقل وقادر ومختار بالذات جان کر امور غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے اور حاجت طلب کرتے ہیں بلاشبہ شرک جلی ہے اور امور غیر عادیہ میں خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اسی اعتقاد سے دور دور سے مشکل کے وقت دفع بلا کیلئے پکارنا اور حاضر ناظر جاننا اور ان کے نام کا ورد کرنا بھی شرک ہے، ہاں توسل جائز ہے، البتہ امور عادیہ بشریہ میں استعانت بالاحیاء مشروع ہے یہ بحث سے خارج ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ ص۶۱ میں فرماتے ہیں۔ من مظنات الشرك انهم كانوا يستعينون بغير الله فى حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم يتوقعون انجاح مقاصدهم بتلك النذور ويتلون اسماءهم رجاء بركتها فاوجب عليهم ان يقولوا فى صلواتهم اياك نعبد واياك نستعين وقال تعالى ولا تدعوا مع الله احدا وليس المراد من الدعاء العبادة كما قاله بعض المفسرين بل المراد هو الاستعانة لقوله تعالى بل اياه تدعون فيكشف ما تدعون۔ انتہی یعنی مشرکین عرب کے مظنات شرک سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے حوائج شفاء مریض وغناء فقیر وغیرہ میں غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے اور اپنے مقاصد کے پورا ہونے کی توقع میں ان کی نذریں مانتے تھے اور بطور تبرک ان کا نام ورد کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب قرار دیا کہ اپنی نمازوں میں ایاک نعبد وایاک نستعین کہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تدعوا مع الله احدا یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور دعا سے مراد عبادت نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے بلکہ استعانت ہے لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے قول جمیل کے حاشیہ شرک فی العبادۃ والاستعانت کے بیان میں عوام کو اس میں مبتلا بتلایا ہے اور اس قسم کی قرآن میں بہت سی آیات ہیں۔ [۱] ومن اضل ممن يدعو من دون الله الاية - [۲] قل ارأيتم ما تدعون من دون الله الاية - [۳] ان الذين تدعون من دون الله الاية - [۴] والذين يدعون من دون الله الاية - [۵] والذين يدعون من دونه الاية - [۶] قال ربكم ادعونى استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتى

سیدخلون جھنم داخرین الآیۃ - الدعاء[1] ھو العبادۃ الحدیث - الدعاء[2] مخ العبادۃ الحدیث -

(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی ص۱۲۱ میں فرماتے ہیں "درباب استعانت بارواح طیبہ دریں امت افراط بسیار بوقوع آمدہ آنچہ جہال وعوام اینہا می کنند وایشاں را درہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است" اور جلد ۲ ص۱۰۴ میں فرماتے ہیں "و قسمے است کہ توجہ مقصود بایشان باشد وخیال بندار دکہ ایشان در دادن مطلب یا دادن آں مستقل اندو مرتبہ از قرب حق دارندکہ تدبیر الٰہی تابع مرضی خود توانند ساخت وہمیں قسم است کہ عوام بآں استمداد می طلبند وایں قسم شرک محض است، مشرکان زمان جاہلیت زیادہ بریں درحق اصنام اعتقاد نداشتند فقط - اور تفسیر عزیزی ص۱۲۷ بیان وجوہ شرک میں ہے ازاں جملہ کسانیکہ در ذکر دیگراں را باخدائے تعالیٰ ہمسری می کنند وذکر دیگراں را مانند نام خدا بطریق تقرب ذکر می نمایند وازانجملہ کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلاں و عبد فلاں می گویند وایں شرک فی التسمیہ است وازانجملہ کسانیکہ در ذبح و نذر وقربانیہا باخدا دیگراں را ہمسر میکنند وازاں جملہ کسانیکہ در دفع بلا دیگراں را میخوانند وہم چنیں در تحصیل منافع بدیگراں رجوع مے نمایند بالاستقلال نہ آنکہ توسل بآں دیگراں نمایند، وازاں جملہ کسانیکہ نام دیگراں را با نام خدا در نام عموم علم وقدرت برابر می سازند انتہی - اور فتاویٰ عزیزی ص۴۹ میں ہے اگر کسے سجدہ وطواف ودعا بنحو یا فلاں افعل کذا افعل کذا العمل آرد البتہ مشابہ بعبدۃ الاوثان کردہ باشد، اور فتاوی مذکور ص۳۳ و ۳۴ میں ہے "مدد خواستن دو طور می باشد، مدد خواستن مخلوق از مخلوق مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر وگدا در مہمات خود مدد میجویند - و عوام الناس از او لیا دعا می خواہند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ ومردہ جائز است (وہمیں قسم استمداد از موتیٰ درمیان علما مختلف فیہ شدہ بوجہ اختلاف سماع موتیٰ وغیرہ بعضے ایں راہم ناجائز گفتہ جلد ۲ ص۱۰۷ و ص۸۹ ج ۱ ملخصًا) دوم آنکہ بالاستقلال چیزیکہ خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش باراں یا دفع امراض یا طول عمر و مانند ایں چیزہا بے آنکہ دعا و سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نماید ایں نوع حرام مطلق بلکہ کفر است واگر از مسلمانان کسے از اولیاء مذہب خود خواہ زندہ باشند یا مردہ ایں نوع مدد خواہد از دائرہ مسلمانان خارج می شود انتہی - اور تفسیر عزیزی میں ہے - یا بچیز یست کہ توہم استقلال آں چیز در مدارک مشرکین جاگرفتہ مثل استعانت بارواح روحانیہ فلکیہ یا عنصریہ یا ارواح سائرہ مثل بھوانی و شیخ سدو و زین خان وامثال ذلک وایں نوع استعانت عین شرک است ومنافی ملت حنفی - انتہی -

(۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ص۲ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔ مسئلہ[1]: عبادت مرغیر خدا را جائز نیست و نہ مدد در خواستن از غیر حق ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی حق تعالیٰ تعلیم کردہ مر بندگاں را کہ بگویند خاص ترا عبادت میکنیم یا الٰہی و خاص از تو مدد می خواہیم بر عبادت و بر ہر چیز ایاک برائے حصر است۔ مسئلہ[2]:۔ دعا از اولیاء مردگان یا زندگان و از انبیا جائز نیست رسول خدا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء هو العبادة یعنی دعا خواستن از خدا عبادت است پس ترا ایں آیت خواند وقال ربكم ادعونی استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتی سيدخلون جهنم داخرين (ارشاد الطالبین فارسی ص۲ مسئلہ استمداد و دعا عبادت است)۔ مسئلہ[3]:۔ اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شاں کفر است قل لا املك لنفسى نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله الآیۃ اور ما لابد منہ ص۷ میں ہے مسئلہ: سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از انہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا از آنہا بکفر می رساند۔ (نوٹ) حاصل کلام یہ ہے کہ جیسے پرستش اور عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے استعانت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے جیسے عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں غیر اللہ سے رزق یا اولاد یا بارش یا دفع بلا و مرض یا طول عمر وغیرہ حاجتیں جو جناب الٰہی سے مخصوص ہیں مانگنا بھی جائز نہیں۔ باب استعانت میں عوام اور جاہل مسلمانوں میں بہت افراط واقع ہو رہا ہے وہ ارواح اولیاء کو اس قسم کے حوائج دینے اور دلوانے میں مستقل جانتے ہیں اور خدا کی طرف سے ان کو یہ مرتبہ خیال کرتے ہیں۔ پھر اسی عقیدے سے انہی سے حاجتیں مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی آداب کا ان کے ساتھ برتاؤ بھی کرتے ہیں عین شرک ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مشرک بھی اس سے زیادہ اپنے بتوں کے حق میں اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

(۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد اور قصۂ قتلی بدر شرح مشکوۃ عربی و فارسی ہر دو میں فرمایا ہے۔ اول شیخ نے سماع موتی کو ترجیح دی ہے اور پھر صوفیہ کرام کی تحقیق اور تجربہ سے ثابت کیا کہ ارواح اولیاء سے مسترشدین کو فیوض و فتوح حاصل ہوتے ہیں اور زائرین کی دعا سے امداد فرماتے ہیں جیسا کہ زندگی میں دعا فرماتے تھے۔ لہٰذا استمداد بمعنی توسل کے دو ہی طریقے ہم سمجھتے ہیں۔ اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ واز آنچہ ما مے فہمیم آن انیست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا می کند۔ و مداد و طلب می کند حاجات خود را از قرب جناب عزت و غفار روے و توسل می کند بروحانیت ایں

بندۂ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے ومیگوید خداوندا ببرکت ایں بندۂ تو کہ رحمت کردۂ بروے واکرام کردۂ
اورا ولطف وکرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی۔ یا ندا میکند ایں بندۂ مقرب
راکہ اے بندۂ خدا وولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا وقضا کند
حاجت مرا۔ پس معطی ومسئول ومامول پروردگار است تعالیٰ وتقدس ونیست ایں بندہ درمیان مگر
وسیلہ ونیست قادر وفاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہ واولیاء خدا فانی وہالک اند در فعل الٰہی و
قدرت وسطوت وے نیست ایشاں را فعل وقدرت وتصرف نہ اکنون کہ در قبور اند ونہ دراں ہنگام
کہ زندہ بودند در دنیا واگر ایں معنی کہ دراماداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد
چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا در حالت
حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق ومشائخ است در دین" الخ اس کے بعد
فرماتے ہیں" آنکہ مروی ومسنون ہد زیارت سلام بر موتی واستغفار مر ایشاں را وقراءۃ قرآن است
ولیکن در دین جانبی انا استمداد نیست" الخ باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صلوات اللہ وسلامہ
علیہم اجمعین کہ ایشاں احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق واولیاء بحیات اخروی معنوی الخ انتہی۔
منکر استمداد بمعنی توسل بارواح موتی وطلب دعا کو جو موجب شرک جانتا تھا اور متوسلین اور طالبین
دعا کو مشرک کہتا تھا جواب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا "نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و
مستبد وقادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجا بجانب وے تعالیٰ است چنانکہ عوام وجاہلاں وغافلاں
اعتقاد دارند وچنانکہ می کنند آنچہ حرام ومنہی عنہ است در دین از تقبیل قبر وسجدہ مر آنرا ونماز بسوئے
وے وجز آں کہ از آن نہی وتحذیر واقع شدہ ایں اعتقاد وایں افعال ممنوع وحرام خواہد بود۔

باقی رہا سماع موتی اس کے متعلق محدث گنگوہی رح اپنے فتاوی رشیدیہ ص۷۰ و۹۳ میں فیصلہ
فرما چکے ہیں۔ سماع موتی عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے۔ اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا،
جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں۔

(۵) کشف الغطاء میں ہے۔ نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را
از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب ومکرم درگاہ والا وگوید خداوندا برکت ایں بندہ مکرم
تو رحمت واکرام کردہ اور ابر آوردہ گرداں حاجت مرا یا ندا کند آں بندۂ مقرب ومکرم را کہ اے بندۂ خدا
وولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیان
مگر وسیلہ وقادر ومعطی ومسئول پروردگار است تعالیٰ شانہ۔ انتہی الکلام لشیخ الاسلام۔

اور شیخ عبدالحق رحمہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ حقیقت معنی توسل واستمداد سوال ودعا است از جناب صمدیت بوساطت محبتے وکرمے کہ بدیں بندۂ خاص دارد یا طلب والتماس از روحانیت ایں بندہ و دعا خواہش را از حضرت عزت بوسیلۂ قربتے وکرامتے مر او راست دراں درگاہ۔ انتہی۔

اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی ص۱۰۸ جلد ۲ میں فرماتے ہیں:۔ نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل الخ

(۶) در الفوائد ملفوظات حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ ۳ رجمادی الاولی بروز سہ شنبہ میں ہے۔ کارے از بزرگان خواستن خطا است ونا مرضی کبریا است وحل مشکلے از حق تعالی طلب نمودن بتوجہ بزرگان بجا است وعین رضا است۔ انتہی۔

(نوٹ) حضرت شیخ عبدالحق رحمہ وشیخ الاسلام وشاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم یہ تینوں بزرگوار جامع شریعت وطریقت ہیں اور تبحر علمی اور تفقہ میں مسلم العلماء ہیں ان کے کلام سے اظہر من الشمس ہے کہ استمداد کی یہی صورت ہے کہ زائر اور داعی قبر کے پاس بتوسل و ببرکت بزرگ بجناب الٰہی خود دعا مانگے اور خدا سے حاجت طلب کرے یا بزرگ سے دعا کی التماس کرے۔ بھلا استعانت مبحوث عنہا و متنازعہ ومسئلہ پیر پرستان کو اس سے کیا لگاؤ۔ دراصل یہ استمداد واعانت ہی نہیں ہے بلکہ توسل اور طلب دعا ہے جس میں کوئی نزاع نہیں ہے ہاں البتہ فقہاء میں اختلاف ہے کہ زیارت قبور میں یہ توسل اور طلب دعا بھی جائز مباح ہے یا بدعت ممنوعہ۔ بعض جائز کہتے ہیں اور اکثر ناجائز کہ طریقہ مسنونہ زیارت کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود شیخ علیہ الرحمہ باب زیارت قبور میں معترف ہیں۔ اما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیا علیہم السلام منکر شدہ اند آں را بسیارے از فقہا میگویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی واستغفار برائے ایشان ورسانیدن نفع بایشاں بدعا واستغفار وتلاوت قرآن۔ واثبات کردہ اند آں را مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم وبعضے فقہا رحمۃ اللہ علیہم۔ اس تقابل سے ظاہر وباہر ہے کہ فقہائے مانعین بہ نسبت مجوزین کے اکثر ہیں۔ فاضل بدایونی کا کثیر سے مراد فی نفسہ کثرت یا قلت مراد لینا اور مختصر معانی اور مطول کی عبارتیں پیش فرمانا اُن کے فضل کے خلاف ہے شرح مشکوۃ عربی کے الفاظ فقد انکرہ کثیر من الفقہاء اور اس کے مقابلہ میں اثبتہ بعض الفقہاء سے کیسے کثرت فی نفسہ مراد لی جاسکتی ہے۔

اور شیخ رحمہ نے یہ بھی فرمادیا۔ آرے مروی ومسنون در زیارت سلام بر موتی واستغفار مر ایشاں را وقراءۃ قرآن است۔ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ سوال۔ استمداد

یا ایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک وتعالیٰ حاجت مرا بخواہ وشفیع من شو ودعا برائے من بخواہ درست است یا نے ۔ جواب : استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ ونیز حکم مختلف میشود باختلاف طرق استمداد الخ (فتاوی ص۹۹) الغرض جب حضرت شیخ اجل اور شاہ صاحبؒ با ایں وسعت نظر اس طریق توسل کو بھی غیر مروی فرماتے ہیں کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں نہیں پایا جاتا تو جناب کس کا زہرہ ہے کہ قرون اُولیٰ میں ثابت کر دکھائے ۔ البتہ مظہر عون الٰہی جان کر امور عادیہ بشریہ میں بالاتفاق استعانت بین الاجیاء عقلاً وشرعاً مستحسن ومستحب ہے جیسا کہ شیخؒ نے فرمایا :- وشائع است در دین ، اور شاہ صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا - دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد براں غیر باشد واو را مظہر عون الٰہی نداند حرام ست واگر التفات محض بجانب حق است واو را یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز وروا است واولیاء وانبیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر ، اور تفسیر میں اس عبارت سے قبل استعانت بین الاجیاء کا ذکر اس پر قرینہ ہے اور قول بیضاوی ؟ ویؤیدہ قولہ علیہ السلام رحم اللہ اخی یوسف لو لم یقل اذکرنی عند ربک لما لبث فی السجن سبعا بعد الخمس والاستعانۃ بالعباد فی کشف الشدائد وان کانت محمودۃ فی الجملۃ لکنہا لا یلیق بمنصب الانبیاء میں بھی استعانت بالاجیاء فی امور عادیۃ ہے ۔

(۷) مجمع البحار میں ہے ۔ من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج فھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق للہ وحدہ ۔ انتھی یعنی جس شخص نے اس غرض سے قبور انبیاء وصلحاء کی زیارت کا قصد کیا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے اور ان سے دعا مانگے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرے تو یہ علماء مسلمین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ عبادت اور طلب حوائج اور استعانت اللہ ہی کا حق ہے ۔ اور صاحب مجمع البحار نے جو باب سبین مع الجیم میں لکھا ہے اما اتخاذہ فی جوار صالح لقصد التبرک بالقرب لا للتعظیم لہ فلا یدخل تحتہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مقابر صلحاء محل نزول برکات ہے پس اتخاذ مسجد بجوار صالح اس قصد سے کہ محل برکات میں داخل ہو جائے کہ جس سے اثر روحانی کا

وصول اور ان کے قرب سے استفادہ برکۃ مطلوب ہو حدیث کی وعید میں داخل نہیں نہ یہ معنی ہیں کہ بقصد توجہ واستعانت اتخاذ مسجد حدیث کی وعید میں داخل نہیں۔ ویؤید ھذا ما فی الخبر الجاری نقلاً عن العینی وھو ناقل عن البیضاوی فاما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح و قصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتہیٰ اور ترجمہ شیخ میں بھی اسی طرح ہے وسیاتی التفصیل۔

(۸) تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی فرماتے ہیں یقال الاستعانۃ نوع تعبد والعبادۃ الطاعۃ مع التذلل والخضوع۔ انتہیٰ۔ یعنی استعانت بھی ایک قسم کی عبادت ہے اور عبادت کے معنی نہایت تذلل اور غایت خضوع کے ساتھ اطاعت کرنا۔

(۹) مدارج العالمین میں ہے۔ من اقبح العقائد طلب الحاجۃ من الموتی و الاستعانۃ بھم فان المیت لا یملک بنفسہ نفعاً ولا ضراً وھو احوج الناس الی الاحیاء للدعاء والاستغفار والصدقۃ علی نھج الشریعۃ۔ انتہیٰ۔ یعنی مردوں کی حاجت طلب کرنا اور ان سے مدد مانگنا بُرا عقیدہ ہے۔ اس لئے کہ مردے تو خود احیاء کے صدقہ اور استغفار اور دعا کے محتاج ہیں شرعی طریقہ پر اور نہ اپنے نفس کو آپ نفع اور ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ (لانہ لا قدرۃ ولا اختیار لھم)۔

(۱۰) تاریخ المرام سید عبد الصبور میں ہے۔ قال الشیخ الامام الاجل ابو صالح محمد بن ابراھیم الشیرازی ما یقع فی بلاد العجم من فرش البسط وضرب الخیام عند مقابر الاولیاء الکرام والعوام یستمدون بھم و یخشعون و یتضرعون الیھم فکلہ مکروہ والمکروہ اقرب الی الحرام۔ انتہیٰ۔ یعنی اولیاء کرام کے مقبروں کے پاس جو بلاد عجم میں فرش بچھائے جاتے ہیں اور خیمے لگائے جاتے ہیں اور عوام الناس ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں اور ان کی طرف خشوع اور خضوع کرتے ہیں یہ سب مکروہ تحریمہ ہیں۔

(۱۱) مجالس الطالبین میں ہے۔ من القبائح طلب الحاجۃ من الموتی و الاستعانۃ بھم والتوجہ الیھم لیشفعوا۔ انتہیٰ یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا اور ان سے استعانت اور ان کی طرف توجہ کرنا تاکہ وہ سفارش کریں یہ بھی امر قبیح ہے (لانہ خلاف السنۃ)۔

(۱۲) شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی تنبیہ المرام میں لکھتے ہیں لا یجوز الاستعانۃ باھل

القبور وعلیہ الجمھور۔ یعنی جمہور کے نزدیک اہل قبور سے استعانت جائز نہیں ہے۔

(۱۳) ملا عبداللہ سمرقندی ہم عصر ملا علی قاری نہج السنۃ میں لکھتے ہیں حرم الاستمداد بالقبور لکثیر من الفتور۔ انتہی۔ یعنی قبروں سے استمداد حرام ہے بوجہ کثیر فتور کے۔

(۱۴) قاضی عبدالرحمٰن صاحب تفسیر فتح الرحمٰن ہمعصر صاحب ہدایہ، احوال الآخرۃ میں لکھتے ہیں ویکرہ الاستعانۃ بالموتی۔ انتہی یعنی مُردوں سے حاجت طلب کرنا مکروہ ہے۔

(۱۵) ابو العلا اسمٰعیل قرشی روضۃ الہدایہ میں لکھتے ہیں:۔ لا یجوز الاستعانۃ بالاولیاء والصلحاء بعد موتھم۔ انتہی۔ یعنی اولیاء اور صلحاء سے ان کی موت کے بعد استعانت جائز نہیں۔

(۱۶) کاشف الاسرار مقصد ثانی میں ہے:۔ قال الشیخ الامام علی بن ابی اسحاق ابن منصور النیشاپوری لا یجوز ان یدور الرجل حول ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم ولا یمس القبر ولا یقبلہ والاستعانۃ بھم غیر مستحسنۃ بالاجماع انتہی۔ یعنی اولیاء کے قبور کے ارد گرد بطور تقرب کے گھومنا ناجائز ہے اور قبر کو مس نکرے اور نہ اُس کو چومے اور ان کے ساتھ استعانت بالاجماع غیر مستحسن ہے۔

(۱۷) اور نافع المسلمین میں ہے یکرہ الانتفاع بالمقبرہ اور مطالب المومنین میں ہے یکرہ الانتفاع بالقبر۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں ابو محمد مالکی گوید قصد انتفاع بمیت بدعتست مگر در زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خود میت سے نفع طلب کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ یا یہ حضرات منکر سماع ہیں یا اس وجہ سے کہ سنت کے خلاف ہے، فافہم

بحث نداء استمدادی

یعنی بنابر اعتقاد حاضر وعلم غیب بالاستقلال ذاتی ہو یا عطائی نداء استمدادی کرنا کفر ہے جیسے کہ پیر پرستوں کا عقیدہ ہے نہ مطلق نداء

سب سے پہلے محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ سُن لینا چاہیئے تاکہ اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور غلط بحث نہو اور خواہ مخواہ معارضہ میں جہالت نکریں۔

(۱) شوق میں اشعار استمداد یہ اور ندائیہ پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج۱ ص۶۶ وص۴۴) کیونکہ اس میں منادی کو سُنانا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مصرع کی طرح ہوتا ہے ؎ اے نسیم سحر آرامگہ یار کجا است

(۲) ندا یا رسول اللہ اگر بنا بر حاضر و علم غیب بالاستقلال جان کر کہے کفر ہے۔ اور اگر شوق اور عشق میں کہے تو جائز۔ اور اگر یہ سمجھ کر کہ خدا اطلاع دیدیتا ہے جس جگہ نص نہیں ہے بغیر ثبوت کے یہ اعتقاد گناہ ہے اور صرف اس اُمید پر کوئی حرج نہیں اور بذریعہ صلوٰۃ وسلام جائز کہ فرشتے پہنچاتے ہیں (ص۱۱۵) یا بوقت پیش ہونے اعمال کے یہ ندا ر استمدادی بھی معروض ہوگی اور بذریعہ صلوٰۃ وسلام یا مزار مبارک کے پاس استشفاع بھی کر سکتے ہو کیونکہ آپ بالاتفاق سنتے ہیں۔ اس استشفاع اور طلب دعا بجناب باری میں کسی کو اختلاف نہیں اور عشق و فرط محبت سے بھی یا محمد کہہ سکتے ہیں (یا ربط قلب تام رکھتا ہو امداد السلوک ص۱) یا ندا کو بغیر عقیدہ علم غیب وسمع بالاستقلال کے رقیہ یا کسی عمل میں استعمال کرے، ان سب صورتوں میں بحث نہیں۔ فاضل بریلوی خواہ مخواہ اِن اقسام کو پیش فرما کر معارضہ کی زحمت اُٹھاتے ہیں اور بطور کرامت اسماع ندا یا سمع ندا بھی بحث سے خارج ہے اس کا ظہور اتفاقیہ ہوگا اور باذن اللہ غیر اختیاری ہوگا۔

(۱) مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوئ تفسیر فتح العزیز سورۂ مزمل آیۃ ورتل القرآن ترتیلا کے تحت میں فرماتے ہیں۔ دریں نوع تقرب متقرب الیہ را دو چیز می باید اول احاطہ علمی باذکار قلبیہ ولسانیہ ذاکرین باوصف تخالف امکنہ وازمنہ ومدرکہ والسنہ تا ذکر قلبی ولسانی ہر ذاکر را معلوم کند دوم قوت نزدیک شدن و در مدرکہ او در آمدن و آنرا اپر کردن و حکم صفت او پیدا کردن کہ در عرف شرع آنرا دنو و تدلی و نزول وقرب خوانند و این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرہ مسلمین در حق پیران خود امر اول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بہ ہمیں اعتقاد باُنہا استعانت می نمایند۔ انتہی نیز اسی آیۃ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ بر ذکر ہر ذاکر مطلع شوند دوم استیلائے دائمی بر شرح ذاکر نمی توانند کرد اور سورۂ بقرہ ص۲ میں ہے وانبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم اُلوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔ انتہیٰ

(۲) سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما توشیح میں فرماتے ہیں منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحہم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ الآیۃ۔ انتہیٰ یعنی بعض وہ لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی

ارواح حاضر ہو جاتی ہیں اور ان کی ندا کو سنتے ہیں اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں پکارتے ہیں۔ یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں اُن سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔

(۴۴) ملا حسین خباز رحمۃ اللہ علیہ مفتاح القلوب میں فرماتے ہیں۔ واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ و یا عبد القادر و مانند آن۔ انتہی۔

(۴۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص۲۰ و ۲۱ میں فرماتے ہیں مسئلہ آنچہ جہال[1] میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است واگر یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن گوید مضائقہ ندارد حق تعالیٰ می فرماید و الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم یعنی از کسانیکہ شما دعا می خواہید سوائے خدا آنہا بندگانند مانند شما آنہا را چہ قدرت است کہ حاجت کسے بر آرند اگر کسے گوید کہ این در حق کفار است کہ بتاں را یاد میکردند گفتہ شود کہ لفظ عام است و عموم لفظ معتبر است نہ خصوص محل و آنچہ در حدیث آمدہ کہ ذکر الانبیاء من العبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃ و ذکر الموت صدقۃ و ذکر القبر یقربکم من الجنۃ رواہ صاحب مسند الفردوس بسند ضعیف عن معاذ و ذکر علی عبادۃ رواہ صاحب مسند الفردوس عن عائشۃ بسند ضعیف مراد ازین ذکر ذکر علو منزلت شان و ذکر احوال و اخلاق و سیرت ایشان کہ اقتدا کنند بآن و از مخالفت او ضلع شان اجتناب نمایند، مگر آنکہ ذکر محمد رسول اللہ یا ذکر خدا تعالیٰ در افان و

[1] اور جو فتاوی خیریہ اور شہاب رملی اور جمال مکی سے یا شیخ عبد القادر جیلانی کا جواز نقل کیا جاتا ہے کہ یہ ندا ہے اس میں موجب حرمت کہا ہے وہ عند الغیر ہے نہ مطلقاً۔ ورنہ بے دلیل ثبوت مدعیٰ نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل وجوب ندا غائب بطلب استعانت بالاستقلال صریح کفر ہے۔ نیز دوسری تو جیہ کفریہ بھی ہے کہ شیئاً للہ میں خدا کو شفیع گردانا جائے اور حضرت شفیع کو دینے والا۔ حقیقت اس کے برعکس ہے یہ صریح کفر اور جناب الٰہی کی سخت تحقیر ہے لیکن اس میں یہ تاویل ممکن ہے کہ اس کے معنی یہ لئے جاویں کہ مجھے کچھ دیجئے اکراماً للہ۔ اس معنی میں کوئی فساد نہیں ہے اور راجح یہی ہے کما صرح بعضہم او اضیف شئی للہ فہو طلب الشئی اکراماً للہ فما الموجب لحرمتہ (فتاوی خیریہ) لیکن خشیۃ کفر تو ضرور ہے۔ در مختار میں ہے۔ کذا قول شئی للہ قیل یکفر و یا حاضر یا ناظر لیس یکفر انتہی۔ اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے ہذا البیت مجموع من بیتین حذف الشارح لفظ کل منہما و ہما (شعر) ومن قال شیئاً للہ بعض یکفر ٭ ویخشی علیہ الکفر بعض یقدر ٭ و یا حاضر یا ناظر لیس قولہما ٭ عن اللہ کفر اخطؤا ونحرر ردوا ٭ وحاصلہ ان الناظم ذکر خلافاً فی مسئلۃ من قال شیئاً للہ فبعضہم جزموا بالکفر و بعضہم قال یخشی علیہ الکفر و قد علمت ان الراجح عدم الکفر انتہی۔ اور رد المحتار معروف فتاوی شامی میں بھی بوجہ ایہام واجب الاجتناب لکھا ہے۔ اگرچہ راجح یہ ہے کہ کفر نہیں ۱۲ منہ

اقامت و تشہد و مانند آں عبادت است لقولہ تعالیٰ و رفعنا لک ذکرک پس اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ گوید و یا و ضم کند علی ولی اللہ یا ابوبکر ولی اللہ بد گفتہ شود و ذکر محمد رسول اللہ ہم بروجہیکہ در شرع وارد نشدہ است چنانچہ کسے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد گفتہ باشد روا نباشد۔ انتہیٰ۔

تنبیہ: حضرت قاضی صاحبؒ نے نہایت خوبی سے فاضل بدایونی و بریلوی کے تمام شبہات کو زائل فرما دیا ہے افسوس اگر یہ دونوں فاضل اس تحریر کو دیکھ لیتے تو ان کے لئے بہت سی مشکلات کی عقدہ کشائی ہو جاتی (۴) اور کتاب الحالات والمقالات مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ من مؤلفات شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے **قولہ** روزے گفتم یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ الہام شد بگو یا ارحم الراحمین شیئاً للہ۔

(۵) فتاویٰ بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ و تعلم یکفر انتہیٰ۔ یعنی جو شخص ارواح مشائخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے اور کہے کہ وہ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہو جائے گا۔

(۶) عینی شارح بخاری کتاب الدعوات میں لکھتے ہیں:۔ وقالت طائفۃ ان المراد بالدعاء العبادۃ واستدلوا بحدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی الآیۃ اخرجہ الاربعۃ وصححہ الحاکم والترمذی واجاب الجمھور ان الدعاء من اعظم العبادۃ الخ ویؤیدہ مارواہ الترمذی من حدیث انس رفعہ الدعاء مخ العبادۃ وقد تواترت الآثار من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالترغیب بالدعاء والحث علیہ لحدیث ابی ھریرۃ رفعہ لیس اکرم علی اللہ من الدعاء انتہیٰ مختصراً اور اسی کتاب الدعوات میں اس سے قبل ہے قال الراغب الدعاء والنداء واحد الخ قاموس میں ہے الدعاء ھو الرغبۃ الی اللہ اور صراح میں ہے دُعاء بالضم والمد یہ ادعیہ ج خواندن۔ رشیدی میں ہے دعا بمعنے خواستن حاجت از خدا تعالیٰ است اور تفسیر نیشاپوری میں اس آیت ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ کے تحت میں ہے قال بعض العلماء الدعاء تنبیہا بمعنے العبادۃ لئلا یلزم التکرار والاظھر انہ علی الاصل والحق ان الدعاء نوع من انواع العبادۃ انتہیٰ ملخصاً و در تحت آیت اجیب دعوۃ الداع الآیۃ وحقیقۃ الدعاء

مستدعاء العبد ربہ جل جلالہ العنایۃ والاستمداد والمعونۃ انتہی۔ الغرض سب کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا کے حقیقی معنی ندا کے ہیں۔ اور دعا اور ندا کے ایک ہی معنی ہیں اور کبھی بمعنے عبادت کے مستعمل ہوتا ہے۔ اور بعض مفسرین نے جو بعض مقامات میں دعا بمعنے عبادت تفسیر کی ہے محض اس وجہ سے کہ اماکن بعیدہ سے ندا یا استعانت وطلب حاجت بھی ایک قسم کی عبادت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی شے مکرم نہیں ہے۔ دعا ایک بڑی عبادت ہے تفسیر کبیر میں ہے:۔ الدعاء مخ العبادۃ فقال ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ وفی الآیۃ مسائل المسئلۃ الاولی ادعوا ربکم فیہ قولان قال بعضھم اعبدوا وقال الآخرون بالاول والقول الثانی ھو الاظھر لان الدعاء مغائرۃ للعبادۃ الخ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی و شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما کی ان آیات کے متعلق تفسیر ان کے اقوال کے بیان میں لکھ چکا ہوں، ان کو دوبارہ پھر ملاحظہ فرمایا جائے اور ان دس بارہ آیات کو بھی پھر حاضر قلب کر لیا جاوے۔

ایک اعتراض کا جواب

اعتراض تقویۃ الایمان میں جن آیتوں کو استدلال میں لایا گیا ہے وہ کفار بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں نہ مسلمان پیر پرستوں کے حق میں۔ جواب، اس کا جواب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ارشاد الطالبین میں دے چکے ہیں۔ فان قیل ھذہ الآیۃ فی حق الکفار کانوا یدعون ویذکرون الاصنام قلنا اللفظ عام فلا عبرۃ لخصوص المحل کما قرر فی الاصول۔ انتہی۔ یعنی اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو کفار کے حق میں ہے جو بتوں کو پکارتے اور یاد کرتے تھے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ لفظ عام ہے خصوص محل کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور نیز تفسیر بیضاوی میں ہے۔ قل ادعوا الذین زعمتم انھا آلھۃ من دونہ کالملائکۃ والمسیح وعزیر۔ انتہی اور علی ہذا القیاس صاحب جلالین اکثر جا من دون اللہ کی تفسیر غیر اللہ کرتا ہے۔ اور نیز کفار کا مقصود بھی پتھروں کو پکارنا نہ تھا بلکہ ان کی غرض اصحاب صور کو پکار کر اپنی حاجت روائی ہوتی تھی۔ جیسا کہ خود صاحب وسیلہ جلیلہ نے صفحہ ۶۹ پر اقرار کیا ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ امور معظمہ کا مدبر تو خداوند تعالیٰ ہے مگر بعض صالحین نے خداوند تعالیٰ کی عبادت کی جس سے وہ اس کے مقرب خاص ہو گئے۔ خداوند کریم نے اس کے صلہ میں ان کو الوہیت کا درجہ عنایت کیا جس سے وہ مستحق عبادت کے ہو گئے ہم پر ان کی عبادت لازم ہے تا کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں۔ ان لوگوں نے اپنے

مقبولین کے لئے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ لوگ سنتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اپنے بندوں کی شفاعت کرتے ہیں پھر ان کے نام کے پتھر رکھ لئے اور ان کو معبودوں کی توجہ کے لئے قبلہ ٹھیرایا۔ انتہیٰ

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر ما اُہل بہ میں فرماتے ہیں اور بقول فاضل بریلوی انبیاء سے جھوٹ پربت ملاتے ہیں قولہ خواہ آں عفریت باشد یا رُوحے خبیث خواہ جیسے خواہ پیرے یا پیغمبرے را بایں وضع جانورے زندہ مقرر کردہ دہند ایں ہمہ حرام است (ملخصًا)

اور بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے یہ معنی ہیں کہ خارجیوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اُن کو مسلمان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہونا بتایا کہ یہ آیت مثلاً علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی اور فلاں آیت فلاں صحابی کے حق میں معاذ اللہ۔ قبحہم اللہ۔

(۷) بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلے علی نائیًا ابلغتہ۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں۔ اذا صلے وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعًا حقیقیًا و یرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلے وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ۔ انتھیٰ۔

اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں سلام زائران بنفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند و ردّ سلام نمایند و دیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود انتہیٰ۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھ پر کہتا ہے میں خود بلا واسطہ حقیقۃً سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعہ سے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ جب حضور علیہ السلام دور سے صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعہ سے جو اس کام کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہیں اور خاص حضور علیہ السلام کیلئے وہ متعین ہیں اور کسی کے لئے یہ امر ثابت نہیں ہے تو ندا استمدادی بہ نسبت غیر آنحضرت کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

اور التحیات میں جو عباد اللہ الصالحین کو درود و سلام بالتبع کہا جاتا ہے وہ نفس سلام نہیں پہونچتا بلکہ اس کا اثر اور اس کا ثواب و برکت بطریق عموم پہنچتا ہے۔ شیخ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ فانہ اذا قال ذلک اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض نیں بدرستی و تحقیق بگوید بندہ ایں دعا را بسبیل عموم میرسد اثر آں بر بندہ صالح کہ در زمین و آسمان است۔ انتہیٰ۔ اور ملا علی قاری نے مرقات میں اصاب کل عبد کے بعد لکھا ہے فاعلہ ضمیر ذلک ای اصاب ثواب ھذا الدعاء او برکتہ انتھیٰ۔

اور صلٰوۃ الحاجۃ[لہ] میں جو دعا بصورت ندا واقع ہے وہ ابقاءً علیٰ اصلہ ہے جیساکہ شیخ نے التحیات کی ندا میں وجہ خطاب بھی لکھی ہے۔ وجہ خطاب بآں حضرت بجہت القاء این کلام است بر آنچہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس بر آنحضرت خطاب بسلام آمد پس آنحضرت در حین تعلیم اُمت نیز بر ہماں لفظ اصل گذاشت تا ایشاں را تذکرِ آں حال گردد، و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں ست در جمیع احوال و اوقات خصوصًا در حالت عبادت و آخر آن کہ وجود نورانیت و انکشاف است دریں محل بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقۃ محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب، و اسرار معرفت متنور و فائز گردد۔ انتہی ترجمہ مشکوٰۃ اور رسالہ مسمی و شتم تحصیل البرکات فی بیان معنی التحیات میں لکھتے ہیں اگر گویند کہ خطاب مرحاضر راست و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں مقام حاضر نیست پس توجیہ ایں خطاب چہ باشد جوابش آنست کہ چوں ورود ایں کلمہ دراصل یعنی در شب معراج بہ صیغہ خطاب بود لغیرش نداوند و برہماں اصل گذاشتند و در شرح صحیح بخاری میگوید کہ صحابہ در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ خطاب می گفتند و بعد از زمان حیاتش بعض صحابہ ایں چنیں می گفتند السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہ بلفظ خطاب انتہی

(۸) بحر الرائق میں ہے من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذٰا کفر یعنی جس نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا میت بھی بالاختیار والارادہ امور میں تصرف کرتا ہے اور اس پر عقیدہ

[لہ] عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضریرا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعوا بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد یا نبی اللہ انی اتوجہ بک الی ربی فی قضاء حاجتی لیقضیھا اللھم فشفعہ فی (ترمذی) یعنی ایک نابینا حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو پھر بصارت دیدے۔ القصہ آپ نے فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھکر اس طرح پر دعا مانگ کہ اے اللہ میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلعم کو تیری جناب میں شفیع لایا ہوں پھر حضور کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ اے محمد اے اللہ کے نبی میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی قضاء حاجت کیلئے تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت برلائے پھر خدا کی طرف متوجہ ہوکر جناب باری میں عرض کیا کہ یا اللہ حضور کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔ چنانچہ جب حضور علیہ السلام نے جناب باری میں شفاعت کی تو وہ شخص بینا ہوگیا یہ آپ کا معجزہ ہے۔ چنانچہ بعض نے اسکو معجزات میں شمار کیا ہے۔ اول تو یہ حدیث اسی شخص کیلئے مخصوص ہے اسمیں ندا ء بغائب کہاں ہے اور دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی کہ عثمان بن حنیف نے حضور کے بعد بعض کو یہ دعا قضاء حاجت کے لئے بتلائی تھی وہ محدثین کے نزدیک کچھ صحیح نہیں۔ دوسرے مسجد نبوی ایسی جگہ ہے جو مزار مقدس کے قریب ہے اس شخص نے دعا مانگی جہاں سے حضور سن رہے تھے بہرحال اگر صحت تسلیم کرلی جائے اور اس دعا کے استعمال کا حکم عام ہو تو اس دعا مقبولہ کو اصل لفظوں پر باقی رکھا جائیگا یا ندائے مجازی کہ آپ بوجہ مومن ہر مومن کے قلب میں حاضر ہیں۔ اسی لئے آپ نے یا نبی اللہ کا لفظ بھی تعلیم فرمایا۔ ۱۲ منہ

جما لیا کافر ہو گیا یا یہ معنی ہیں کہ امور میں میت ہی تصرف کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں یہ عقیدہ کفر ہے۔
اور فتاوی شامی ص۱۳۹ ج۲ قبیل باب اعتکاف میں بھی اسی طرح ہے۔

(۹) رسالہ فیض عام میں ہے جو مولوی نعیم الدین ساکن بردوان نے چند سوال حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے ۱۲۲۹ھ میں کئے تھے اور آپ نے اُن کا جواب دیا ہے۔ ایک سوال میں استمداد کی صورت بھی پوچھی تھی آپ نے جواب دیا طریق استمداد از ایشان آن ست کہ جانب سر قبر بنجا ند الخ و بزبان گو یدائے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجائی کنم و دعا شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید۔ اور فتاوی عزیزی ص۲ج ۱ میں فرماتے ہیں۔ نیست صورتِ امداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل الخ اور اسی طرح شیخ نے تصریح کی پس شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ استمداد کی صورت توسل اور طلب دعا بجناب الٰہی عند القبر کے سوا کوئی اور صورت ہی نہیں ہے جیسے کہ پیر پرستو نے پیروں اور بزرگوں کے متعلق عقیدہ قائم کیا ہے اور اپنے اسی عقیدہ کی بنا پر اُن سے استمداد کرتے ہیں بالکل شرک ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے پیر پرستوں اور عوام و جہاں کے استمداد کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے اور اس کو شرک حقیقی جلی اور فرقہ پیر پرستوں کو فرقہائے مشرکین میں شمار فرمایا ہے۔ ان عبارتوں کو دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جاوے۔ پس اگر کسی جگہ بہ لفظ امداد یا استمداد بزرگوں کے کلام میں نظر آئے تو ایک جگہ اول تو امور عادیہ میں استمداد ہوگی، دوسرے امور غیر عادیہ میں اولیاء اللہ سے طلب حاجت و امداد و استمداد کے یہ معنی ہیں کہ عرض کیا جاوے کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرمائیں لا غیر، اور اُن کی امداد یہ ہے کہ وہ بجناب الٰہی دعا فرما دیں لا غیر۔

(تنبیہ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور رک جائے یا بھاگ جائے یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ اعینونی یا عباد اللہ کہہ کر پکارے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے وہ روک دینگے بعد صحت حدیث اول تو یہ امور عادیہ میں استمداد ہے کیونکہ وہاں جو موجود و حاضر ہوتے ہیں خواہ جن مسلمان ہوں یا ملائکہ یا رجال الغیب مسمّون بہ ابدال جیسے کہ ملا علی قاری نے تصریح فرمائی ہے نہ اموات انہی سے استمداد ہوتی ہے۔ اور اللہ نے ان کو خواہ وہ ملائکہ ہوں یا جن اس کام پر متعین کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے ایسے جنگل میں ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں رجال الغیب کا عنوان قائم کر کے اس میں تحقیق بیان کی ہے کہ وہ ملائکہ ہیں اور فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ایک روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ وہ ملائکہ ہیں ان للہ ملائکۃ فی الارض یسمون الحفظۃ یکتبون ما یقع فی الارض من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم جرحۃ

او احتاج الی عون بفلاۃ من الارض فلیقل اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ فانہ یحصل ان شاء اللہ تعالیٰ رواہ ابن سنی والطبرانی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان ملائکہ حفظہ کی اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے لئے تخلیق فرمائی ہے۔ دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ اللہ کے بندے جو وہاں موجود اور حاضر ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام نے ہم کو ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ پر قائم کیا ہے وہ ارواح اولیاء ہیں تو ان سے طلب امداد کے یہ معنی ہیں کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرماویں اور بذریعہ دعا وشفاعت امداد فرمائیں جیسے ابھی شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام میں معلوم ہوچکا۔

(۱۰) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علیٰ ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی (مشکوۃ کتاب التوکل) ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کر۔ اللہ تجھکو دنیا و آخرت کے مکارہ سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے روبرو پائے گا۔ منجملہ ان حقوق کے ایک یہ ہے کہ جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ اور یقین کرلے کہ اگر سب لوگ تجھ کو ذرہ بھر نفع پہونچانے کے لئے جمع ہوجائیں تو ہرگز نفع نہیں پہونچا سکتے لیکن وہی شے جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کی ہے اور اگر کچھ ضرر پہونچانے کے لئے جمع ہوجائیں تو ہرگز ضرر نہیں پہونچا سکتے لیکن وہی شے جو اللہ نے تجھ پر لکھدیا ہے قلم اُٹھائے گئے اور کاغذ سوکھ گئے۔

(ف) اس حدیث میں امر ہے کہ اللہ کے حقوق کی رعایت کی جائے اور اس کی رضا کی تحری کی جائے اور یہ تمام خاص وعام پر واجب ہے۔ مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۹۱ میں ہے:۔ قال الطیبیؒ ای راع حق اللہ وتحر رضاہ تجدہ تجاھک ای مقابلک وحذاءک ای احفظ حق اللہ تعالیٰ حتی یحفظک اللہ من مکارہ الدنیا والاخرۃ انتھی۔ (فاسئل اللہ) ای فاسئل اللہ وحدہ فان خزائن العطایا عندہ الخ ولا یسئل غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطاء والمنع ودفع الضر وجلب النفع فانھم لا یملکون لانفسھم نفعا ولا ضرا ولا یملکون موتا ولا حیاتا ولا نشورا ولا یترک السوال بلسان الحال او بیان المقال فی جمیع الاحوال ففی الحدیث من لم یسئل اللہ یغضب علیہ الخ (ان الامۃ) ای جمیع الخلق من الخاصۃ والعامۃ والانبیاء والاولیاء وسائر الامۃ لو اجتمعت علی

ان ینفعوک بشیٔ فی امر دینک او دنیاک لم ینفعوک ای لم یقدروا ان ینفعوک۔ انتہٰی۔ کیا اب بھی فاضل بدایونی فرما سکتے ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ توکل کا ہے نہیں بلکہ ادنیٰ درجہ توکل یہی ہے کیا اللہ کے حقوق کی رعایت اور اس کی ہر نوع کی تحری ہر خاص و عام پر واجب نہیں یا غیرہ غیر قادر پر ایمان واجب نہیں؟ سنئے اس حدیث کو باب توکل میں ذکر کرنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ اس حدیث میں غیر اللہ سے سوال و استعانت مطلقاً منع کیا گیا ہے خواہ غیر پر اعتماد ہو یا نہ ہو۔ اگر غیر پر اعتماد کی صورت میں سوال و استعانت ہے تو امور عادیہ بشریہ میں بھی قطعاً حرام ہے اور اگر غیر پر اعتماد نہیں بلکہ اعتماد تو اللہ ہی پر ہے اور مظہر عون الٰہی سمجھ کر سوال و استعانت کی تو مباح ہے (کما فی فتح العزیز) لیکن اعلیٰ توکل یہی ہے کہ امور عادیہ بشریہ میں بھی غیر اللہ سے سوال نہ کرے بلکہ اللہ ہی کا ہو رہے۔

(نوٹ) فاضل بدایونی و بریلوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب امور عادیہ بشریہ میں بالاتفاق استعانت غیر اللہ سے شریعت میں مباح قرار دیا گیا ہے اور مقامات بعیدہ سے بغرض استمداد ندا کرنا بذریعہ صلوۃ و سلام یا بوقت عرض اعمال حضور علیہ السلام کیلئے جائز تسلیم کیا گیا تو ان آیات حرمت ندا و استمداد کو جو عام تھیں نصوص لاحق ہو گیا، اب وہ قابل حجت نہ رہیں۔ **الجواب** اگر پکارنے والا اس اعتقاد سے کہ خدا کی جانب سے فرشتے مقرر ہیں جس جگہ جس وقت صلوۃ و سلام بھیجیں گے فوراً فرشتے حضور کی خدمت میں پہنچاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہماری یہ عرض معروض یعنی طلب دعا و شفاعت بھی پہونچ جائے گی یہ ندا اس عموم میں داخل ہی نہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس وقت اور جس جگہ سے میں انکو پکارتا ہوں وہ سن لیتے ہیں اور اپنے اختیار اور ارادے اور قدرت سے عالم میں تصرف فرماتے ہیں وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اللہ نے یہ طاقت ان کو بخشی ہے تو یہ ندا اور استعانت شرک ہے اور اگر بغیر ثبوت شرعی کے یہ عقیدہ غیر نبی صلعم کے لئے ہے کہ ندا اور طلب دعا کو فوراً فرشتے پہونچاتے ہیں یا خداوند تعالیٰ خود یا کسی اور ذریعہ سے ضرور پہونچا دیتا ہے تو یہ عقیدہ شرک تو نہیں مگر سخت معصیت ہے اور استعانت مخصوصہ امور عادیہ بشریہ میں الا حیاء علی وجہ المظہریۃ کو شامل ہی نہیں رفتہ پر اور جو جیا رکے اعمال کا ہے گا ہے اجمالاً پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ پیر پرستوں کو مفید نہیں۔

عالم برزخ میں ارواح اولیاء اللہ تصرفات تکوینیہ میں بطور کرامت واکرام اہم ذی واسطہ فی العروض بن سکتی ہیں نہ ذی واسطہ فی الثبوت[۵]۔

---

۵ واسطہ فی الثبوت میں واسطہ اور ذی واسطہ دونوں حقیقتاً بالذات ہوتے ہیں۔ واسطہ اولاً بالذات اور ذی واسطہ ثانیاً بالذات جیسے ہاتھ کی حرکت اور مفتاح کی حرکت کہ دونوں کی حرکت ذاتی ہے مگر ہاتھ کی حرکت بوجہ علت اولاً بالذات اور مفتاح کی بوجہ معلولیت ثانیاً بالذات۔ واسطہ فی الثبوت کی ایک قسم سفیر محض ہے یعنی خود واسطہ متصف نہیں ہوتا (باقی حاشیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا ارواحِ اولیاء اللہ سے بطور کرامت اس عالم میں باذن اللہ بطور ذی واسطہ فی العروض تصرفات ظاہر ہو سکتے ہیں؟

یعنی کیا شریعت سے یہ ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کی روحوں سے عالم برزخ میں کرامتاً بطور ذی واسطہ فی العروض تصرفات ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ کے تصرف کے لئے بمنزلہ جارحہ بنتی ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے تو خود ان کے ہاتھ سے کوئی تصرف ظاہر فرمائے اور کیا اس عالم میں ارواح کی کچھ تاثیرات بھی ہیں۔ اگرچہ ان سے استمداد مذکور ناجائز ہے، کیا ان کی دعا سے خداوند عالم امداد نہیں فرماتے اگرچہ خود ان میں امداد کی قدرت اختیار نہیں۔ اگرچہ سمع میں بھی اختلاف ہے اور بعض دفعہ خود ان کو شعور بھی نہ ہو۔ اس کے جواب میں قرآن و حدیث ساکت ہے۔ البتہ صوفیائے کرام کے کشوف اور ان کے مشاہدات تواتر کو پہنچ گئے ہیں جس کا انکار بھی مشکل ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ منصوص شرعی نہیں ہے جس پر عقیدہ ضروری ہو مگر ہاں غلط بھی نہیں ہے اور شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ صوفیاء کرام کو اس کا اپنے تجربہ سے علم ہوا ہے ورنہ صوفیاء کرام کے ایک جم غفیر کا جس میں بڑے بڑے علماء باللہ جامع شریعت و طریقت بھی شامل ہیں ایک غلط اور غیر واقعی بات پر اتفاق ذرا ناممکن ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھتے ہیں این امر محقق و مقرر است نزد اہل کشف کمال از ایشان تا آنکہ بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ می شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ اند الخ۔ و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر از آن ست کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را و تحقیق ثابت شدہ است آیات و احادیث کہ روح باقیست و او را علم و شعور بزائران و احوال ایشان ثابت و ارواح کاملہ را قربے و مکانے در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامت و تصرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) بلکہ ذی واسطہ ہی کو متصف بالذات کرتا ہے۔ جیسے نفس رنگریز جو خود کسی رنگ کیساتھ متصف نہ ہوگا سفید محض ہے لیکن ذی واسطہ یعنی کپڑا رنگ کے ساتھ متصف بالذات ہوتا ہے۔ واسطہ فی العروض میں صرف واسطہ ہی متصف بالذات ہوتا ہے۔ ذی واسطہ متصف ہی نہیں ہوتا اولاً بالذات اور نہ ثانیاً بالذات جیسے جالس فی الصندوق کی حرکت کہ صندوق کی حرکت اور تبدیل مکانی تو بالذات ہے لیکن جالس کیلئے کوئی حرکت اور تبدیل مکانی نہیں ہوئی یہاں صرف صندوق ہی کی حرکت ہے جیسی کہ تنت میں صنعف ہی متحرک بالذات ہے اور خود جالس متحرک نہیں ہے۔ عقلا کی اصطلاح میں ایسے مجازی حرکت اور اتصاف مجازی کو بطور واسطہ فی العروض ثانیاً بالعرض کہتے ہیں۔

ودرکوان حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را وآں باقی است ومتصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ وہمہ بقدرت اوست الخ۔ ونیست فعل وتصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ الخ۔ اور جذب القلوب میں ہے اما تبرک وتوسل در عالم برزخ وموطن قبر دراختصاص او بحضرات قدسی سمات انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین نزد واست وظاہر جواز اوست در غیر ایشان از اولیاء اللہ وصلحاء امت واللہ اعلم۔ اور شیخ الاسلام نے کشف الخطاء میں بھی اسی طرح لکھا ہے اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی ص۲/۲ میں بھی اسی طرح ہے۔

(نوٹ) شیخ کی ان تمام نقول سے صرف فیض روحانی باطنی واجابت دعاء اور کرامت کا بیان ہے اور یہی تصرف ہے کما مر سابقا۔ اور سوائے دعا کے اور کوئی شے اختیاری نہیں معلوم ہوتی۔ اور یہ بحث بھی عالم برزخ کے ساتھ مخصوص ہے عالم دنیا اور عالم آخرۃ دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور ان سے معارضہ کرنا بھی جہالت ہے۔ امام فخر الدین رازی فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کے تحت میں لکھتے ہیں ثم ان ھذہ الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیھا ما یکون لقوتھا وشرفھا یظھر ھنا آثار فی احوال ھذا العالم فھی المدبرات امرا الیس ان الانسان قد یری استاذہ فی المنام و یسئلہ عن مشکلۃ فیرشدہ الیھا الیس ان الابن قد یری اباہ فی المنام فیھدیہ الی کنز مدفون الیس ان جالینوس قال کنت مریضا فعجزت عن علاج نفسی فرأیت فی المنام واحدا ارشدنی الی کیفیۃ العلاج الیس ان الغزالی قال ان الارواح الشریفۃ اذا فارقت ابدانھا ثم اتفق انسان مشابہ الانسان الاول فی الروح والبدن فانہ لا یبعد ان یحصل للنفس المفارقۃ تعلق بھذا البدن حتی تصیر کالمعاونۃ للنفس المتعلقۃ بذلک البدن علی اعمال الخیر فتسمی تلک المعاونۃ الھاما ونظیرہ فی جانب النفوس وسوسۃ وھذہ المعانی وان لم تکن منقولۃ عن المفسرین الا ان اللفظ محتمل لھا جدا انتھی۔ یعنی ان ارواح شریفہ کے بسبب بڑی قوۃ اور شرافت کے عالم دنیا میں کچھ آثار ظاہر ہوں تو بعید نہیں ہے۔ پس اس صورت میں یہ مدبرات امر ہیں۔ دیکھو شاگرد کبھی اپنے استاذ کو خواب میں دیکھتا ہے کسی مسئلہ مشکل کا سوال کرتا ہے وہ اس کو حل کرتا ہے اور بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ باپ اُسے اپنا خزانہ مدفون بتا دیتا ہے۔ جالینوس نے کہا کہ میں مریض تھا۔ میں اپنے علاج سے عاجز ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی اور امام غزالی نے کہا کہ ارواح شریفہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنے مماثل روح و بدن کا کسی انسان کو پاتی ہیں

تو بعید نہیں اس روح مفارقہ کو اس بدن سے تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ روح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں معاون کی طرح بن جائے اس معاونت کو الہام کہتے ہیں اور اس کی نظیر جانب نفوس شریرہ میں وسوسہ ہے۔ اور یہ معانی اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں ہیں لیکن بنا بر مذکورہ بالا لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ انتہی۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اس احتمال کو ذکر کیا ہے مگر مختصر۔

اور تفسیر عزیزی سورۂ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں ہے۔ و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند (بطریق درخواست و دعا بجناب الٰہی کما سبق) ومی یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات ست ع من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن۔ انتہی۔

(نوٹ) جواز مراقبہ عند القبور اور حصول فیض باطنی میں کسی کو انکار نہیں۔ فتاوی رشیدیہ ص۱۱ سوال جواب دیکھو اور امام فخر الدین رازی کے تمام بیان سے صرف خواب میں بارادۃ اللہ و باذن اللہ و باختیار اللہ القادر روحانی اور ارواح کے روحانی آثار ثابت ہوتے ہیں۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں: فاذا مات انقطعت العلائق و رجع الی مزاجہ فیلحق بالملائکۃ و صار منھم و الھامہ کالھامھم و یسعی فیما یسعون و ربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ و نصر حزب اللہ الخ یعنی بعد موت کے علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور اپنے مزاج کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرشتوں میں مل جاتا ہے اور اس پر فرشتوں کی طرح الہام ہوتا ہے اور جس میں فرشتے سعی کرتے ہیں وہ بھی سعی باذنہ تعالی کرتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے روحانی اثر و دعا سے اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے گروہ کی مدد کرنے میں مشغول ہوتا ہے باذنہ تعالی (یعنی دعاء مستجاب سے مدد کرتا ہے۔ بیشک اس سے ثابت ہے کہ ملائکہ میں شامل ہو جاتا ہے اور وہی کام کرتا ہے اگرچہ ملائکہ مدبرات کا تصرف بھی بنصوص قطعیہ بالارادہ والاختیار نہیں ہے اور نہ اُن سے استعانت جائز ہے۔

(نوٹ) ان تحریرات سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ پھر تو براہ راست ان سے استعانت و استمداد امور غیر عادیہ میں بھی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مدبّرات ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے استعانت ہرگز ثابت نہیں ورنہ مدبرات کی پہلی تفسیر نجوم سے کی گئی ہے۔ کیا ان سے بھی استعانت جائز ہو سکتی ہے پھر تو ستارہ پرستوں کے پاس ایک بڑی حجت ہے اگر کہا جائے اللہ تعالی باختیار خود نجوم کے ذریعہ سے طرح طرح کی تاثیرات عالم میں ظاہر

فرماتا ہے اور نجوم کو ان تاثیرات میں کوئی اختیار نہیں اور نہ ان میں کوئی طاقت ہے اور نہ اس کے خلاف کرنے پر قدرت بلکہ وہ بمنزلہ آلہ ہے تو میں کہوں گا اسی طرح اگر ارواح مفارقہ بھی مدبر ہوں تو ان کو باختیار و بارادہ خود تاثیر کی قدرت نہیں اور نہ کسی کی حاجت پوری کر سکتے ہیں۔ اور تدبیر کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ صرف فیض روحانی باطنی و دعائے مستجاب اور خواب میں القاء روحانی اور بس، اور فرشتوں کے بیچاریوں کے لئے بھی اچھی دلیل ہے کہ وہ ملائکہ مدبرات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں یہ تو اچھا شرک کا دروازہ کھل گیا انہی علماء کے عقائد بروئے قرآن و حدیث میں پہلے لکھ چکا۔ ان تصرفات کے بطور کرامت باذن اللہ کبھی کبھی ظاہر ہونے سے مدبر عالم نہیں بن سکتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ارواح اولیاء کو فرشتوں کی طرح مدبر عالم ہی بنا دیتا ہے تو استعانت مفروضہ کا جواب کیسے ہو سکتا ہے۔ فافہم

اور صاحب وسیلہ جلیلہ نے صـ۱۱۴ میں ایک حدیث نقل کی ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لن تخلو الارض عن ثلاثین مثل ابراھیم خلیل الرحمن بھم تغاثون و بھم ترزقون و بھم تمطرون یعنی زمین تیس آدمیوں سے جو مثل ابراہیم علیہ السلام کے ہوتے ہیں خالی نہ ہوگی۔ انہی کی برکت سے تمہاری فریادیں سنی جاتی ہیں اور انہی کی برکت سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور انہی کی برکت سے تم پر پانی برسایا جاتا ہے یعنی اگر یہ ابدال نہ ہوں تو قیامت قائم ہو جائے۔ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ صاحب نصیحۃ المسلمین جو پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو اس بات کو کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے ثابت کر دو کہ انبیاء و اولیاء کو میں نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے۔ میرے حکم سے پانی برساتے ہیں اولاد دیتے ہیں بیماروں کو اچھا کرتے ہیں فقط ہماری طرف سے کوئی شخص ان کو یہ حدیث دکھلا دے منہ۔ سبحان اللہ امور غیر عادیہ میں جو مخصوص باللہ ہیں کیسے ان کو مختار اور مستقل ثابت کیا ہے اپنی دانست میں اس حدیث سے ان کو ان امور میں اختیار ثابت کر دکھایا، آپ نے طبقہ رابعہ کی حدیث پیش کرنے میں خواہ مخواہ زحمت اٹھائی حدیث بخاری لا ترزقون الا بضعفائھم او کما قال یعنی تم کو تمہارے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے پیش کر دی ہوتی اور ضعفاء کو مختار رزق رساں مان کر ان سے استعانت کا حکم لگا دیا ہوتا۔ پیر پرست ہمیشہ اپنے مزعومہ عقائد کو کہیں اختلافی مسائل میں الجھا کر کہیں مجازی اسنادوں کی آڑ لیکر ثابت کیا کرتے ہیں العجب۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض نے اس قسم کا استفتاء کیا کہ کیا شرع شریف میں ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ارواح مفارقہ بھی اس عالم میں تدبیر امور اور تصرف فرماتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے: ان ھذہ الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیھا من یکون

لقوتها وشرفها يظهر منها آثار في احوال هذا العالم فهي المدبرات امرًا کہ یہ ارواح
شریفہ مدبرات ہیں۔ حضرت مولانا جواب لکھتے ہیں۔ در شرع شریف انسان وجن وشیاطین را ارواح
ثابت کردہ اند وکار آنہا تدبیر ابدان خود واحساس وحرکات ارادیہ است وتصرفات شایان آنہاست
خواہ پاک باشند خواہ ناپاک۔ آرے ارواح جن را نسبت بارواح انسانی تصرفات خارقۃ العادۃ مثل
طی المسافۃ الکثیرہ فی المدۃ القلیلۃ وحمل الاثقال الثقیلۃ والدخول فی جوف الانسان وہم چنیں ارواح
شیاطین را تصرفات عجیبہ دادہ اند مثل القاء وساوس وخطرات در دل وتشکل باشکال مختلفہ وتخویف در منام
وعلی ہذا القیاس۔ وتدبیر امور عالم چیزے دیگر است وخلقۃ دیگر ثابت کردہ اند کہ ملائکہ آنرا گویند وتدبیر امور
عالم موکول بایشان است لیکن نہ بالاستقلال بلکہ بہ تبعیت محض لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون
ما یؤمرون وما نتنزل الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وایشاں بمنزلہ قوی بدنیہ اند کہ تابع
نفس ناطقہ می باشند وارواح دیگر برائے افلاک وکواکب بارواح مطلقہ کہ آنرا سائر ودائر گویند ثابت نفرمودہ
اند آرے افلاک را وکواکب را بلکہ جبال وبحار را ملائکہ تعیین فرمودہ اند مثل ملک الجبال والبحار وفلسفی منشریان
از اثبات ملائکہ غافل اند ونفوس ثابت میکنند وکسانیکہ در بیان شرع وفلسفہ جمع کردہ اند ہر دو ثابت می کنند
نفوس را ارواح می نامند وملائکہ را ملائکہ، عبارت تفسیر کبیر از ما سبق تحریر باید کرد تا واضح شود کہ مراد از ارواح
شریفہ عالیہ ملائکہ مقربین اند یا نفوس فلکیہ وکوکبیہ وارواحیکہ از ابدان مفارق شدہ اند وتاثیر آنہا در عالم
اصلا در شرع نیست ہم باعتبار فلسفہ تاثیر آنہا در عالم اصلا درست نمی آید زیرا کہ فلاسفہ ارواح مفارقہ را یا
مشغول بلذات روحانی میدانند یا گرفتار آلام روحانی آنہا را تصرف در امور عالم کجا۔ انتہی منقول از
تفہیم المسائل فی جواب تصحیح المسائل ص ۴۳ وگفتہ کہ ایں فتوی نزد بعض علماء دہلی موجود است از و نقل کردہ شد
امام رازیؒ نے تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ یہ معنی مفسرین سے منقول نہیں ہیں محض ایک احتمال ہے وہ بھی
حکایات مشہورہ سے استنباط کیا کہ خواب میں ارواح سے اظہار روحانی ہوا اسی کو تدبیر سے تعبیر فرمایا ہے
نہ تدبیر امور عالم فافہم۔ ظہور کرامت باذن اللہ امر آخر ہے۔

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز وقاضی ثناء اللہ وشیخ عبد الحق
وغیرہم قدس سرہم کے بیانات سے ظاہر و باہر ہے کہ عوام وجہال مسلمان اور زمرہ
پیر پرستاں جو ارواح اولیاء اللہ سے متصرف بالارادہ اور مستقل اور مختار من جانب اللہ یعنی بطور واسطہ
فی الثبوت مختار ومتصرف وقادر بالذات جان کر امور غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے ہیں اور حاجت طلب کرتے
ہیں بلا شبہ شرک جلی ہے اور امور غیر عادیہ میں خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اسی اعتقاد سے

مشکل کے وقت دور دور سے دفع بلا کے لئے پکارنا اور حاضر و ناظر جاننا اور اس خیال سے کہ جب ہم کسی جگہ سے پکارتے ہیں وہ سنتے ہیں ان سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے اور ان کے نام کا ورد کرنا بھی شرک ہے۔ ہاں توسل جائز ہے۔ اور امور عادیہ بشریہ میں استعانت یا التجاء مشروع ہے یہ بحث سے خارج ہے۔ اور ان عقیدوں کے باوجود عوام الناس کے اعمال قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبر پر رخسار رکھنا اور قبر کا طواف کرنا اور کسی کے نام کا بہ نیت تقرب جانور ذبح کرنا۔ عبد فلاں غلام فلاں نام رکھنا۔ منتیں ماننا، نذریں کرنا، چڑھاوا یہ سب امور حرام اور شرک ہیں۔

اب اسی کے مطابق تقویۃ الایمان میں ملاحظہ فرمائیے اور یہ بھی معلوم ہو کہ علامہ شہیدؒ جاہل عوام الناس پیر پرستوں ہی کے عقیدوں کی اصلاح فرماتے ہیں **قولہ** صفحہ ۹ پر ہے سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں کو اور اماموں اور شہیدوں کو فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کے لئے انکی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت کسی کی دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کی قسم کھاتا ہے۔ الخ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھیرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ اور اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ (ص ۶) یا اس کے نام کا ختم پڑھے (ص ۸) **قولہ** اور عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے (یہی مستقل قدرت ہونے کے معنی ہیں) مارنا اور جلانا۔ روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا۔ مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی الخ جو کوئی اور کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت انکو خود بخود ہے (یعنی طاقت مستقل بالذات بغیر عطا) خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے (یعنی طاقت مستقل بالذات باعطاء الٰہی) ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (ص ۸) وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں (ص ۵) اگر چاہیں تو ایکدم میں الٹ پلٹ کر دیں الخ۔ اللہ نے انکو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں

مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھولدیں (صنـ۲) یہ جو بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں لکھی اس کو اولاد دیدیں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر بڑھا دیویں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یہ سمجھا چاہیے کہ اللہ اپنے ہر بندے کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی الخ ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے کچھ اور طاقت نہیں رکھتا پھر وہ مالک و مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرلے چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نکرے انتہی (صـ۲۹)

غرض مولانا شہیدؒ اسی مستقل تصرف کو تقویۃ الایمان میں باطل فرماتے ہیں اور اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ کسی نبی یا ولی کو امور غیر عادیہ بشریہ میں امور عادیہ اختیاریہ کی طرح یہ قدرت تامہ اور اختیار کلی دیا گیا ہو کہ اپنے اختیار و ارادے اور اپنے حکم و خواہش سے تمام عالم میں جس کو چاہیں ماریں جلائیں تندرست بیمار کریں رزق دیں معاذ اللہ معاذ اللہ یہ عین شرک ہے۔ اور ان اعمال و عقائد سے اشراک فی العبادۃ و اشراک فی التصرف ثابت ہوتا ہے، یہ کفار عرب کا عقیدہ تھا۔ مشرکین عرب اپنے معبودوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا کرتے اور ان اعمال و عقائد شرکیہ پر اپنے معبودوں کی وکالت و سفارش پر بھروسہ کئے ہوئے تھے جس کو قرآن کریم نے کثرت سے رد فرمایا ہے (دیکھو الفوز الکبیر صـ۵) ورنہ ذاتی قدرت و استحقاق عبادت کے وہ خود بھی قائل نہ تھے۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ الآیۃ اور يَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ اور مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فَيَقُولُونَ ٱللَّهُ اور مَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَ فَيَقُولُونَ ٱللَّهُ اور ان کے تلبیہ لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک سے خوب ظاہر ہے۔ ہاں البتہ انبیاء و اولیاء کو جو تصرف حاصل ہے وہ بطور معجزہ و کرامت ہے جو ان کے ارادے اور اختیار کلی اور قدرت تامہ سے نہیں یعنی ان کو عالم میں تصرف کرنے کی یہ قدرت کاملہ تامہ اختیاریہ نہیں دی گئی کہ اپنی قدرۃ اختیاریہ اور اپنے ارادے سے جو چاہیں سو کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ الفوز الکبیر صـ۴ و ۵ میں فرماتے ہیں۔ شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نمایند مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکون می شود۔ انتہی بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ میں فانی ہیں، واسطہ اور بمنزلہ جارحہ ہیں جب اللہ چاہتا ہے تو خود ان سے کوئی تصرف ظاہر فرماتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد قصہ قتل بدر میں فرماتے ہیں۔ نیست ایں بندہ مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرۃ و سطوۃ وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند نہ دراں ہنگام کہ زندہ بودند

انتہیٰ۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین صف۲ میں فرماتے ہیں اولیاء قادر نیستند برایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است انتہیٰ۔ اور حضرت پیران پیر قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں۔ ان الخلق عجز عدم لا هلاك بایدیهم ولا ملك ولا غنی بایدیهم ولا فقر ولا ضر بایدیهم ولا نفع ولا ملك عندهم الا الله عزوجل لا قادر غیره ولا معطی ولا مانع ولا ضار ولا نافع غیره ولا محیی ولا ممیت غیره۔ انتہیٰ اور اولیاء اللہ کے بطور واسطہ فی العروض اور بطور کرامت تصرفات کا مفصل ثبوت شہید علیہ الرحمۃ کے دو رسالوں منصب امامۃ و صراط مستقیم میں ملاحظہ ہو۔ چنانچہ منصب امامۃ ص۶۳ میں فرماتے ہیں۔ حکیم علی الاطلاق ایشان را واسطہ در تصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول مطر و نمو اشجار و سرسبزی نبات و بقاء انواع حیوانات و آبادی قریٰ و امصار و انقلاب احوال وادوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین و ترقی و تنزل اصناف و اکابر و اجتماع و تفرق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وباء و امثال ذلک انتہیٰ۔ اور صراط مستقیم ص۳۶ میں ہے۔ اکثر این طریق و اکابر این فریق در زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آن میکوشند معدود ند پس احوال این کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد انتہیٰ۔ الغرض حضرت شہید پر مطلق تصرف کی نفی کا الزام لگانا صریح جھوٹ اور افتراء ہے۔ شہید بیچارے تو قیود لگا لگا کر اپنے ارادہ اپنے حکم اور اپنی خواہش سے الخ سمجھا رہے ہیں کہ ایسی قدرت تصرف ثابت کرے تو شرک ہے لیکن بعض معاندین جو پیر پرستوں کے معاون ہیں یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ مطلق تصرف کی نفی کی ہے۔ چنانچہ علامہ شہید نے ملا بغدادی کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو خط بجنسہ شائع ہو چکا ہے کہ جب میں نے ہندوستان کے عام جاہل مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنے جہل کے سبب شرک میں محو ہو گئے، قبور اور اہل قبور کی عبادت کرنے لگے اور براہ راست اُن سے چھوٹی بڑی حاجتیں مانگنے لگے ہیں اور ان کو استحقاق سجدہ اور انزال مطر و اعطاء اولاد اور سارے عالم اور تمام دنیا کے کاموں کا اختیار ثابت کرتے ہیں اور واہی تباہی حجتیں پکڑتے ہیں کہ استعانت و عبادۃ و سجدہ وغیرہ صرف بتوں کے لئے ناجائز ہے اگر انبیاء کرام و اولیاء عظام سے ایسا کیا جائے تو ناجائز نہیں۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام والرحمۃ سارے جہان میں اپنے اختیار اور اپنے ارادے سے تصرف فرماتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں تو اس کے رد میں اور اس شبہ عوام کی تردید میں میں نے یہ رسالہ لکھا کہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت ہے کہ ان امور کا اختیار کلی اور استحقاق عبادۃ اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے نبی ولی عوام الناس اور بت برابر ہیں جس کسی سے بھی یہ معاملہ کیا جاویگا شرک فی العبادۃ و شرک فی الاستعانت ہوگا اور ان کا

قرب عند اللہ اور کمالات و فضائل امر آخر ہیں جن کو ربوبیت و الوہیت میں کچھ دخل نہیں۔ اسی وجہ سے مجبوراً اس میں انبیاء و اولیاء و دیگر بھوت و پریت و بت وغیرہ کی صراحتاً ذکر کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک پنجابی ڈھگا آپ کے دل میں میری طرف سے کچھ وسوسے ڈالتا ہے اور بڑا بابا غنی بادعتی ہے کہ کبھی کہتا ہے کہ میں محبوب سبحانی کا بندہ ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ وہ رزاق ہیں معاذ اللہ اور میرے بارے میں ہرگز اس کے کلام کی تصدیق نہ فرمائیں (ملتقطاً)

تنبیہ:- اور جو صراط مستقیم میں علامہ شہید نے بعض اولیاء کو تصرفات تکوینیہ میں ماذون مطلق فرمایا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ ہر امر میں مستقل ہیں اور قدرت کاملہ تامہ اور اختیار کلی خدا کی طرف سے رکھتے ہیں کہ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ سے جو چاہیں کریں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے حالانکہ ماذون کا لفظ خود اس کا منافی ہے اور اختیار کلی کو توڑ رہا ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ بعض اولیاء ہر نوع تکوین کے تصرف میں ماذون اور فوری واسطہ فی العروض بنتے ہیں کسی خاص نوع میں ماذون اور فوری واسطہ بننے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے فتدبر۔ (تنبیہ ثانی) پس جب یہ امور غیر عادیہ اعطاء ولد یا رزق یا باران یا دفع امراض یا طول عمر وغیرہ باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی کو ان باتوں میں اور اس قسم کے فائدے اور نقصان پہونچانے میں اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ خود ہی جب چاہیں اپنے ارادہ سے کسی کو دیدیں تو ان باتوں میں تمام بڑے چھوٹے بیکار اور عاجز بے اختیار ہوئے یا نہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں آنہا را چہ قدرت کہ حاجت کسے برآرند انتہی۔ اور امور عادیہ اختیاریہ کے ساتھ جن میں استعانت و اعانت عقلاً و شرعاً مشروع ہے نقض وارد کرنا کمال جہالت ہے۔ پس عبد النبی و پیر بخش وغیرہ نام رکھنا اور دافع البلاء اور مشکل کشا و حاجت روا وغیرہ الفاظ ان کو معطی یا دافع مستقل متصف بالذات سمجھ کر ان کی طرف نسبت کرنا بھی شرک ہے ارشاد الطالبین صہ۲ میں ہے نسبت کردن اعطاء رزق و اولاد و دفع بلا و مرض وغیرآن بسوئے شان کفر است انتہی۔ ہاں اگر باعتبار معنی خادم و مطیع کے یا ان کی دعا کا ثمرہ سمجھ کر ان کی طرف مجازاً نسبت کی ہے تو شرک نہیں ہے بلکہ بوجہ ایہام شرک و غلو بیر بر ستاب مکروہ ہے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا عبدی و امتی اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے۔ اما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان ارید بالعبد المملوک انتہی اور مملوک ہونے کے اعتبار سے بھی نسبت کرنا شرک فی التسمیہ ہے اور جھوٹ، فتاوی عزیزی صہ۳۵ میں ہے نسبت بہ بزرگان بمعنی اول (یعنی مالک) دروغ است و شرک فی التسمیہ (ملخصاً) اور بمعنی مطیع جائز جیسا کہ بعض نے قل یا عبادی الذین اسرفوا الآیہ میں یائے متکلم مضاف الیہ سے حضور علیہ السلام کو اور عباد سے خادم و مطیعین مراد لیا ہے۔ فتدبر۔ لہذا کسی

خوش عقیدہ کا یہ نام یا اُن سے اس قسم کے الفاظ سن کر پیر پرستوں کو دھوکا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ خوش عقیدہ کا نسبت کرنا بمعنی خادم و مطیع اور باعتبار دُعا کے ہوگا اور پیر پرست کی نسبت حقیقی باعتبار معطی یا دافع مستقل متصف بالذات کے ہوگی۔ جیسے انبت الربیع البقل میں موحد اور جاہل کی اسناد میں فرق ہے کہ موحد کی نسبت بوجہ اسناد مجازی جائز و صحیح۔ اور جاہل کی نسبت بوجہ اسناد حقیقی باطل اور کفر ہے۔ اور خوش عقیدوں کے لئے فی زماننا بوجہ غلو پیر پرستان ایسی مجازی اسنادوں سے احتراز ضروری ہے۔ اور نیز کسی معاملہ میں جو پہلے بیان کر چکا حالات سکاری سے دھوکہ نہو (السکاری معذورون یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاوے (مکتوبات مجددی) جیسے ایک بزرگ فنا فی الشیخ نے غلبہ اور سکر میں فرمایا کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور تقویۃ الایمان میں عوام ایسے بکنے والوں کو بے ادب فرمایا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ استعانت بالغیر کی چار صورتیں ہیں اور توسل خارج ہے

استمداد بمعنی توسل کی جیسا کہ شیخ عبدالحق و شیخ الاسلام و شاہ عبدالعزیز و شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی دو ہی صورتیں جائز ہیں۔ توسل کی پہلی صورت یہ ہے کہ خود جناب الٰہی میں بہ تضرع اپنی حاجت طلب کرے بذریعہ جاہ و برکت اور بحرمتہ انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ۔ یہ صورت خواہ قبر کے پاس ہو یا دور بلا اختلاف جائز ہے۔ توسل کی دوسری صورت یہ ہے کہ قبر کے پاس انبیاء اللہ سے (بالاتفاق) اور اولیاء اللہ سے (بالاختلاف) سفارش یا دعا کی درخواست کی جائے اس صورت میں بعض فقہائے احناف منکرین سماع موتی کو اختلاف ہے اور انبیاء کے سماع میں اختلاف نہیں۔ اور توسل کی تیسری صورت بالاتفاق قطعاً مکروہ ہے اور فعل شرک۔ حقیقی شرک نہیں مگر اہل بدعت و پیر پرست کے نزدیک جائز ہے وہ یہ ہے کہ قبر کے پاس خود انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے اور دل میں یہ ہے کہ اللہ سے دعا مانگ کر مقصود دلائیں (اگر بغیر نیت دُعا کے ہو تو کفر و شرک ہے (فتاوے عزیزی ص۳۳ و ۴۳ دیکھو یہ صورت استعانت بالغیر میں داخل ہوگی) اور یہ صورت بھی پیر پرستوں کے نزدیک جائز ہے) شاہ صاحب فتاوی عزیزی ص۴۹ میں فرماتے ہیں اگر کسے دعا بگو یا فلان افعل کذا افعل کذا بعمل آرد البتہ مشابہ بعبدۃ الاوثان کردہ باشد۔ اور دس بارہ حوالے پہلے نقل کر چکا ہوں دوبارہ ملاحظہ فرما لئے جاویں۔ اب رہی استعانت بالغیر کی چار صورتیں۔

(۱) پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے وہ یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو کسی امر میں قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب جری الاسباب

بندہ کو ان کا فاعل مختار کہا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں اہل اسلام تو درکنار مشرکین کے وہم میں بھی اس کے استقلال بالذات کا توہم نہو۔ صرف مظہر عون الٰہی جان کر ایسے امور عادیہ میں استعانت و استمداد کی جائے۔

(۲) دوسری صورت جو بالاتفاق حرام ہے وہ یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو جملہ امور عادیہ و غیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت وہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر عطائے الٰہی قادر و مستقل بالذات جانکر استمداد و استعانت کرے

(۳) تیسری صورت جو مختلف فیہ ہے اور فرقہ پرست اہل حق کے خلاف جائز قرار دیتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ الحی یا میت کی نسبت یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیدیا ہے اور قدرت کاملہ تامہ مستقلہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر شے یا بعض اشیاء پہ اس کی طاقت بشریہ سے یا عتبار اسباب عادیہ کے خارج ہیں۔ جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے اب وہ بعد اعطائے الٰہی مستقل بالذات ہے جیسے آنکھ سے جسے چاہے دیکھے جسے چاہے نہ دیکھے اپنی مملوکہ اشیاء کو جسے چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے یعنی جیسے یک گونہ امور عادیہ میں اختیار ہے اسی طرح وہ بزرگ بھی ہر شے یا بعض اشیاء کے عطا کرنے اور دینے کا اختیار تام رکھتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ مستقلہ عطائیہ سے جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے یعنی وہ اپنے ارادہ اور اپنے حکم اور خواہش سے عالم میں تصرف کرتا ہے۔ اور جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ و بیابان یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے اور جب خداوند کریم نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ مستقلہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔ یا سوال اور دعا خداوند عالم بھی سنیں مگر دینے والے وہی بزرگ ہوں جن کو قدرت کاملہ مستقلہ عطا کی گئی ہے۔ اور ان کے ذمہ وہ کام کر دیا گیا ہے یا اس قدر تنگی نہ ہو بلکہ دونوں جگہ درخواست لی جائے اور دعا سنی جائے اور دونوں جگہ سے مقصد برآری ہو۔

(۴) اور چوتھی صورت بالاتفاق جائز ہے وہ یہ ہے کہ کوئی نبی یا ولی وحیاً یا الہاماً، اعجازاً یا کرامۃً اپنی ذات کے لئے یا دوسرے نبی یا ولی کے لئے کسی خاص شخص یا خاص گروہ سے خاص وقت کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا یا ہم کر دیں گے یعنی فعل انبت الربیع البقل کے بیاسناد مجازی ہی ہوتی ہے۔ یا کسی شخص نے اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں یا بلا قصد سبقت لسانی کے طور پر کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدر تھا ہو گیا جس میں اس نبی یا ولی کو کچھ بھی دخل نہیں

بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہوا کہ یہ کام جب ہوگا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اس میں اس کی ہمت کی ضرورت اظہار اگر امتنیا یا بطریق تسبب ہے (اسی کو قدرت جزئیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ اِدھر توجہ فرمائی اُدھر مستجاب اللہ اس کا ظہور ہوا) یا امر یہ حسب استعداد امور تعلیمیہ سلوک میں اپنے شیخ سے استمداد و استعانت کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

اِن تمام صورتوں میں استعانت و استمداد کرنے والا اس نبی یا ولی یا پیر کو محض بمنزلہ جارحۃ اللہ تعالیٰ خیال کرے سوائے قدرت باری تعالیٰ کے اس کو قادر و متصرف بالاختیار نہ سمجھے بلکہ وہ خاص ایک وقتی بات ہوتی ہے کہ اُس ولی اور نبی کو بھی اختیار نہیں ہوتا اس کو اس کے وقت یا کسی کیفیت یا جس کے لئے ہوا ہے کچھ تغیر کردے وہ محض گویا جارحۃ اللہ تعالیٰ ہیں کہ انکو کچھ بھی ان امور کے ہست و نیست میں جیسا کہ ایک گونہ امور عادیہ میں اختیار ہے، اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرۃ کاملہ سے اُنکے اعجاز یا کرامت ظاہر کرنے کے لئے جب چاہے کسی امر کو خلاف عادت پیدا کردے اور اس کا یہ حاصل ہرگز نہیں کہ ہر شخص کو اجازت ہے کہ جس سے جس امر میں جس طرح اور جہاں چاہے استعانت و استمداد کرے وہ مطلب اس کا پُورا ہو جائیگا یا بزرگوں کو خداوند عالم نے یہ اختیار کلی اور قدرت تصرف دی ہو کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں اور جس کا چاہیں مطلب پُورا فرمائیں اور جس کو چاہیں محروم کردیں۔ خارق عادت معجزات کا غیر اختیاری ہونا اس آیتہ قرآنی میں منصوص ہے۔ ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ یعنی کسی رسول سے یہ نہیں ہو سکتا کہ خود ہی کسی معجزے کو ظاہر کرسکیں مگر اللہ کے اذن اور ارادہ سے کشاف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:۔ لیست الایات فی وسعھم اور تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و کبیر وغیرہا میں بھی اسی طرح ہے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے:۔ ان شاء اللہ ظھر علی ایدیھم و ان شاء لم یظھر اور قل انما الایات عند اللہ اور انک لا تھدی من احببت، لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین۔ قل انی لا املک لکم ضرًا ولا رشدًا۔ لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًا الا ما شاء اللہ۔ ولا اقول عندی خزائن اللہ۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کلی مرحمت ہو چکا ہے اور اپنے اختیار اور ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے جو ایک صحابی کو فرمایا تھا سَل یعنی جو مانگنا ہے مانگ، اس نے مرافقتک فی الجنۃ طلب کی کہ جنت میں آپ کا رفیق رہوں۔ آپ نے فرمایا اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یعنی کثرت سجدوں سے تو میری مدد کر تاکہ قیامت کے دن میری دُعا کی قبولیت میں کچھ کمی نہ آئے۔

اس سے شبہ نہ ہو کیونکہ یہ اگرچہ عام ہے لیکن آپ کا یہ ارشاد خاص ایک کیفیت اور خاص ایک وقتی بات ہے یعنی آپ کو وحیاً معلوم ہوا کہ اس وقت اللہ کے خزانوں سے یہ شخص جس شے کو طلب کریگا، ہم بذریعہ دعا مقبولہ وسفارش اس کے مقصود کو پورا کردیں گے اور ہماری دُعا مقبول ہوگی۔ پس اس کا حاصل بھی وسیلہ ہی ہے اور اگر آپ کو اختیار تام ہوتا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی تھی تو اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یعنی تو کثرت نماز سے میری اعانت کر کیوں فرماتے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق رح کا لفظ اس کے ترجمہ میں باذن پروردگار خود بھی کا موئد ہے اور نیز اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے جنت کی زمین کو قطع کردیا ہے کہ جس مومن کے لئے آپ دعاء مقبولہ وشفاعت مشفعہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کو حسب وعدہ عنایت فرمائے ذکر ابن سبع ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منہا ما شاء لمن یشاء (مرقاۃ ص ۵۵ ج ۱) کے یہی معنی ہیں لا غیر۔ اور جو بہجۃ الاسرار سے حضرت پیران پیر قدس سرہ کا الہامی قول نقل کیا جاتا ہے من استغاث بی فی کربۃ کُشِفَتْ عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فُرِجَتْ عنہ ومن توسّل بی الی اللہ عز وجل فی حاجۃ قُضِیَتْ لہ الخ ان تینوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہے اور عطف تفسیری ہے اور کشفت وفرجت وقضیت صیغے مجہول ہیں اور من استغاث بی وباسمی میں بائے وسیلہ ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی جناب میں میرے توسّل سے استغاثہ کیا اُس کی مصیبت کھل جائے گی۔ اور جو شخص کسی شدۃ میں بطور توسّل میرا نام لیکر پکارے، اس کی سختی دور ہو جائے گی اور جس شخص نے اللہ کی جناب میں اپنی حاجت میں میرے ساتھ توسّل کیا اسکی حاجت پوری ہو جائیگی۔ اس الہامی قول میں توسّل کا لفظ صراحتاً موجود اور بطور توسّل پکارنے کے یہی معنی کہ اے اللہ بتوسل فلاں، تو پھر اس کو پیر پرستوں کے مدعا سے کیا تعلق، الغرض یہ قدرت جزئیہ اور ارادہ جزئیہ معجزے اور کرامت کے ہرگز منافی نہیں ہے اور قول مولانا رومی رح ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ ٭ تیر جستہ باز گرداند ز راہ۔ میں یہی قدرت جزئیہ مراد ہے نہ قدرت تامہ مستقلہ اختیاریہ۔ فافہم۔

(نوٹ) اور یہ بھی معلوم ہو کہ امور عادیہ ہر نوع کے جدا جدا ہیں۔ مثلاً ہوا پر اُڑنا پرندوں کی عادت ہے اور انسان کے لئے خرق عادت اور مدت قلیلہ میں مشرق سے مغرب تک مسافت طے کرلینا قبض ارواح کے لئے ملک الموت کا اور اغواء کے لئے شیطان ملعون کا امور عادیہ سے ہے اور انسان کیلئے خرق عادت اور ہر طرح کی شکل بن جانا جنات اور فرشتوں کی عادت اور انسان کے لئے خرق عادت قس علیٰ ہذا۔ اور ایک نوع میں مثلاً ہر شخص عادتاً قریب کی آواز کو سُنتا ہے اور بعید مسافت سے خرق عادت قدیر۔ اور تعجیز عن الفعل المعتاد والمقدور بھی معجزہ ہے یعنی مقدور نبی بھی معجزہ ہو سکتا ہے مثلاً خداوند تعالیٰ نے

اپنے نبی کی صداقت کے لئے یہ نشان دیا کہ اس فعل معتاد مقدور بشری تو قادر رہیگا اور تمام لوگ اس فعل سے عاجز رہیں گے مثلاً سوا نبی کے کوئی سر پر ہاتھ نہ رکھ سکے گا۔ وقس علیٰ ہذا۔

برخلاف پیرپرستان جملہ اہل اسلام کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کو اللہ جل شانہٗ نے یہ قدرت اور طاقت نہیں دی کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے جب چاہیں خود ہی غیب کی بات بیقینی طور پر معلوم کرلیں یعنی علم غیب بالاستقلال اور نہ جمیع ماکان و مایکون کا علم تفصیلی کسی غیر اللہ کو حاصل، اور یہ عقیدہ نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف اور کفر ہے، البتہ باطلاع الٰہی آپ کو اکثر مغیوب کا علم حاصل ہے جس کو علم غیب نہیں کہہ سکتے بلکہ مطلع علی الغیب، الغرض جس قدر اقصیٰ مراتب نبوۃ کیلئے علوم شریفیہ کمالیہ کی ضرورت تھی وہ تمام علوم حضور کو عطا فرمائے گئے لیکن جو رذیلہ اور خبیثہ علوم اور جو علوم حضور کے شایان شان نہیں وہ علوم ہرگز ثابت نہیں مثلاً کہانت اور سحر کا علم شراب بنانے اور جوا کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں مچھروں درختوں کے پتوں، ریگ کے ذرّوں، دریا کی مچھلیوں، بینڈکوں کے تفصیلی حالات، تمام مخلوق کے بول و براز اور اُن کے کیڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بفرمودۂ خدا شعر کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ ہوا اور یہ رذیل و خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو ہین نہ ہو معاذ اللہ اس قدر جرأت فاضل بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم صـ۶۲ میں ہے سیمیا ایک ناپاک علم ہے کیا یہ ناپاک علم بھی دیا گیا، معاذ اللہ۔

(۱) مسایرہ میں محقق ابن الہمام، اور شرح عقائد نسفیہ میں علامہ تفتازانی اور شرح فقہ اکبر میں مُلّا علی قاری فرماتے ہیں اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا الله (انتهی عبارة القاری) اور یہ بھی ہے لا سبیل للعباد الا باعلام منه او الهام الخ یعنی انبیاء علیہم السلام اشیاء مغیبہ کو نہیں جانتے تھے مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو اطلاع دی اور حنفیہ نے ایسے شخص کی کفر پر تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ حضور علیہ السلام استقلالاً غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ قول اللہ تعالیٰ (کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی زمین اور آسمانوں میں ہے اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا) کے معارض ہے (انتہیٰ) اور امور غائبہ پر اطلاع کا سوائے وحی الٰہی اور الہام وغیرہ کے کوئی اور رستہ نہیں ہے۔

(۲) اور علامہ کرمانی و عینی و ابن حجر عسقلانی اور صاحب مجمع البحار نے ما ادری وانا رسول اللہ

ما یفعل بی اور بہ، الحدیث کے تحت میں لکھا ہے ھو نفی للدرایۃ التفصیلیۃ والمعلوم ھو الاجمالی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے۔ مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا وچہ در آخرت بہ تفصیل چہ علم باحوال غیب بہ تفصیل جز پروردگار تعالیٰ را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است۔

(۳) اور تفسیر جامع البیان اور کمالین میں ہے لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الآیۃ ای لا ادری حالی وحالکم فی الدارین علی التفصیل اذ لا ادعی علم الغیب یعنی مجھکو اپنا اور تمہارا دنیا کے اور آخرت کے احوال کا علم تفصیلی نہیں ہے اسلئے کہ میں علم غیب کا مدعی نہیں ہوں۔

(۴) انتم اعلم بامور دنیاکم الحدیث (مسلم) یعنی امور دنیا کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور قاضی عیاض نے شفا میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ جمیع علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کے عدم علم اور وقوع خطا اور اعتقاد خلاف واقعہ سے آپ کی شان رسالتمآب اور انبیاء کی شان میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی توجہ آخرت کی طرف متعلق ہوتی ہے۔ شفا شریف کی عبارت یہ ہے اما ما تعلق منھا بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضھا او اعتقادھا علی خلاف ما ھی علیہ ولا وصم علیھم اذ ھممھم متعلقۃ بالآخرۃ انتھی۔ پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو زمین و آسمان و اشراط ساعۃ وما کان وما یکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا بھی شرط نہیں انتہیٰ اور حافظ ابن حجرؒ نے حدیث انما انا بشر کے معنی میں لکھا ہے انی بہ رداً علی من زعم ان من کان رسولاً فانہ یعلم کل غیب حتیٰ لا یخفی علیہ المظلوم۔

(۵) لا یعلم جنود ربک الا ھو الآیۃ اللہ کے سوا تیرے رب کے لشکر کا شمار کوئی نہیں جانتا، اور ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ الآیۃ ہم نے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا کہ آپ کی شان کے شایان نہ تھا۔ اور قیامت میں حضور علیہ السلام کو لا علم لک بما احدثوا بعدک الحدیث فرمایا جائیگا کہ آپ کو ان لوگوں کے امور محدثہ کا علم نہیں۔ اور سب سے آخر سورۃ توبہ میں ہے لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین۔ کیونکہ یہ غزوہ تبوک کے قصہ میں جو آخر عمر شریف میں واقع ہوا تھا نازل ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے اخیر خطبے میں علی الاعلان فرمادیا انی لا ادری ما بقائی فیکم (ترمذی)

(۶) قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیۃ میں ذاتی اور عطائی علم غیب مستقلہ دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ ورنہ جزا کا ترتب مستقیم نہ ہوگا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر علم غیب ذاتی ہو تو منافع

جمع کر سکتا ہوں اور بصورت قدرت عطائیہ میں جمع نہیں کر سکتا۔ اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے والعلم المحیط لیس الا للہ اور تفسیر علامہ نیشا پوری میں ہے والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ اور روح المعانی میں ہے الف لام فی الغیب للاستغراق وھو صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلم کل الغیب اور علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے لا یعلم الغیب الا ھو قال معناھا فلا یعلم ذلک استقلالاً و علم احاطۃ۔ انتھی۔

(۷) بحر الرائق میں ہے:۔ لو تزوج بشھادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد النکاح و یکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتھی۔ اور قاضی خاں شرائط نکاح میں ہے:۔ فکل نکاح یکون بشھادۃ اللہ و رسولہ فھو فی الشرع لغو و بعضھم جعلوا ذلک کفرا لانہ یعتقد ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو کفر۔ انتھی۔ اور مختار الفتاویٰ میں ہے:۔ فی الہدیعی لو تزوج امرأۃ بشھادۃ اللہ و رسولہ لا یجوز النکاح وقال الشیخ الامام ابو القاسم الصفار ھذا کفر محض لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتھی۔ عینی۔ عالمگیری۔ تجنیب القلوب عقائد سنیہ۔ بزازیہ سب میں اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کسی عورت سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہوگا اور کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اعتقاد کیا۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر کراماً کاتبین کو گواہ بنائے تو کافر نہ ہوگا کیونکہ وہ اس واقعہ میں حاضر اور اس کے عالم ہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ و تعلم یکفر انتھی۔ یعنی جس نے اعتقاد کیا کہ ارواح مشائخ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہوگا۔ لقلاعن تاتار خانیہ لا یکفر لان بعض الاشیاء تعرض علی روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بہ بعض الغیب (طحطاوی بر حاشیہ درمختار نول کشور جلد ۲) پس فقہاء کے کلام سے صراحتاً معلوم ہوا کہ بعض محجوب کا علم آپ کو دیا گیا نہ کل غیب امور کائنہ کا۔

(۸) اور آیات قرآنی متعلقہ علم غیب کو جو سب اخبار ہیں منسوخ کہنا کمال جرأت ہے کیونکہ نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث ما ادری و انا رسول اللہ کے تحت میں فرماتے ہیں وثانیھا ان یکون ھذا منسوخاً بقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کما ذکرہ ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم قلتُ وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار کما ھو مقرر فی الاعتبار ثالثھا ان یکون نفیاً للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلتُ ھذا ھو الصحیح الخ فافھم واستقم۔

(۹) پیر پرستوں نے آیۃ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ کو اپنی حجت گردانا لیکن علمائے اہلسنت نے اس طرح تفسیر فرمائی ہے۔ یقول نزل علیک یا محمد ھذا القرآن بیانا لکل ما بالناس الیہ الحاجۃ من معرفۃ الحلال والحرام والثواب والعقاب وھدیً من الضلالۃ ورحمۃ لمن صدق بہ وعمل بما فیہ من حدود اللہ وامرہ ونھیہ الخ (ابن جریر) اور امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں المسألۃ الثانیۃ من الناس من یقول القرآن تبیان لکل شیٔ وذلک لان العلوم اما دینیۃ او غیر دینیۃ اما العلوم التی لیست دینیۃ فلا تعلق لھا بھذہ الآیۃ لان من المعلوم بالضرورۃ ان اللہ تعالٰی انما مدح القرآن بکونہ مشتملا علی علوم الدین فاما ما لا یکون من علوم الدین فلا التفات الیہ انتھی اور بیضاوی میں ہے تبیانا بیانا بلیغا لکل شیٔ من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ والقیاس انتھی۔ اور آیت ما فرطنا فی الکتب من شیٔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی اللوح المحفوظ فانہ محفوظ علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یھمل فیہ امر حیوان ولا جماد او القرآن فانہ قد دون فیہ ما یحتاج الیہ من امر الدین مفصلا او مجملا۔ یعنی یہ قرآن علوم دینیہ کو اور اُن امور کو جن کی طرف معاش و معاد میں انسان محتاج ہے یعنی حلال، حرام، ثواب، عقاب، ہدایت، رحمۃ، حدود اللہ، امر، نہی وغیرہ وغیرہ کو واضح بیان کرتا ہے نہ امور دنیاویہ محضہ کو کیونکہ قرآن علوم دین کو مشتمل ہے اور جو علوم دین نہیں قرآن کو اُن سے کوئی واسطہ نہیں اور حدیث فیما یختصم الملأ الاعلٰی قلت لا ادری الخ فتجلی لی کل شیٔ او فعلمت ما فی السموات والارض او فعلمت ما کان وما یکون او نحوھا فعرفت الحدیث یعنی اللہ تعالٰی نے فرمایا اے محمد فرشتے کن امور میں بحث کرتے ہیں حضور نے فرمایا مجھے علم نہیں پس فیضانِ الٰہی کا ورود ہونا تھا کہ سب معاملہ آپ پر کھل گیا۔ چنانچہ اس کے بعد حضور نے اسی حدیث میں ذکر فرمایا کہ فلاں فلاں امور میں فرشتے بحث کر رہے ہیں اس میں پیر پرستوں کیلئے کون سی حجت ہے۔ مرقاۃ ص۲۳ج۲ میں ہے ای مما اذن اللہ فی ظھورہ لی من العوالم العلویۃ والسفلیۃ مطلقا او مما یختصم بہ الملأ الاعلٰی خصوصا فعرفت حقیقۃ الامر اور مرقاۃ میں اس باب سے پہلے اسی حدیث کے تحت میں ابن حجر کی شرح نقل فرمائی ای جمیع الکائنات الخ پھر اس پر مناقضہ فرمایا کہ لابد من التقیید الذی ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو الظاھر اور طیبی میں ہے ای علمت ما علمنی اللہ لا کل ما فیھما فانہ لا یعلم عدد الملائکۃ وعدد الرمل والتراب انتھی۔ بہرحال لفظ ما موصولہ جنس یا عموم اضافی کے لئے ہے نہ استغراق کے لئے جیسا کہ علمکم ما لم تکونوا تعلمون الآیۃ یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون الآیۃ۔ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم الآیۃ

وغیرہ میں ہے اور بلقیس کے بارے میں ہے اوتیت من کل شیٔ الآیۃ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ہے اوتینا من کل شیٔ الآیۃ تفسیر مدارک میں ہے المراد بہ کثرۃ ما اوتی کما تقول فلان یعلم کل شیٔ ومثلہ اوتیت من کل شیٔ یعنی اس کے یہ معنی نہیں کہ جمیع اشیاء بلقیس کو دی گئیں حتی کہ حضرت سلیمانؑ کا ملک بھی اس کے قبضہ میں ہو اور زمین و آسمان اور ما فیہا الی یوم القیامۃ سب اس کے تصرف میں ہو بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس قدر ایک بڑی سلطنت کیلئے ضروری اشیاء ہیں وہ تمام بلقیس کو دی گئیں۔ سو اسی طرح علمک ما لم تکن تعلم الآیۃ اور فتجلی لی کل شیٔ الحدیث کے معنی ہیں کہ اقصی مراتب نبوۃ کیلئے جسقدر علوم مناسب تھے وہ آپ کو عنایت فرمائے گئے۔ یا اجمالاً جمیع کائنات اور تمام دنیا کا اور فیما یختصم کا تفصیلاً انکشاف ہوا یا امور متعلقہ بالدین کلی و جزئی سب کا انکشاف ہوا ای مما یتعلق بالدین مما لابد منہ (لمعات و مرقاۃ ص۔) یا بقول سعدی رحہ

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور حدیث عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اہل الجنۃ منازلہم واہل النار منازلہم وفی روایۃ الی قیام الساعۃ وفی روایۃ فاخبرنا بما کان وبما ہو کائن۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں وینبغی ان نظھر بما یظہر من الفتن من ذلک الوقت الی قیام الساعۃ انتہی۔ اور قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور زرقانی اس کی شرح جزء سابع میں لکھتے ہیں (فما ترک شیئاً) یکون کما فی ابی داؤد ای یوجد ویحدث بعدہ من مہم احوال المسلمین ومن یتولی امورہم بعدہ وما یکون بعدہ من الفتن والحرب الخ ثم قال حذیفۃ۔۔۔ واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا الخ۔ چنانچہ اس حدیث کو ابوداؤد کتاب الفتن میں لائے ہیں اور شیخ نے لمعات میں یہ معنے کئے ہیں۔ ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ۔ اور حدیث عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ جلیانا من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ وسندہ ضعیف کنز العمال ج۶ ص۹۵ بعد صحت حدیث یہ بھی مثبت مدعی نہیں ہے۔ اول دنیا کے اصل معنی آسمان اور زمین کے مابین کا نام ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں تصریح فرمائی ہے۔ لہذا ساتوں آسمان اور ما فیہا اور تحت الارض اور ما فیہا سب کا رفع اس سے ساکت ہے۔ اور دوسرے ما کان کو بھی شامل نہیں کیونکہ صرف موجود فی الدنیا حالۃ رفع اور ما ہو کائن فیہا کو شامل ہے۔ تیسرے نظر الی الشیٔ مستلزم نظر الی الشیٔ بجمیع احوالہ نہ

چوتھے ما جنس یا عموم اضافی کے لئے ہے نہ استغراق کے لئے۔ فافہم۔ پانچویں ما یوجد و یحدث من ہم
احوال المسلمین و من یتولی امورہم بعدہ و مایکون بعدہ من الفتن والحرب۔ اور جو نسیم الریاض میں ہے
انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی
قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم آدم الاسماء اول تو خلائق قبل آدم کے عرض سے ساکت
ہے دوسرے خلائق سے مراد انسان ہیں اسی لئے نفس آدم کو عرض خلائق کا مبدء کیا گیا ورنہ اگر
جمیع خلائق مراد ہوتی تو من لدن زمان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا جاتا۔ علاوہ اس کے معروضین
کا عرض من حیث الصور ہوا۔ من حیث جمیع احوالہم کے عرض پر ہرگز دلالت نہیں کما ہو الظاہر علامہ
عینی شرح صحیح بخاری تحت حدیث۔ ذراری المشرکین واللہ اعلم بما کانوا عاملین جلد ۱۱ ص ۶ میں
لکھتے ہیں۔ وھذا یقوی ما ذھب الیہ اھل السنۃ ان القدر ھو علم اللہ وغیبہ الذی
استاثر بہ فلم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا۔

(۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین ص ۱۹ میں فرماتے ہیں مسئلہ اولیاء را
علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مر اولیاء
را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب انتہی۔

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم و مغفور فاضل بریلوی کے دادا پیر اپنی کتاب
خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص ۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں: علم غیب صفت ہے رب العزت کی جو عالم الغیب
والشہادہ ہے جو شخص رسول اللہ صلعم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعۂ وحی
امور خفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے۔

اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سورۂ مزمل کی تفسیر میں فرماتے ہیں اول احاطۂ علمی
باذکار قلبیہ ولسانیہ ذاکرین باوصف تخالف امکنہ و ازمنہ الخ دوم قوت نزدیک شدن الخ در عرف شرع
آن را دنو و تدلی و نزول و قرب خوانند این ہر دو صفت خاصۂ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق
را حاصل نیست آرے بعض کفرہ درحق بعضے از معبودان خود و بعضے پیرپرستان از زمرۂ مسلمین
درحق پیران خود امر اول را ثابت میکنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد از آنہا استعانت می نمایند
انتہی۔ اور اسی سورت کی تفسیر میں ہے مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ بہ
ذکر ہر ذاکر مطلع شود دوم استیلائے دائمی بر روح ذاکر نمی توانند کرد۔ انتہی۔ اور سورۂ بقرہ ص ۱۲ میں ہے
یا رتبۂ ائمہ و اولیاء را برابر رتبۂ انبیاء و مرسلین علیہم السلام گرداند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم

اگر بیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔ انتہیٰ۔ اور تفسیر سورۂ جن میں ہے۔ پس اظہار غیب ہیچکس را نمی دہند الا من ارتضیٰ من رسول یعنی مگر کسے را پسند میکند و آنکس رسول مے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرئیل و خواہ از جنس بشر مثل محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ او را اظہار بہ بعضے غیوب خود میفرمایند الخ اور تفسیر مدارک میں ہے اِلّا رسولاً قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب اور تفسیر روح البیان میں ہے ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ و یخبرہ ببعض المغیبات۔ اور تفسیر عزیزی مقام تفسیر انواع شرک اور فرقہ مشرکین سورۂ بقرہ ص۱۲۷ میں ہے چہارم پیر پرستان گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ باشد از یں جہاں میگذرد روح او را قوتے عظیم و وسعتے بس فہیم بہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تمام نماید روح او بسبب وسعت اطلاق بران مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید۔ انتہیٰ۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہے ملاحظہ ہو | قولہ اللہ صاحب نے غیب دانی اُن کے اختیار میں دیدی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے الخ۔ ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔ قولہ یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی مرنا جینا غم و خوشی سب کی ہر وقت اُسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سُن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ غرض اس نوع علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ فتدبر۔

تنبیہ:۔ بذریعہ معمولات صوفیہ جن سے کشف قبور وغیرہ حاصل ہوتے ہیں وہ کشوف تخمینی ظنی ہوتے ہیں نہ یقینی (القول الجمیل)

اور **حقیقت مرتبہ محمدیہ** ایک اصطلاح تصوّف سے دھوکا نہ ہو یہ ایک اعتبار ہے اور حقیقت محمدیہ بشریہ دوسرا اعتبار ہے یعنی حضور علیہ السلام بفحوائے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری اپنی حقیقت کے اعتبار سے چونکہ اوّل الخلق اور اصل مخلوقات ہیں اور تمام موجودات کا وجود اور تمام دنیا کے علوم آپکے

وجود اور علم میں منطوی ہیں۔ لہٰذا آپ کا علم تمام علوم کو اور آپ کا وجود تمام موجودات کو اجمالاً مشتمل ہے (جس میں عرش سے فرش تک اور لوح محفوظ بھی داخل بلکہ آپ کے انواع علوم سے ایک نوع ہے وان من علومك علم اللوح والقلم نہ تفصیلاً قال القشیری فی مقدمتہ لا یغرب عن علمہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبتہ وان کان یقول انتم اعلم باموردنیاکم من حیث بشریتہ وقال العارف الجامی فی نقد النصوص ولکن ذلک انما هو من جهة حقیقتها لا من جهة بشریتها۔ فافهم اور کتاب الابریز میں ہے لکن الاطلاع (ای الروح یعنی حقیقۃ) لیس مثل الاطلاع (ای ذات یعنی بشریتہ) فان اطلاع الروح دفعۃ واحدۃ من غیر ترتیب واطلاع الذات علی سبیل التدریج والترتیب وکذا یختلفان فی عدم الغفلۃ غرض جو کتاب الابریز سے نقل کیا جاتا ہے وہ حقیقت مرتبہ محمدیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے لان جمیع ذلك خلق لاجلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتدبر۔ اور تمام اعمال امت کے جسمانی و لسانی و قلبی حضور کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں آپ پر مخفی نہیں رہتے یہ بھی امر آخر ہے۔ فتدبر علم غیب کی بحث میں مستقل رسائل طبع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

زیارت قبور کے لئے دور و دراز سے بقصد تبرک سفر کر کے جانا اہل سنت میں مختلف فیہ ہے الا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شاہ عبد العزیز صاحب و علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نادرست ہے اور اگر بہ ہیئت و ارکان مخصوص حج کے ساتھ ہو یا بہ نیت عبادت و تعظیم ہو کما فی تقویۃ الایمان تو بالاتفاق شرک فی العبادۃ کا شعبہ ہے۔ اکثر جاہل لوگ پیر پرست اس میں مبتلا ہیں۔

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ تحت حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد الخ تحریر فرماتے ہیں اما مسافرت برائے زیارت قبور صالحین و رسیدن بمواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح دارند و بعضے حرام گویند کذا فی مجمع البحار الخ اور لمعات میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں لکن المعنی المتبادر الی الفهم عند الانصاف هو النهی عن السفر الی مکان الا المساجد الثلاثۃ انتہیٰ (از حاشیہ بخاری ص ۲۱۵/۱) اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے واختلف فی شد الرحال الی غیرها کالذهاب الی زیارۃ الصالحین احیاءً و امواتاً والمواضع الفاضلۃ للصلوٰۃ فیها والتبرك بها فقال ابو محمد الجوینی یحرم عملاً بظاهر الحدیث واختارہ القاضی حسین قال بہ القاضی عیاض وطائفۃ والصحیح عند امام الحرمین وغیرہ من الشافعیۃ الجواز انتہیٰ۔

عینی و مرقاۃ وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے یعنی زیارت قبور صالحین اور مواضع متبرکہ کے لئے دور و دراز کو سفر کر کے جانے میں اختلاف ہے، ابو محمد جوینی اور قاضی حسین اور قاضی عیاض اور ایک گروہ احناف حرام کہتا ہے اور امام الحرمین اور دیگر شافعیہ قسطلانی، نووی، غزالی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور تیسیر الاصول مختصر جامع الاصول میں ہے المراد لا تقصد موضع من المواضع بنیۃ العبادۃ والتقرب الی اللہ الا ھذہ الاماکن الثلاثۃ تعظیما لشأنھا وتشریفا لھا انتہی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں **قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال **اقول** کان اھل الجاھلیۃ یقصدون مواضع معظمۃ بزعمھم یزورونھا ویتبرکون بھا وفیہ من التحریف و الفساد ما لا یخفی فسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر و لئلا یصیر ذریعۃ لعبادۃ غیر اللہ والحق عندی ان القبر و محل عبادۃ ولی من اولیاء اللہ والطور کل ذلک سواء فی النھی۔ انتہی۔ اور بعینہ اسی کے مطابق مصفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں تحت حدیث عن ابی ہریرۃ قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکت قبل ان تخرج الیہ ما خرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الخ تخصیص در ینجا آنست کہ در جاہلیت سفرہا کردند بمواضع متبرکہ غیر ایں مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآں موضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمے بینی کہ بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نہی را شامل طور داشت و ابی ہریرہ را از طور منع کرد انتہی۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز تفسیر عزیزی ص۴۶۱ میں تحت آیت واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس فرماتے ہیں۔ ایں قسم مکانے کہ محض برائے توجہ الی اللہ مقرر باشد در اقطار زمین غیر از خانہ کعبہ وصخرہ بیت المقدس یافتہ نمی شود لہذا ہمیں دو مکان را لیاقت قبلہ بودن حاصل شد پس آنچے معابد کفار اگر شابہتے دارند با قبور اولیاء و صلحا یا چلہ ہائے ایشان دارند نہ کعبہ وصخرہ ختنان بینہما و از ہمیں جا واضح شد سر تاکید بلیغ کہ در حدیث شریف در نہی از زیارت قبور و از شد رحال بسوئے موضع غیر از مساجد ثلاثہ واز آنکہ قبور انبیاء را مساجد سازند وارد شدہ مدعا ہمین است کہ دریں عمل اکثر جہال را اعتقادے کہ مشرکین را در بزرگان خود بہم رسیدہ است بہم میرسد و توجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر در پردۂ حجاب آں ارواح۔ انتہی۔ اور اس حدیث کی شرح میں تعلیقاً علی البخاری لکھتے ہیں والمستثنی منہ المحذوف فی ھذا الحدیث اما جنس قریب او جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لا تشد الرحال الی المساجد الا الی ثلاثۃ مساجد وما سوی المساجد مسکوت عنہ وعلی الوجہ الثانی لا

تشد الرحال الی موضع یتقرب بہ الا الی ثلٰثۃ مساجد فحینئذ شد الرحال الی غیر المساجد الثلاثۃ المعظم منہی عنہ لظاہر سیاق الحدیث و یؤیدہ ما روی ابوھریرۃ عن بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری حین راجع عن الطور وتمامہ فی الموطا وھذا الوجہ قوی من جھۃ مدلول حدیث بصرۃ انتھی۔

(۴) اور اپنے دادا اور چچا کے قدم بقدم علامہ شہید بھی چلے ہیں صراط مستقیم میں فرماتے ہیں اگرچہ ارباب بواطن صافیہ را قطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن بعوام مومنین آنقدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است۔ انتہیٰ۔

(۵) اور محدث گنگوہی علیہ الرحمہ فتاوی رشیدیہ صلا ج ۳ میں فرماتے ہیں اور زیارت قبور کیلئے سفر کر کے جانا یہ مختلف فیہ ہے۔ دونوں جانب اکابر علماء ہیں اب اس میں فیصلہ ممکن نہیں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے جس پر عمل کریں اور دوسری جانب طعن بھی نکریں۔ انتہیٰ۔

اب ہم جناب مؤلف تحقیقات سے پوچھتے ہیں کہ جناب مفتی صدرالدین خاں صاحب مرحوم نے کیا اپنے استادوں کے رد میں سفر زیارت قبور میں رسالہ لکھا تھا یا اپنی ذاتی تحقیق تحریر فرمائی تھی اور کیا اس مسئلہ میں علامہ شہید ہی متفرد ہیں دیگر علماء متقدمین اہل سنت خصوصاً علماء احناف و شاہ ولی اللہ اس طرف نہیں گئے۔ حیف صد حیف۔

اور نیز تقویۃ الایمان میں تو علامہ شہید ہیئت مخصوصہ ارکان حج بیت اللہ کو سمجھا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہی ارکان اور مناسک غیر جگہ عمل میں لاوے یعنی حج قبور کرے تو اس پر شرک فی العبادۃ ثابت ہوتا ہے اور ہر نسک مقرر کردہ شرک فی العبادۃ کا ایک شعبہ ہوگا۔ اور بعضے ایسی مناسک بھی ہیں جو پیر پرستوں نے تعظیماً اپنی طرف سے وضع کئے ہیں ماخوذاً من الکفار۔ اور صراط مستقیم ص۵۸ میں اس کی صاف صاف تصریح ہے۔ چنانچہ بعض پیر پرستوں نے اس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مناسک حج المشاہد ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے فقد رأینا جماعۃ من ضعفاء المسلمین یتخذون الاحبار والرھبان اربابا من دون اللہ یحجون الی قبورھم (مختصراً)

اب سنئے تقویۃ الایمان میں ارکان و مناسک حج کی ہیئت مخصوصہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے **قولہ** (سجدہ اور رکوع اور قیام مخصوص اور زکوٰۃ اور روزہ) اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور رستے

میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا۔ اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا۔ اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور اس کی طرف جانور لیجانے۔ اور وہاں منتیں ماننی۔ اور اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہوکر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی۔ اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس کا مجاور بنکر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی اور روشنی کرنی، فرش بچھانا۔ پانی پلانا۔ وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا۔ اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لیجانا۔ رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں (بطور تعظیم محل) شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا۔ مواشی نہ چرانا۔ یہ سب کام (یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور یہ سفر با ایں ہیئت مخصوصہ) اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔

پھر اس کے بعد اجمالاً ان کے شعبوں کا ذکر فرمایا ہے کہ اس مجموعہ امور میں ہر امر غیر اللہ کی تعظیم و عبادت کے لئے کرنا شرک فی العبادۃ کا ایک شعبہ ہوگا۔ اکبر ہو یا اصغر اور بعض وہ مناسک ہیں جو پیر پرستوں نے تعظیماً اپنی طرف سے وضع کئے ہیں ماخوذاً من الکفار قولہ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کرکے جاوے (بقصد تعظیم و بہ نیت عبادت یا بحسب تحریر شاہ ولی اللہ) یا وہاں روشنی کرے (بقصد تعظیم و تقرب و عبادت) یا غلاف ڈالے چادر چڑھاوے (بقصد تعظیم و تقرب و عبادت) ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دے مورچھل جھلے۔ اس پر شامیانہ کھڑا کرے۔ چوکھٹ کو بوسہ دے۔ ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے۔ مجاور بن کے بیٹھ رہے (ہذا کلہا ماخوذ من الکفار) وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے (یعنی جیسا اوپر مذکور ہوا) اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک (یعنی شرک فی العبادۃ کا کوئی شعبہ) ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں۔ انتہی۔ مجالس الابرار مترجم ص١١١ میں (جس کی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تعریف و تقریظ تحریر فرمائی ہے اور فتاوی ص١١٥ میں بھی لکھا ہے کتاب مجالس الابرار معتبر است) لکھا ہے۔ قد آل الامر بھؤلاء الضالین المضلین الی ان شرعوا للقبور حجاً ووضعوا لہ مناسک حتی صنف بعض غلاتہم فی ذلک کتاباً سماہ مناسک حج المشاہد

تشبیھا منہ للقبور بالبیت الحرام ولا یخفی ان ھذا مفارقۃ لدین الاسلام ۔ پھر ان کے مناسک کو شمار کیا ہے منہا اذا قصدوا القبور بقصد وتمام التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع ورقۃ القلب ومنہا اتخاذ المساجد والسرج الیہا ومنہا العکوف عندھا وتعلیق الستور عندھا واتخاذ السدنۃ لھا والطواف بھا وتقبیلھا واستلامھا ودعا اصحابھا وسوالھم النصر والرزق والعافیۃ والولد وغیر ذلک من الحاجات الخبیث شئ منھا مشر وغا باتفاق ائمۃ المسلمین ۔ انتہی ۔ اور ص۳۳۹ میں ہے فان اصل ھذہ الزیارۃ الشرکیۃ ماخوذ من الکفار عبادۃ الاصنام انتہی ۔

الغرض بغیر نیت ارکان مخصوصہ بالحج کے زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ کے لئے مطلق سفر کرنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ بعض کہتے ہیں کہ جب زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے تو اس کے ساتھ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کی نیت کر لینا چاہیئے ۔ فتح القدیر میں ہے اذا نوی زیارۃ القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ احد المساجد الثلاثۃ التی یشد الیہ الرحال الخ وھکذا فی العالمگیریہ والدر المختار ۔ اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ زبدۃ المناسک ص۵۵ میں محض زیارت قبر حضور علیہ السلام کے لئے سفر کرنے کو افضل المستحبات بلکہ قریب واجب کے تحریر فرماتے ہیں ۔ اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ المہند میں لکھتے ہیں کہ خود یہی حدیث نہی شد رحال بدلالۃ النص جواز پر دلالت کر رہی ہے دوسری احادیث کا تو کیا ذکر، بھلا جب مسجد نبوی کو بوجہ تعلق ذات بابرکات فداہ ابی وامی یہ فضیلت حاصل ہے تو پھر آپ کی قبر مطہر کے لئے جس میں آپ حقیقۃً زندہ اور حیات ہیں اور خاص بقعہ شریفہ تو کعبہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے کیسے اجازت نہو گی ۔ پس بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب عموم نہی سے مستثنیٰ ہے ۔ فتفکر ۔ اور بیشک دیگر مزارات عموم نہی میں داخل ہیں باقی رہا حضور علیہ السلام کے کنوؤں کے پانی کو صرف تبرک سمجھ کر پینا بھی ناجائز نہیں اور محدث گنگوہی تو خاک مدینہ تک سے تبرک حاصل کرتے تھے ۔ سرمہ میں ڈال کر استعمال فرماتے تھے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز میں برکت ہے ۔ ہاں البتہ کسی کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، اور مستحب سمجھ کر بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا اور غائبوں کے واسطے لیجانا اور اس کے پانی سے استنجا اور ازالہ نجاست وغیرہ مکروہ جاننا یہ خاص آب زمزم کا حکم اور شعار ہے کسی دوسرے کے کنوئیں کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز نہیں اور حرمت مدینہ میں تو احناف کا مذہب مشہور و معروف ہی ہے کہ لیس للمدینۃ حرم اور

اسلئے حدیث حرمت کو زینت مدینہ پر حمل کیا ہے یعنی مکہ کی گھاس نہ اکھاڑنے اور شکار نہ کرنے کا حکم تعظیم مکہ کی غرض سے ہے اور مدینہ کے لئے زینت کی غرض سے بہر حال احناف کے نزدیک یہ حرمت خاص مخصوص مکہ معظمہ کے لئے ہے کسی اور جگہ کو یہ حرمت حاصل اور جائز نہیں اور دیگر ائمہ کرام کو بھی حرمت مکہ اور حرمت مدینہ میں فرق نکالنا پڑا۔ انه لا یجب الجزیۃ عند الائمۃ الاربعۃ وغیرھم علی قطع شجرۃ المدینۃ وتصئید صیدھا وغیرھا (عینی شرح بخاری ملخصاً) یعنی چاروں امام اور دیگر ائمہ کے نزدیک بھی مدینہ کے درخت اکھاڑنے اور شکار پکڑنے سے جزیہ واجب نہیں ہوتا جیسا کہ مکہ کے بارے میں واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ شعائر اور غیر شعائر میں امتیاز ضروری ہے۔

اب رہا بوسۂ قبر اس کا فعل نصاریٰ ہونا خود کتب فقہ میں مصرح موجود ہے ولا یمسحہ ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ (مرقاۃ ص۲ شرح مشکوٰۃ کتاب زیارۃ القبور) وھکذا فی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبد الحق و عالمگیری و احیاء العلوم و کشف الغطاء و دستور القضاۃ و شرح عین العلم لملا علی القاری و شرح المناوی لجامع الصغیر للسیوطی و شجرۃ الایمان و غنیۃ الطالبین اور حضرت شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے۔ بوسہ دادن قبر او سجدہ کردن آنرا و کلہ نہادن حرام و ممنوع است و در بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند و صحیح آنست کہ لا یجوز انتہی۔

فتاویٰ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مجتبائی ص۱۲ میں ہے۔ پس اللہ و بدعا و ختم و اطعام بدعت مباح است و جہ قبح ندارد اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور و سرودہا و نواختن معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع۔ انتہیٰ۔

اور فتاویٰ عزیزی ص۹ میں ہے کہ چادر پوشانیدن بر قبر حرکت لغو است نباید کرد انتہی اور نصاب الاحتساب اور فتاویٰ مطالب المومنین میں ہے۔ تسجیۃ القبر غیر مشروع اصلا و مر علیؓ بقبر رجل قد سجی علیہ فنھاہ انتہی۔ یعنی قبر پر چادر ڈالنا غیر مشروع اور لغو ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ایسی ہی قبر پر گذر ہوا جس پر چادر پڑی ہوئی تھی تو آپ نے منع فرمایا۔ اور فتاویٰ شامی باب صلوٰۃ الجنازہ میں ہے یکرہ الستور علیھا (از فتاویٰ الحجۃ و احکام) اور جلد خامس میں جو تبعاً علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شامی نے باوجود فقہاء متقدمین کے صراحتاً مکروہ نقل فرمانے کے اور باوجود بدعت مان لینے کے بوجہ حفاظت تحقیر عوام الناس و برائے عزت فی اعین الناس فی زماننا جائز قرار دیا ہے بالکل غیر مفید ہے۔ کما لا یخفی۔ حدیث شریف میں ہے نھی و فی روایۃ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یسرج علیھا (ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی) یعنی حضور علیہ السلام نے قبر پر تعظیماً

چراغ جلانے کو منع فرمایا اور چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی۔ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں والمتخذین علیها السراج الحدیث صفحہ ۱۷ کے تحت میں لکھا ہے والنھی عن اتخاذ السراج لما فیہ من تضییع المال لانہ لا نفع لاحد من السراج ولانھا من اثار جھنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کالنھی عن اتخاذ القبور مساجد انتھی۔ اور شیخ عبدالحق کے ترجمہ میں ہے۔ لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے راکہ می گیرند چراغہا را بر قبور بقصد تعظیم ونزد بعضے حرام است اگرچہ نہ تعظیم باشد از جہت اسراف و تضییع مال و بعضے گویند کہ اگر برائے رہگذر مردم باشد یا در سایہ چراغ کارے میکردہ باشند جائز است و دریں صورت چراغ گرفتن بجہت قبر نیست بلکہ بجہت کارے دیگر است کہ روشنی قبر ازاں منظور نیست، انتہی۔ حضرت شیخ رح نے فاضل بریلوی کے تمام قیل وقال کو یک لخت خاک میں ملا دیا فتدبر حق التدبر۔ اور عبدالغنی نابلسی کا حدیث مطلق کو اپنی طرف سے محض علت تضییع مال و اسراف ہی کے ساتھ معلل کر کے حدیقہ ندیہ میں اس کو تعظیماً للقبور جائز قرار دینا قابل التفات نہیں۔

اور بھروسہ کر کے تعظیماً کسی کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ رہنا اس کی ممانعت اور فعل مشرکین ہونا ابھی مجالس الابرار سے بیان کر چکا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں یعکفون علی اصنام لھم (پارہ ۹) ترجمہ مجاورت کردند بر بتان خود۔ اور حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقعدوا او قال لا تجلسوا علی القبور (ابوداؤد) اس میں قعود و جلوس عام ہے دیناً وابتناءً للقبر بھی ناجائز ہے اور تعظیماً للقبر مجاور بن کے بیٹھ رہنے کو بھی شامل ہے۔ فتدبر۔

اور تفسیر ابن جریر میں مجاہد سے مروی ہے۔ افرایتم اللات والعزی قال کان یلت السویق للحاج فمات فعکفوا علی قبرہ انتھی۔ یعنی جانتے ہو لات اور عزیٰ کون تھے۔ لات حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا جب مر گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کے بیٹھے۔ اور محض خادم دوسری چیز ہے جو لوگوں کو طواف و سجدہ و نذر و منت و دیگر فواحش سے روکے نہ تعظیم قبر مقصود ہوتی ہے (فتاوی عزیزی صفحہ ۹۲) اور نیز فتاوی عزیزی صفحہ ۱۳۴ میں کفار ہنود کا حال بیان کرنے کے بعد لکھا ہے ہمیں است حال فرقہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جلالیاں و مداریاں۔ انتہی۔ اور تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۱ صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ نولکشور میں شیعوں کے بیان میں لکھا ہے و نگس راہنمائے منقش و مزین (یعنی مثل مور چھل وغیرہ) گرفتہ گرد اگرد ایستادہ شوند و در رنگ مجاوراں داد شرک دہند۔ انتہی۔

اور قیام دست بستہ کے متعلق (کہ نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں نہ ادھر ادھر دیکھیں بلکہ تصویر کی

طرح بن جاویں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے) ملا علی قاری شرح عین العلم میں فرماتے ہیں فکما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ھیئۃ الوقوف فی الصلوٰۃ انتہی یعنی جیسے کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں ایسے ہی رکوع بھی جائز نہیں اور ایسے ہی قیام جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آیت قوموا للہ قانتین میں نص وصیت قیام لعبید قانتین باری تعالےٰ کے لئے ظاہر ہے اور حدیث شریف میں ہے لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضًا (ابوداؤد، ابن ماجہ) مجمع البحار اور عینی وغیرہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے المنھی الوقوف المتمثل لا النھوض عند قدوم احد للاکرام انتہی یعنی قیام تعظیمی جو حضور نے منع فرمایا ہے، اور کفار تعظیمی قیام سے بعض کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ تعظیم کے لئے تصویر بن کر کھڑا ہونا ہے نہ کسی کیلئے جبکہ وہ آئے بطور اکرام بیٹھے سے کھڑا ہونا۔ ہاں نفس قیام مطلق عبادت کیساتھ مخصوص نہیں اور نہ اس کو کوئی منع کر سکتا ہے۔ اسی لئے زیارت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دست لیتہ کھڑے ہو کر سلام کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں اور اکثر فقہا ارسال اولیٰ فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے مشابہ بالمصلی نہ ہونا چاہیئے۔ در مضیہ میں ہے ھل یضع یمینہ علی شمالہ ام لا ففیہ خلاف انتہی۔ قال الکرمانی یصح قال غیرہ الاولی الارسال لئلا یشبہ بالمصلے۔ (نسیم الریاض شرح شفا) اور محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے نزدیک ارسال ہی مختار ہے چنانچہ زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں اور باادب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیک یارسول اللہ۔

اور اتباعًا الکرمانی جس کسی نے بالخصوص یہاں جائز کہا ہے صرف اس وجہ سے کہ قیام مخصوصہ للہ تعالےٰ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں استقبال قبلہ ہی نہیں بلکہ استدبار ہے۔ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے کرمانی ہی سے نقل فرمایا ہے۔ فتدبر۔

قبر پر خیمہ یا شامیانہ یا کوئی اور عمارت قائم کرنا ممنوع اور مشرکین کا فعل ہے	(۱) عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ

رواہ مسلم (مشکوٰۃ) عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالاً الا طمستہ ولا قبرًا مشرفًا الا سویتہ رواہ مسلم و رواہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی (مشکوٰۃ) عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تجصص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیھا وان توطا رواہ الترمذی (مشکوٰۃ) و

فی النسائی نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یبنی علی القبر او یزاد علیہ او یجصص انتھی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بنا قائم کرنے اور اس پر لکھنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس پر متعین فرما کر بھیجا کہ سب تصاویر کو محو کردیں اور بلند قبروں کو برابر مسطح کردیں۔ اور حضرت علی نے ابو الہیاج اسدی کو اسی کام پر متعین کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ان یبنی علیہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ نہی کرد از آں کہ بنا کردہ شود بر گور و بعضے گفتہ اند کہ مراد بنا کردن است بسنگ و مانند آن و بعضے گفتہ اند کہ مراد بہ بنا خیمہ زدن و مانند آن ست کہ نیز مکروہ است و منہی عنہ انتہی۔

(۲) قال التورپشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاخران یضرب علیہا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ ولانہ من صنیع اھل الجاھلیۃ ای کانوا یظللون علی المیت الی سنۃ وقال عن ابن عمر انہ رای فسطاطا علی قبر اخیہ عبد الرحمٰن فقال انزعہ یا غلام وانما یظللہ عملہ (نقلاً عن المرقاۃ ص۳۷۲) یعنی اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پتھر اینٹ وغیرہ سے بنا کی جائے۔ دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ و شامیانہ وغیرہ لگایا جائے اور یہ دونوں ممنوع ہیں کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ فعل اہل جاہلیت یعنی مشرکین کا ہے کہ وہ ایک سال تک میت پر سایہ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ دیکھا تو غلام سے کہا اے غلام اس کو اکھیڑ ڈال۔ اس کے عمل اس پر سایہ کرتے ہیں۔

(۳) اور علامہ طیبی نے بھی اس حدیث کی شرح انہی لفظوں میں فرمائی ہے۔

(۴) قال فی الازھار النہی عن تجصیص القبور للکراھۃ وھو یتناول البناء بذلک وتجصیص وجھہ والنھی فی البناء للکراھیۃ ان کان فی ملکہ وللحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا (نقلا از مرقاۃ ص۳۷۲) یعنی ازہار میں ہے کہ پختہ قبر بنانے کی ممانعت بطور کراہت ہے، یہ شامل ہے بنا کو بھی اور اوپر سے پختہ کرنے کو بھی اور بنا کی ممانعت اگر ملک میں ہے تو بطور کراہت ہے، اور اگر مقبرہ موقوفہ میں ہے تو حرمت کیلئے ہے اس کا ہدم واجب ہے اگرچہ مسجد ہو۔

(۵) اور نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں اما البناء علیہ فان کان فی ملک البانی فمکروہ وان کان فی مقبرۃ مسبلۃ فحرام نص علیہ الشافعی والاصحاب قال الشافعی فی الام و رأیت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما بنی ویؤید الھدم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قبرا مشرفا

الا سوّیتہ۔ انتہٰی۔ یعنی امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے کہ بنا اگر اپنی کے ملک میں ہے تو مکروہ ہے ورنہ حرام ہے حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ میں نے مکہ میں خلفاء کو دیکھا ہے کہ وہ قبروں کی عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا کرتے تھے اور ہدم کی تائید حضور کی حدیث ولا قبرا مشرفًا الا سوّیتہ سے ہوتی ہے۔

(۶) علی بن عبد اللہ اندلسی شرح نسائی میں لکھتے ہیں اختلفوا فی البناء فذھب الامام احمد و ابوحنیفۃ فی روایۃ والرافعی وداؤد الظاھری انہ حرام مطلقًا سواء کان فی مقبرۃ مسبلۃ اوفی ملک الباقی وقال مالک والشافعی والثوری والاوزاعی و ابوحنیفۃ فی روایۃ اخرٰی انہ حرام ان کان فی مقبرۃ مسبلۃ ومکروہ ان کان فی ملک الباقی انتہٰی۔ یعنی امام احمدؒ اور ایک روایت میں ابوحنیفہؒ اور رافعی اور داؤد ظاہری بنا کو مطلقًا حرام کہتے ہیں اور امام مالکؒ و شافعی و ثوریؒ و اوزاعی اور ایک دوسری روایت میں ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بنا اگر مقبرہ موقوفہ میں ہو تو حرام ورنہ ملک باقی میں مکروہ

(۷) ابوالہیاج اسدی کی حدیث کے تحت میں ہے قال ابن الھمام (فی فتح القدیر) ھذا الحدیث محمول علٰی ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء الحالی (از مرقاۃ ص ۳۷۲ ج ۲)۔

(۸) اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے تحت قول ولا یربع کما قال الشافعی ومالک لما فی صحیح مسلم عن ابی الھیاج الاسدی الحدیث قلنا ھو محمول علٰی ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء العالی لما رواہ محمد بن الحسن فی الاٰثار اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا شیخ لنا یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھٰی عن تربیع القبور و تجصیصھا و یحرم البناء علیہ للزینۃ لما رویناہ و یکرہ للاحکام بعد الدفن لان البناء للبقاء والقبر موضع الفناء انتہٰی۔ یعنی ولا قبرًا مشرفًا الا سوّیتہ کے یہ معنی ہیں کہ جو عمارتیں بلند قبروں پر بنایا کرتے تھے ان کو مسمار کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے مرفوعًا حدیث بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو مربع بنانے اور پختہ بنانے سے منع فرمایا اور زینت کے لئے بنا حرام ہے، اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے مکروہ ہے۔

(۹) ابن حجر مکی تحفہ میں لکھتے ہیں۔ ولو بنی فی مقبرۃ مسبلۃ ھدم وجوبًا لحرمتہ کما فی المجموع لما فیہ من التضییق مع ان البناء یتأبد بعد انمحاق المیت فیحرم الناس تلک البقعۃ وقد افتی جمع بھدم کل ما بقرافۃ مصر من الابنیۃ حتی قبۃ امامنا الشافعی التی بناھا بعض الملوک وینبغی لکل احد ھدم ذٰلک ما لم یخش منہ مفسدۃ الخ یعنی اگر مقبرہ مسبلہ میں بنا کی گئی تو اس کا گرا دینا واجب ہے، بوجہ حرمت کے جیسا کہ مجموع میں ہے اس لئے کہ اس میں تنگی ہو جائے گی۔ باوجود اس کے

میت کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد بھی بنا مدتوں قائم رہتی ہے پس اس جگہ سے لوگ محروم رہیں گے اور ایک جماعۃ فقہاء نے ان عمارتوں کو جو قرافہ مصر میں ہیں گرا دینے کا فتویٰ دیا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے امام شافعی کے قبہ کو جو کسی بادشاہ نے بنا کر دیا ہے۔ ہر شخص پر اس کا ہدم واجب ہے۔ اگر فساد کا خوف نہ ہو۔

(۱۰) و یحرم البناء علی القبر للزینۃ و یکرہ للاحکام بعد الدفن (متن مواہب الرحمٰن فی مذہب النعمان) (۱۱) یکرہ تطیین القبور و تجصیصہا والبناء علیہا والکتابۃ علیہا (جوہرہ نیرۃ شرح قدوری) (۱۲) یکرہ ان یبنی علی القبر انتھی (زیلعی شرح کنز) (۱۳) ولا یرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی یجعل فی دیارنا (بحر الرائق) (۱۴) ولا یجصص القبر ولا تطیین ولا یرفع علیہ بناء لحدیث جابر الخ (۱۵) وفی الخلاصۃ ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء انتھی (منح الغفار) (۱۶) کرہ ایضاً ان یبنی علیہ انتھی (شرح مجمع البحرین) (۱۷) یکرہ البناء علی القبور (فتاوی سراجیہ) (۱۸ و ۱۹) عن ابی حنیفۃ رح یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذلک انتھی (کبیری و صغیری) (۲۰ و ۲۱) فی الشرنبلالیۃ عن البرھان یحرم البناء علیہ للزینۃ و یکرہ للاحکام بعد الدفن (طوالع و طحطاوی حاشیہ در مختار و امداد الفتاح شرح نور الایضاح) (۲۲) یحرم تعلیہ القبور والبناء علیہا (عقد اللآلی) (۲۳) یکرہ ان یضرب علیہ فسطاط او قبۃ لیظل القبر وانما یظل المیت عملہ انتھی (فتاوی رحمانیہ) (۲۴) لا یجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی عن التجصیص والتقصیص و عن البناء فوق القبر قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبور فی دیارنا لما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وسقط انتھی (قاضی خان) (۲۵) و یکرہ البناء علی القبور (فتاوی عجیب) (۲۶) یکرہ ان یضرب علیہ فسطاط او قبۃ (فتاوی ابراہیم شاہی) (۲۷) لا یبنی علی رأس القبر ولو فعل یکرہ انتھی (مختار الفتاوی) (۲۸ و ۲۹) کرہ ابو حنیفۃ رح البناء علی القبر (محیط و مفید المستفید) (۳۰) یکرہ ان یبنی علیہ مسجد یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط او قبۃ یقام بہا لیظل القبر فانما یظل المیت عملہ انتھی (شرعۃ الاسلام) (۳۱) وکذا القباب التی بنیت علی القبور یجب ہدمہا لانہا اُسست علی معصیۃ الرسول و مخالفتہ وکل بناء اُسس علی معصیۃ الرسول و مخالفتہ فھو بالہدم

اولیٰ من مسجد الضرار ولانہ علیہ السّلام نہی البناء علی القبور الخ (مجالس الابرار)۔
(٣٢) البناء علی القبور حرام ومن قال یاباحتہ فاباح ما نہی عنہ السنۃ انتہی (مفید المومنین)
(٣٣) لایجوز البناء مثل القبۃ وغیرہا علی القبور سواء کانت للاولیاء والصلحاء والعلماء
ام لغیرہم انتہی (حجۃ العلماء) (٣٤) یکرہ ان یبنی علی القبر (عالمگیری) (٣٥ و ٣٦)
وھکذا فی تحفۃ الملوک والعینی شرح الکنز (٣٧) مکروہ ست خیمہ زدن بر قبر یا قبہ برآرند تا سایہ
کند قبر را (خلاصۃ الفقہ) (٣٨) مکروہ است بنا چیزے بر گور (فتاوی برہنہ) (٣٩) برگور قبہ و
عمارت نشاید لقولہ علیہ السّلام صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المؤمن کفارۃ
لذ توبہ (زمتی) (٤٠) کرہ ان یبنی علیہ بناء وینقش ویصنع ویرفع ویجصص وفی
المضمرات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المؤمن
کفارۃ لذ توبہ (جامع الرموز شرح مختصر وقایہ) (٤١) مکروہ است بنا کردن بر قبر خانہ یا قبہ یا
مانند آن وخیمہ برائے سایہ نیز مکروہ است (درہم الکیس) (٤٢) آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے
رفیع بنا میکنند وچراغاں روشن می کنند وازیں قبیل ہرچہ میکنند حرام است یا مکروہ انتہی (مالابدمنہ)
(٤٣) یکرہ الزیادۃ علی ما خرج منہ لانہ بمنزلۃ البناء (درمختار باب الدفن) اور صاحب
طوالع بمنزلۃ البناء کے تحت میں لکھتے ہیں والبناء مکروہ فکذلک ھذا۔ انتہی اور ولا
یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ وھو المختار کذا فی کراھۃ السراجیہ
انتہی (درمختار) اس قول میں لاباس بہ کا مرجع لا یطین ہے نہ رفع کیونکہ کراہتہ سراجیہ جس کا
حوالہ دیا ہے بناء کو جائز نہیں لکھا ہے بلکہ عدم کراہتہ تطیین کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ طوالع حاشیہ
درمختار میں اور شامی میں کذا فی کراہتہ السراجیہ کے تحت میں لکھا ہے وعبارتہا وذکر فی تجرید ابی
الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ انتہی بوجہ اتباع الفاظ حدیث ان
چیزوں میں باہمی فصل نہیں ڈالا (٤٤) اور حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت میں
بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اور بعض کی تعلیل پہ جرح کی اور بعض پر کوئی جرح نہیں کی۔ چنانچہ
سب سے اوّل ازہار سے نقل کیا ہے (کما ذکرت) اس پر کوئی جرح نہیں کی اس کے بعد توربشتی کا قول
نقل فرمایا ہے (کما ذکرت) اس میں نہی کی دو وجہیں قائم کی گئی ہیں اوّل عدم فائدہ، دوسرے صنع
اہل جاہلیت، اوّل تعلیل پر جرح کی کہ اگر خیمہ کسی فائدہ سے لگایا جاوے مثلاً قرا اس کے نیچے
بیٹھکر قرآن پڑھیں تو نہی عنہ نہ ہوگا یعنی حالانکہ حدیث میں مطلقاً نہی ہے۔ اور دوسری وجہ پر کوئی

جرح نہیں کی بلکہ عبد اللہ ابن عمر کے اثر سے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد دیگر بعض شراح کا قول نقل
کیا ہے ولاضاعۃ المال وقد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم
الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔ اھ یہ قول لکھ کر انتہی کی علامت بھی لکھ دی ہے اور اپنا صراحتاً
کوئی مسلک تحریر نہیں کیا اگرچہ قاری صاحب کا رجحان اس قول پر معلوم ہوتا ہے جس پر کوئی جرح نہیں
کی ہے۔ خود قاری صاحب کا مذہب حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کے تحت میں مندرج ہے اور کمال
تصریح ہے ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا انتہی۔ فاضل بدایونی کے
فضل پر تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے ملا علی قاری کا جواز کا مذہب کیسے سمجھ لیا۔ واعجبا۔ سب سے اول یہ
قول قد اباح السلف الخ صاحب مفاتیح نے لکھا ہے۔ ان کے بعد انہی سے نقل کر کے دوسرے لوگوں
نے بھی یہ لکھا ہے عبارت صاحب مفاتیح کی یہ ہے قولہ ان یجصص القبور وان یبنی علیہ وان
یقعد علیہ۔ تجصیص القبور والبناء علیہا بجعل بیت علی القبر وضرب خیمۃ علیہ منہی عنہ
لانہ اضاعۃ المال من غیر فائدۃ للمیت فیہ ولانہ فعل الجاہلیۃ وقد اباح السلف ان یبنی
علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فی البناء الذی
یکون علی قبورہم مثل الرباطات والمساجد انتہی اول تو حدیث رسول اللہ واقوال صحابہ وتصریحات
ائمہ اربعہ واکثر فقہا و اصحاب متون وشروح وفتاوی کے خلاف ایک شخص کے لکھنے پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا
ہے حالانکہ اس شخص نے اس قول پر اپنا مختار اور معمول علیہ ہونے کی بھی تصریح نہیں کی باوجودیکہ اس سے
قبل فعل جاہلیت اور منہی عنہ بھی لکھ چکے ہیں اور پھر اس کے باوجود معلوم نہیں کہ سلف سے کون لوگ مراد
ہیں۔ انھوں نے کس کتاب میں اس کا جواز لکھا ہے اور وہ قابل اعتبار ہیں یا نہیں اور وہ کیسے اس مرتبہ کو
پہنچ گئے کہ ان کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ وائمہ مجتہدین وفقہا متقدمین و
علما متاخرین ومتقدمین کے مقابلہ میں معتبر ہو گیا پس ایسی روایت فقہی نادر وغریب اور مجہول کو حجت
لانا اور معمول علیہ قرار دینا اہل بدعت ہی کا خاصہ ہے۔ دوسرے طرفہ یہ کہ روایت قد اباح السلف کو صاحب
مفاتیح نے اختیار بھی نہیں کیا چنانچہ حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کے تحت میں لکھتے ہیں بدعۃ السوء
ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ذلک
انتہی۔ اور جو میزان میں لکھا ہے۔ قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبر لا یبنی علیہ ولا یجصص مع
قول ابی حنیفۃ بجواز ذلک کتب معتبرہ معتمدہ فقہ کے صریح خلاف ہے شرح نسائی اندلسی برہان
قاضی خاں ومحیط وکبیری وصغیری وغیرہ میں حضرت امام کا قول کراہت مصرح موجود ہے ہاں ممکن ہے

کوئی قول مرجوح و مرجوع و غیر مختار ہو چنانچہ اس کے بعد لکھتے ہیں ومن ذلك قول الائمة الثلاثة باستجلاب القراءة للقرآن عند القبر مع قول ابی حنیفة بکراھتھا انتھی۔ اس قول کا غیر مختار ہونا فاضلان اہل بدعت کو بھی مسلم ہے۔

اتخاذ مسجد کی بحث اور اس کی تین صورتیں اوّل شرک جلی دوم شرک خفی سوم مکروہ سنۃ یہود

عن[۱] عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فی مرضه الذی لم یقم منه لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم وصالحیهم مساجد متفق علیه فی روایة یحذر ما صنعوا ولولا ذلك ابرز قبره غیر انه خشی ان یتخذ مسجدا۔ (مشکوٰۃ) عن[۲] ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی (مشکوٰۃ) عن[۳] عطاء بن یسار قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد رواه مالك مرسلا (مشکوٰۃ) سب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السّلام نے خصوصًا مرض موت میں سخت تاکید سے منع فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے یہود اور نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔ اپنی اُمت کو اُن کے فعل سے ڈرایا۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر مجھ کو اتخاذ مسجد کا خوف نہ ہو تو میں آپ کی قبر کو کھلا رکھوں۔ ملا علی[۱] قاری نے تیسری حدیث کے تحت میں لکھا ہے ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس وعودهم للزیارة بعد بدئهم واستقبالهم نحوه فی السجود کما نسمع ونشاهد الآن فی بعض المزارات والمشاهد انتھی۔ شرح مصابیح ابن ملک میں ہے قوله لعن الله الیهود والنصاری وعلة دعائه علیه السلام علی الیهود والنصاری باللعنة انهم یصلون فی المواضع التی فیها انبیاءهم علیهم السلام مدفونون اما للسجود لهم وهذا کفر لان السجود لا یجوز الا لله واما لاعتقادهم ان الصلوٰة ثمه افضل لکونها خدمة وتعظیما لانبیاءهم وهذا اشراك لانه لا یجوز ان یقصد بالصلوٰة الا تعظیم الله تعالیٰ وطاعته وعلة نهیه علیه السلام امته عن الصلوٰة فی المقابر الاحتراز عن مشابهة الیهود والنصاری انتھی (از تفہیم المسائل) اور حدیث[۲] ثانی کے تحت میں ملا علی قاری نے ابن ملک کی شرح نقل فرمائی۔ قال ابن الملك انما حرم اتخاذ المساجد علیها لان فی الصلوٰة

فیہا استناناً بسنۃ الیہود انتہی۔ اور مجمع البحار میں ہے من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء
والصلحاء ان یصلی عند قبورہم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج فھذا لایجوز
عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق للہ وحدہ
انتہی۔ اور باب السین مع الجیم میں لکھا ہے وحینئذ ما کرہ من اتخاذ المسجد علی
القبور ارادبہ تسویۃ القبور مسجداً یصلی فیہ وقیل ان یبنی عندہ مسجد یصلی
فیہ الی القبور واما المقبرۃ الداثرۃ اذا بنی فیہا مسجد یصلی فیہ فلا باس بہ لان
المقبرۃ وقف کالمسجد واما اتخاذہ فی جوار صالح لقصد التبرک بالقبر لا للتعظیم
لہ فلا یدخل تحتہ اور خیر الجاری میں ہے نقلاً عن العینی وھو ناقل عن البیضاوی
فامامن اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا
للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتہی۔ اور ترجمہ شیخ میں بھی بیضاوی کا اسی طرح
قول منقول ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری باب الصلوٰۃ فی البیعۃ کے بعد ہی لکھتے ہیں۔
فکانہ صلی اللہ علیہ وسلم علم انہ مرتحل من ذلک المرض فخاف ان یعظم قبرہ کما
فعل من مضی فلعن اللہ الیہود والنصاری اشارۃ الی ذم من یفعل فعلھم۔ انتہی۔
اور ملا علی قاری نے بھی طیبی سے اول حدیث کے تحت میں اسی طرح لکھا ہے۔ وخاف من الناس
ان یعظموا قبرہ فعرض بلعنھم لئلا یعاملوا معہ ذلک انتہی۔ اور ملا علی قاری نے اسی
حدیث کے تحت میں لکھا ہے سبب لعنھم اما لانھم کانوا یسجدون لقبور انبیاءھم تعظیما
لھم وذلک ھو الشرک الجلی واما لانھم کانوا یتخذون الصلوٰۃ للہ تعالی فی مدافن
الانبیاء والسجود علی مقابرھم والتوجہ الی قبورھم حالۃ الصلوٰۃ نظراً منھم بذلک الی
عبادۃ اللہ والمبالغۃ فی تعظیم الانبیاء وذلک ھو الشرک الخفی لتضمنہ ما یرجع الی تعظیم
مخلوق فیما لم یوذن لہ فنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ عن ذلک اما لمشابھۃ ذلک
الفعل سنۃ الیہود او لتضمنہ الشرک الخفی انتہی۔ کذا قالہ بعض الشراح من ائمتنا۔
اور عینی شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے۔ فمنع المسلمین عن مثل ذلک انتہی۔ اور اس کے
بعد ملا علی قاری نے قاضی کا قول نقل کیا ہے وقال القاضی کانت الیہود والنصاری یسجدون
لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک
لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک امامن اتخذ مسجداً فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ

وقصد الاستظہار بروحہ او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الخ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بقصد تعظیم قبور انبیاء واولیاء کے اوپر مسجد بنانا یا ان کے مقابر پر سجدہ کرنا یا اس کے قریب مسجد بنانا اللہ کی عبادت کرنا یا نماز پڑھنا اس طرح پر کہ ان کی قبور کی جانب توجہ اور سجدہ ہو اس میں تعظیم اولیاء بھی مقصود ہو اور عبادت خاص اللہ کے لئے ہو تو شرک خفی ہے اور اگر خالص قبور ہی کو قبلہ بنا کر بطور تعظیم سجدہ کرے تو شرک جلی ہے۔ اور یہ پہلی صورت بقول ملا علی قاری آج کل بعض مشاہد اور مزارات میں مسموع اور مشاہد ہے اور قول اوّل کی مؤید حدیث مسلم ہے۔ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا (مشکوۃ باب دفن میت) ای مستقبلین الیہا لما فیہ من التعظیم البالغ (مرقاۃ) اور یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث میں لفظ علیٰ بطریق عموم مجاز معنی حول کو شامل ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے فقالوا ای الکفار ابنوا علیہم ای حولہم بنیانا یسترہم ربہم اعلم بہم قال الذین غلبوا علی امرہم امر الفتیۃ وہم المؤمنون لنتخذن علیہم ای حولہم انتہی اسی لئے فاضل فیروزآبادی صاحب قاموس نے سفر السعادت میں اس حدیث کا اس طرح ترجمہ لکھا ہے و نہی فرمود کہ بر سر قبرہا مساجد بنا کنند و بر گورہا چراغ افروزند و بر فاعل آن لعنت کرد۔ انتہی۔ جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی کہا جاتا ہے کہ میں آج دریا پر گیا تھا۔ اور فارسی محاورہ میں امروز بر دریا رفتہ بودم کہا جاتا ہے۔ یعنی دریا کے کنارے نہ دریا کے اوپر فافہم۔ اقول فہو معنی قول عائشۃ لولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجداً ای ان الصلوۃ عندہا من ذلک وان لم یبن مسجد فان الصحابۃ لم یکونوا لیبنوا حول قبرہ مسجداً وکل موضع قصدت الصلوۃ فیہ فقد اتخذ مسجداً بل کل موضع یصلے فیہ یسمی مسجداً کما قال صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً۔ البتہ تیسری صورت باقی ہے جو قاضی نے بیان کی یعنی جبکہ نہ تعظیم قبور ملحوظ ہو اور نہ ان کی طرف توجہ بلکہ صرف اثر فیض روحانی کا وصول مقصود ہو اور ان کی روح سے استفادہ برکت مطلوب ہو کیونکہ وہ جگہ محل نزول رحمت الٰہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر مقبرہ میں نماز پڑھے یا جوار صالح میں مسجد بنائے اس میں اختلاف ہے، ابن ملک اور بعض دیگر شراح کے نزدیک ناجائز ہے۔ یہود کی مشابہت ہے۔ لان فی الصلوۃ فیہا استنانا بسنۃ الیہود اور یہ بھی معلوم ہو کہ صلوۃ فی المقابر اور جوار صالح میں بناء مساجد کا جواز علمائے شافعیہ کا مذہب ہے۔ قاضی بیضاوی اور ابن حجر شافعی ہیں اور یہ قول انہی سے نقل کیا جاتا ہے۔ علمائے احناف کا یہ مذہب نہیں ہے بلکہ

اُن کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا اور قبرستان میں مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں
اگر قبرستان میں کسی ایسی جگہ پر مسجد بنائی گئی جہاں کوئی قبر نہیں ہے لا بأس کے درجہ میں ہے اولیٰ یہ ہے
کہ بلا ضرورت (کخوف الفوت) وہاں بھی نہ پڑھے جیسا کہ کبیری و بحر وغیرہ میں ہے۔ یا عند البعض
قبرستان نہ ہو بلکہ کسی ایک قبر کے جوار میں ہو تو بھی مکروہ تحریمہ نہیں۔ خود ابن حجر نے قول اور استدلال قاضی
کو مخدوش کر دیا ہے، ملا علی قاری نے قول قاضی نقل کرنے کے بعد اس کو مخدوش فرمایا پھر ابن حجر کا قول
نقل کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس کو پورا نقل کرتا۔ فاضل بدایونی کی یہ کمال جرأت ہے کہ صرف قول
قاضی شافعی جو شوافع کے نزدیک بھی مخدوش ہے حجت میں لائے۔ افسوس! اہل علم اس جگہ پر ملا علی قاری
کی پوری عبارت دیکھیں اور فاضل بدایونی کے فضل کی داد دیں ابن حجر قول قاضی کو رد کرنے کے بعد لکھتے
ہیں۔ قال ابن حجر وقد صح انه علیه الصلوٰة والسلام نهی عن الصلوٰة بالمقبرة واختلفوا
فی هذا النهی هل هو للتنزیه او للتحریم ومذهبنا الاول ومذهب احمد التحریم الخ۔
معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔ واختلف العلماء
فی الصلوٰة فی المقبرة فذهب احمد الی تحریمها فی المقبرة وذهب ابو حنیفة الی الکراهة
وفرق الشافعی بین المنبوشة وغیرها فقال اذا کانت المقبرة مختلطة بلحوم الموتی و
صدیدها لا یجوز الصلوٰة فی مکان النجاسة ویجوز فی غیرها انتهی۔ اور ظاہری شرح
ترمذی لسید عبد الرحیم ظاہری میں بھی اسی طرح ہے۔ وقال ابو حنیفة بکراهتها مطلقاً انتهی۔
اور فیض الباری شرح بخاری اور خیر جاری شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اور فتح الباری شرح بخاری
میں ہے۔ وما یکره الصلوٰة یتناول ما اذا وقعت الصلوٰة علی القبر او الی القبر او بین القبرین الخ
چند سطر بعد لکھا ہے وفیه کراهة الصلوٰة فی المقابر سواء کان بجنب القبر او علیه او الیه الخ
قال فی العالمگیری فیما یتصل بالفصل الثانی فی طهارة ما یستر به العورة یکره الصلوٰة
فی تسع مواطن فوارع الطریق ومعاطن الابل والمزبلة والمجزرة والمخرج والمغتسل
والحمام والمقبرة وسطح الکعبة (در فصل ثانی فیما یفسد وما یکره فیها ایضاً) اور زیلعی فصل ثانی
باب الجنائز میں ہے۔ یکره ان یبنی علی القبر او یقعد علیه او ینام علیه او یوطأ علیه او تقضی علیه
حاجة الانسان من بول او غائط او یعلم بعلامة کتابة او نحوه او یصلی الیه او یصلی بین
القبور انتهی۔ اور کبیری میں ہے۔ یکره الصلوٰة فی طریق العامة لانه علیه السلام نهی
ان یصلی فی سبع مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة الحدیث۔ در اختیار شرح مختار

میں ہے۔ ویکرہ وطی القبر والجلوس علیہ والنوم علیہ والصلوٰۃ عندہ فتاوی رحمانی میں ہے والصلوٰۃ عند القبور یکرہ انتہی۔ اور نافعۃ الوریفہ[۱۰] فی مذہب الامام ابی حنیفہ میں مرقوم ہے۔ یکرہ ایضاً علیہ والصلوٰۃ الیہ والصلوٰۃ بین القبور (انتہی) فتاوی[۱۱] دستور القضاۃ لقاضی خواجہ میں ہے۔ یکرہ النوم عند القبر والصلوٰۃ عندہ انتہی فتاوی[۱۲] حمادیہ لمفتی ناگوری ابو الفتح رکن الدین بن حسام میں ہے۔ در خبر آمدہ است کہ دہ موضع است کہ دراں نماز گذاردن مکروہ است ازاں جملہ در گورستان برائے تشبیہ جہودان و پرستندگان گور۔ انتہی۔ اور اسی طرح خلاصۃ[۱۳] الفقہ اور ترغیب[۱۴] الصلوٰۃ میں بھی ہے۔ اور جناب[۱۵] مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی حاجی رفیع الدین خاں مراد آبادی کے استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ واز کلام شرح حدیث کہ درباب نہی در مقبرہ واقع شدہ ارجح ہمیں است کہ نہی از برائے لزوم نوعے از مشابہت کفار است در سجود جمادات والبتہ نماز در مقبرہ مکروہ است بسبب کہ مذکور شد وآنچہ در کتب فقہاء حنفیہ مسطور است کہ اگر قبر پیش مصلی باشد اشد است از روئے کراہت واگر راست یا چپ باشد کمتر است ازاں۔ واگر پس مصلی باشد کمتر ازاں است اصح ومعتمد علیہا است وآنچہ بعضے شراح سبب نہی نجاست مقبرہ نوشتہ اند قول فقہاء شافعیہ است کہ بروجہ صواب نیست۔ انتہی۔ اور حدیث ابو سعید خدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام رواہ ابو داؤد والترمذی والدارمی (مشکوٰۃ) پر جو فاضل بدایونی نے جرح کی کہ ترمذی نے اس حدیث کو مضطرب کہا ہے۔ ھذا حدیث فیہ اضطراب لہذا یہ حدیث قابل عمل اور لائق استدلال نہیں ہے۔ اُن کے فضل کے خلاف ہے۔

(۱) فیہ اضطراب یعنی من حیث الارسال والاسناد (مرقاۃ) اور حدیث مرسل ومسند ہر دو ہمارے احناف کے نزدیک حجت۔ (۲) وقد رواہ ابو داؤد مسنداً مرقاۃ۔ پس اضطراب مندفع ہے۔ اور ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے۔ والذی وصلہ ثقۃ ایضاً فلا یضر ارسالہ اور یہ بھی لکھا ہے وقال ابن حجر وابن ماجہ وسندہ حسن۔ (۳) سید عبد الرحیم ظاہری شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔ قولہ فیہ اضطراب۔ فیہ اضطراب لان ھذا الحدیث یعنی الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام قد رواہ ایضاً علی وعثمان وعبد اللہ بن مسعود وابو ہریرۃ وانس بن مالک و ابو اسید واسید ابن حضیر واشعث بن قیس فروانہ احفظ واکثر اسناداً من رواۃ الحدیث جعلت لی الارض کلہا مسجداً وطہوراً فلا اضطراب فی ذلک لکنہ لم یطلع علی ہذہ فحکم باضطرابہ انتہی۔ (۴) خود ترمذی نے قول سفیان ثوری کو ترجیح دے کر اضطراب کو دفع

کردیا ہے۔ ان الترجیح اذا وجد انتفی الاضطراب (نکت ابو الفضل عراقی)۔

ایک مغالطہ عامۃ الورود کا جواب

حج قبور وغیرہ میں بعض افعال شرکیہ مثلاً بوسۂ قبر و سفر زیارت قبور بہ نیت تقرب، و مجاورت قبر و غلاف انداختن و شامیانہ برقبر و مورچھل وغیرہ وغیرہ کو جو تقویۃ الایمان میں افعال شرک سے لکھا ہے، یہ حقیقی شرک جلی نہیں ہیں جس سے فاعل قطعی کافر ہو جاتا ہے بلکہ یہ افعال گناہ اور شرک جلی کے شعبے ہیں اور مشرکوں کے افعال ہیں اس لئے ان کو مجازاً شرک بھی کہتے ہیں اور ان کو شرک اصغر بھی کہتے ہیں کیونکہ شرکٌ دون شرکٍ وکفرٌ دون کفرٍ خود محقق ہے اور حدیث شریف میں ہے۔ الریاء شرك اور اخوف ما اخاف علیکم الشرك الاصغر اور لیس من رجل ادعی لغیر ابیه وهو یعلمه الا کفر بالله اور الحلف لغیر الله شرك۔ (وما ثبت انه علیه السلام قال افلح وابیه فهی کلمة تجری علی اللسان عمودٌ للکلام او زینة له لا یقصد به الیمین۔ عینی پارہ ۲۷) اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور حضور علیہ السلام نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا انت رجل فیك جاهلیة اور ایک اور صحابی کو جب اس نے ماشاء اللہ وشئت کہا تو حضور علیہ السلام نے جعلتنی لله ندًا فرمایا۔ اور من تشبه بقوم فهو منهم الحدیث۔ المعاصی تسمی کفرا لکن لا یراد به الکفر المخرج عن الملة (عینی کتاب الایمان) غرض چونکہ یہ افعال علامات شرک اور وہم شرک اور شعبہ شرک ہیں ان کو شرک میں شمار فرمایا ہے کہ ان میں شرک کی لگاوٹ ہے۔ فاعل مشرک حقیقی نہیں بن جاتا۔ اسی لئے کہیں تو ایسے موقع پر اس طرح فرماتے ہیں کہ اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اور کہیں فرماتے ہیں یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ چنانچہ علامہ شہیدؒ نے ابتداء ہی تقویۃ الایمان ص۱۱ میں فرمادیا ہے۔ قولہ اگر پہلے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے الخ۔ اور جو اس سے دوسرے درجہ کے شرک ہیں الخ اس تحریر کے بعد کوئی اہل علم تو ہرگز اس قسم کا اعتراض ہی نہیں کرے گا۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں شرک بالمعنی الاعم یعنی عام شرک اکبر و اصغر کی بحث ہے اور نیز اس کے متعلق خود علامہ شہید اسی مضمون کا ایک فتویٰ ۱۲۴۰ھ میں شائع بھی فرما چکے ہیں۔ ملاحظہ کرلو۔

اور اہل علم پر یہ بھی واضح ہو کہ بعض قیود کو یا بعض استثناء کو بوجہ شہرت یا بوجہ استحضار کہ دوسری جگہ معلوم ہو چکے یا بوجہ قرائن حالیہ و مقالیہ حذف کردینا یا نظر انداز و فروگذاشت ہونا تو مصنفین کی عادت مستمرہ ہے اس کے خلاف پر ضد کرنا اور یہ کہنا کہ جہاں مطلق ذکر کیا ہے ہم تو مطلق ہی مراد لیں گے۔ کس قدر جہالت اور ہٹ دھرمی اور حق سے بُعد ہے۔

برخلاف پیر پرستان اہل اسلام کے نزدیک اپنی طرف سے کسی چیز کو رو اثار روا کرنا اور قرآن وحدیث کے خلاف اور اُن کے مقابلہ میں کسی بزرگ وامام کے قول کی سند پکڑنا اور اُن کے قول وفعل کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھنا اور ان کو اپنی جان و مال کا مالک کہنا یہ سب ناجائز قبیل شرک فی العادۃ سے ہیں۔

اعتراض۔ علامہ شہیدی نے غیر مقلدی کا رستہ نکالا ہے بلکہ تقلید شخصی میں شرک کا شائبہ بتلایا ہے۔ کیونکہ تنویر العینین میں ماہر حدیث عارف ناسخ ومنسوخ کے لئے لکھا ہے۔ ولیت شعری کیف یجوز تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشرک انتھے۔ یعنی جبکہ اپنے مقلد کے قول اجتہادی کے خلاف صریح اور صحیح غیر منسوخ حدیث ملے تو اس صورت میں تقلید شخصی کیسے جائز ہو سکتی ہے اگر باوجود اس کے بھی اپنے امام کا قول اجتہادی نہ چھوڑا تو اس میں شرک کی لگاوٹ ہے۔ اور فتاوی رشیدیہ ص۲۶ میں ہے وہ (یعنی علامہ شہید) یہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابوحنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سید صاحب (ان کے پیر) کا بھی یہی مشرب تھا۔ انتہی۔ **الجواب**۔ بعینہ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ دیگر اہل تحقیق علمائے احناف نے بھی تحریر فرمایا ہے کیا ان اکابر پر بھی غیر مقلدی کا الزام لگایا جائیگا۔ ملفوظات حضرت میرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند واحوال رواۃ آن معلوم است وبچند واسطہ بپیغمبر معصوم کہ خطا را بر آں راہ نیست بعمل نمی آرند و روایت کہ ناقلان آن قضاۃ ومفتیان اند واحوال ضبط وعدل آنہا معلوم نیست وبہ زیادہ از دہ واسطہ بپیغمبر مجتہد کہ خطا وصواب از شان اوست معمول گردیدہ است ربنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطانا۔ انتہی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مقالۃ الوصیہ میں تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ) فقہ کے مسئلے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملاتا رہے جو موافق ہو اُسے قبول کرے جو خلاف ہو اُسے ترک کرے کہ کالائے بد بریش خاوند۔ امت کو قیاسیہ مسائل کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملانا ضرور ہیں۔ اور ایسے فقہ دان متقشفہ کی بات نہ سننی چاہیئے جو ایک عالم کی تقلید کو سند سمجھ کے سنت کو ترک کرے ایسے سے دور رہنے میں خدا کا تقرب جانے۔ انتہی۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایسی تقلید کے متعلق فتاوی عزیزی ص۱۱ میں فرمایا ہے این بلائے تقلید ایشاں را بجائے کشیدہ کہ قول ہر یکے را از آحاد فقہاء در مقابل

حدیث می آرند و ترجیح می دہند و ایں از آن قبیل است کہ علما را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدا زیرا کہ درحدیث صحیح ترمذی آمدہ است کہ عدی بن حاتم از جناب نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم در تفسیر آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ عرض کرد کہ یارسول اللہ آیا ایشان رابخدا ئے نمی پرستیدند وخدای دانستند فرمودند کہ نگفتہ ایشان حلال وحرام می انستند گفت آرے فرمودند ہمیں است ارباب گرفتن وظاہراست کہ منصب تحریم تکلیف ونصب شریعت مخصوص بخدا است ، و بے نص قاطع او کسی را ایں منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا الخ۔ شاہ صاحب کی یہ تحریر بالکل تقویۃ الایمان باب اشراک فی العادات ص۳۳ و ص۳۵ کے مطابق ہے تقویۃ الایمان ص۳۵ میں ہے۔ قولہ ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیۃ و حدیث کے مقابلہ میں ان کے قول کی سند پکڑے الخ سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور ص۳۳ میں ہے۔ قولہ کسی کام کو روا نا روا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔ الخ ..... شاہ عبدالحق کا توشہ حلوہ ہی ہوتا ہے۔ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی پڑھتا ہے۔ اور بوعلی قلندر کی سہمنی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی سو سب بھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار۔ اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جدی قائم کرتے ہیں اور فتاوئ عزیزی ص۳۸ میں ہے نسبت بہ بزرگان یعنی اول یعنی مالک دروغ است و شرک فی التسمیہ (ملخصًا) اور حدیث انت ومالک لابیک میں لام انتفاع کے لئے ہے نہ تملیک کے لئے اور تقویۃ الایمان ص۵۳ میں ہے۔ ذرا سی بات میں کہا کہ تم ہماری جان و مال کے مالک ہو ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات ہے۔ انتہی۔

افسوس بلکہ ہزار افسوس تو یہ ہے کہ مؤلف تحقیقات بہ تقلید فاضلان بدایونی و بریلوی حضرت علامہ شہید پر تشنیع کرتے ہیں اور مولف کے پیر و استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم علامہ شہید کا نام لکھ کر نہایت ادب سے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور غیر مقلدین کے اکثر الزامات کو ان پر سے دفع فرماتے ہیں۔ (دیکھو انتصار الحق ص۱۰ و ص۱۲۵)۔

نوٹ:۔ پیر پرستوں پر سخت تعجب ہے کہ جھوٹ بولنے سے بھی کچھ نہیں خرماتے مجلس جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ کا ذکر کس قدر غلط تحریر کیا ہے مختصراً واقعہ یہ ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی عادت کے موافق حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب و مولانا مخصوص اللہ صاحب و مولانا رشید الدین خاں صاحب رحمہم اللہ کو علامہ شہید کا مخالف بنایا۔ ان کی خدمت میں جا جا کر بیان کیا کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل اور مولوی عبدالحی صاحبان علانیہ وعظوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ راہ جہنم ہے (معاذ اللہ)

اور بوسہ قبر کو شرک حقیقی اور مباشر کو قطعی مشرک کافر کہتے ہیں اور ایصال ثواب کو اگر کسی نے بغیر تخصیص اور بغیر التزام کے اتفاقیہ طور پر یا اپنی کسی جائز مصلحت دنیاوی سے بھی تیسرے دن کیا تو بھی ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ اس پر حضرات موصوفین برافروختہ ہوئے اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ چنانچہ جامع مسجد میں مولانا عبد الحی صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ اس امر کی تحقیق کے لئے تشریف لے گئے۔ استفسار پر انھوں نے ان مسائل کو جو ان حضرات اور ان کے خاندان کے معتقدات کے موافق تھے صاف صاف بیان کردیا۔ تب تو مولوی فضل رسول صاحب بہت شرمندہ ہوئے۔ جب ہی تو لکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ کا جواب چنداں جمہور کے مخالف نہ تھا لیکن افسوس پیر پرست اس کو کس قدر طول دیگر غلط اور جھوٹ بیان کرتے ہیں اپنی بیتی اہل حق پر مڑھتے ہیں۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ افسوس بوسہ قبر کو کس نے شرک حقیقی کہا ہے اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے یا عادۃ شرک اور فعل شرک کو شرک حقیقی سمجھا ہے۔ اور دوسرا تعجب یہ ہے کہ سیف الجبار صفحہ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے اکابر اس سے مباشر ہوتے تھے۔ اس قدر صریح جھوٹ بھلا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز و حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ ہمانے کبھی بوسۂ قبر دیا ہو جس کو فقہا نے ناجائز عادۃ نصاریٰ لکھا ہے دیگر تعجب یہ ہے کہ اذان بعد دفن کو فقہا نے مکروہ اور بدعۃ لکھا ہے (شرح عباب لابن حجر، خیر رملی در حاشیہ بحر، در البحار، توشیح شرح تنقیح لمحمود البلخی۔ فتاوی شامی) اور اس مجلس میں اس کا جواز طے ہوا۔ بھلا یہ حضرات علماء کرام شاگردان شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ اور اذان بعد دفن کی بدعت افسوس۔ غرض فاضل بدایونی نے علامہ شہید کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے شاگردوں اور مریدوں کی خدمت میں جاکر یہ طوفان برپا کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل عام وعظوں میں اور مجلسوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں کہ عبد العزیز کی راہ راہ جہنم ہے اور اسی طرح دیگر علماء کرام کے پاس جاکر طرح طرح کے بہتان باندھتے تھے۔ جب جھوٹ کھلتا تو تقیہ کا الزام لگا دیتے تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ فاضل بدایونی کی کوشش سے کوئی عالم باوجود اہل حق ہونے کے بھی علامہ شہید سے بدظن رہا ہو اور ہذیانات خرسولیہ کو باور کر لیا ہو۔ اور رفع بدظنی کی نوبت نہ آئی ہو جیسے کہ بخاری جیسے محدثین امام اعظمؒ سے بدظن رہے یا پیر پرستوں کے عقائد سے ناواقفیت کی وجہ سے اہل حق کو شدت اور سختی پر سمجھتا ہو۔ اور بعض علماء اہل حق کا کسی جزئی مسئلہ میں فقہائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے ایک جانب کو اختیار کرنا اور ترجیح دینا یا جہلا اور عوام کے عقائد و اعمال سے ناواقفیت کی وجہ سے افتا میں اختلاف ہونا اور ہے جو علماء باللہ میں ہمیشہ سے متوارث ہے۔

الکواکب المشرقۃ فی کشف ضلال زنادقہ

اب تقویۃ الایمان کے چاروں مطالب اشراک فی العبادۃ واشراک فی التصرف واشراک فی العلم واشراک فی العادۃ تو ختم ہو گئے لیکن جب آفتاب توحید کی چار دانگ عالم میں کرنیں پڑیں اور قلعہ قبر پرستی و پیر پرستی کی بنیادیں متزلزل ہوئیں اور پیر پرستوں کی آرنی میں رخنہ پڑا اور ان عقائد و اعمال شرکیہ میں پیر پرستوں سے کچھ جواب نہ ہو سکا تو پیر پرستوں نے اپنے عقائد شرکیہ پر پردہ ڈالنے کی غرض سے عبارات تقویۃ الایمان کو مقدم و مؤخر اور قرائن حالیہ و مقالیہ سے قطع و برید کر کے ملمع چڑھا کر اصل مطالب کو بدلا کر افترا باندھ کر لفظی گرفتیں کر کے عام جاہلوں کو اغوا کرنا اور اس نور کو ماند کرنا چاہا۔ مگر بقول شخصے آسمان کا تھوکا منہ کو آتا ہے یا ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد کسے گر تف زند ریشش بسوزد

اہل علم کی نظروں میں اپنی رہی سہی وقعت بھی نذر کر دی اور اپنی عاقبت بھی خراب کی بعض کا مضامین کے ضمن میں جواب گزر چکا اور اکثر کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے اور خارجی قولی و فعلی بے اصل بہتانات کا جو اہل علم میں ہذیانات فرسودہ مشہور ہیں جواب فضول ہے و ما انا اشرع واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(۱) تقویۃ الایمان ص۴۴ سے اقراری کفر نقل ہے **قولہ** (قرب قیامت کی ایک حدیث کے بعد) سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ **اعتراض** یعنی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مر گیا۔ اب تمام دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے۔ لہٰذا یہ شخص خود بھی اپنے اقرار سے کافر ہے۔

الجواب اہل ایمان ذرا خیال فرمائیو کہ اس عبارت میں شہید نے کہاں اپنے کفر کا اقرار کیا ہے جس کو معترض نے اقراری کفر سے تعبیر کیا ہے۔ شہید علیہ الرحمۃ کی اگلی عبارت کو جو اس کا لفظ یعنی سے مطلب بیان کیا ہے حذف کر ڈالا ہے۔ عبارت یہ ہے **قولہ** سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں (یعنی معبود) اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں جیسا برہمن سے پوچھنا۔ شگون لینا، ساعت ماننا، سیتلا مسانی پوجنا، ہنومان، لوناچماری، کلوا پیر کی دہائی دینی، ہولی دیوالی کا تہوار کرنا الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی۔ الخ اب صاف اس کا یہ مطلب ہوا کہ پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق شروع ہو گیا۔ فتدبر۔ مگر تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

(۲) **تقویۃ الایمان** ص۱۹ سے نقل ہے **قولہ** ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو

پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام ہے جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے۔ **اعتراض** حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السّلام والرحمۃ کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ۔ **الجواب**۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ علامہ شہید نے اپنی عبارت میں علانیہ کیا اشارۃً بھی حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کی نسبت کچھ ارقام نہیں فرمایا ہے صاف صاف توحید کی تعلیم دی ہے اور یہ جملہ اور کسی سے ہم کو کیا کام ولا الٰہ غیرک کا ماحصل ہے اور لفظ چوہڑے چمار کا ترجمہ کسی اہل لغت نے انبیاء و اولیاء نہیں کیا ہے علامہ شہید نے اُن لوگوں کی نسبت لکھا ہے جو لونا چماری اور کلوا بیرا اور بھوانی و کالی وغیرہ وغیرہ کے ماننے والے ہیں لیکن معترضین نے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کا مصداق بنا لیا اور علانیہ چوہڑے و چمار لکھ دیا۔ اگر کوئی شخص کہے کہ چمار کو بلا لاؤ یا چوہڑے کو لے آؤ تو کیا اس سے مراد انبیاء و اولیاء ہوں گے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

(۳) **تقویۃ الایمان** ص۱۴ سے نقل ہے۔ **قولہ** جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ **اعتراض**۔ یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کا صاف انکار کر دیا۔ **الجواب** لاحول ولا قوۃ الا باللہ کس قدر بہتان بندی اور مجنونانہ اعتراض ہے۔ پیغمبروں کے آنے کا اقرار بھی ہے اور ان کا انکار بھی ہے وہ بھی صاف۔ ضلع دہلی اور اس کے گرد و نواح کے محاورہ میں اللہ کو ماننے کے معنیٰ اللہ کو معبود برحق یقین کرنے کے بھی ہیں اور اللہ کے سوا کسی کو نہ ماننے یعنی معبود نہ جانے ایسے موقع پر اس معنی میں یہ لفظ عام مستعمل ہے اور بول چال میں عام شائع ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان میں کئی جگہ ہے۔ مثلاً بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسٰی کو مانتے ہیں۔ فلانے کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلانے کو مانو گے تو یوں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں البتہ تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

(۴) **تقویۃ الایمان** ص۲۹ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب فضائل و کمالات عبدہٗ و رسولہٗ کہہ دینے میں آ جاتے ہیں۔ **اعتراض**۔ یہ حضور کے سب فضائل خاصہ سے کفر ہے۔ **الجواب** معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک ہر چیز کفر ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے مکتوبات کے نویں رسالہ میں الدین النصیحۃ کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ تمام کمالات ظاہری اور باطنی جتنے ہیں وہ سب عبدہ و رسولہ میں آ گئے۔ اور عبودیت خاص آپ کی ذات شریف سے مخصوص ہے کہ حقیقی بندہ آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ خدا خدا ہے اور وہ بندہ اس کے۔ انتہی۔ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

قدس سرہ جلد اول نول کشور صفحہ ۲۶۷ میں ہے بمرتبۂ عبدیت کہ فوق جمیع مراتب کمال است۔ اور رسالت اصلیہ حقیقیہ بھی آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ خود بہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے لا تطرونی فقولوا عبد الله ورسوله متفق علیہ هکذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری۔

(۵) تقویۃ الایمان صفحہ ۸۳ سے نقل ہے۔ قولہ ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ (رسالت تعالیٰ) اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں انتہیٰ مختصراً۔ اعتراض۔ اس کفر نے معجزے درکنار رسالت بھی اڑا دی اور صفحہ ۸۸ میں ہے قولہ سب لوگوں سے مجھ کو امتیاز یہی ہے کہ میں اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل۔ اعتراض۔ اب ہدایت بھی گئی۔ نری احکام دانی رہ گئی۔ الجواب یہ قول قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ کا ترجمہ ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت میں قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب الآیۃ بالکل تقویۃ الایمان کے قول کے مطابق موضح القرآن میں لکھتے ہیں یعنی پیغمبر آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھنے کا فرق ہے۔ انتہیٰ معترض صاحب شاہ صاحب قدس سرہ پر بھی کچھ فتویٰ لگائے بالی کج فہمی پر روئیے۔

(۶) تقویۃ الایمان صفحہ ۸۲ سے نقل ہے قولہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں کب سجدہ کے لائق ہوں۔ اعتراض۔ اس میں حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔

الجواب۔ حاشا وکلا علامہ شہید حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر نہیں۔ مٹی میں ملنا عام دو معنی کو شامل ہے۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی میں ملنا۔ دوسرے بعینہٖ محفوظ رہتے ہوئے مٹی میں ملنا کہ چاروں طرف سے مٹی احاطہ کرلے اور بالکل مٹی میں ملصق اور پیوست ہو جائے۔ یہاں مراد دوسرے معنی ہیں۔ یعنی مر کر مٹی میں ملنا یعنی بدن کا زیر خاک سپرد ہونا اور ہے اور خود بدن کا مٹی ہونا یا مٹی بن جانا دوسری شئے ہے۔ قال الطیبی فاذا صارت رهین رمس امتنعت عنه فلا ینبغی السجدة الخ (لمعات ومرقاۃ) عام طور پر بولا جاتا ہے کہ جو گیہوؤں میں مل گئے۔ اور مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنے میں فرق نکالنا باطل ہے جبکہ مردہ بالکل مٹی کے اندر غائب اور چھپا ہوتا ہے۔ فتفکر ۔۔ اور محدث گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں اور علامہ نانوتوی نے مستقل رسالہ آبِ حیات میں اور شیخ الہند نے حاشیہ ابوداؤد میں مولانا سہارنپوری نے شرح ابوداؤد میں اور مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں حضور علیہ السلام کی جسمی حقیقی برزخی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے

(۷) تقویۃ الایمان صفحہ ۵۳ سے نقل ہے۔ قولہ یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا

کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات بہت غلط ہے الخ **اعتراض**۔ یہ قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العٰلمون الآیۃ۔ **الجواب** ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر بیہودہ اعتراض ہے علامہ شہید عوام الناس کے غلط خیال اور ان کے بہانہ کو کہ نہ ہم قرآن سمجھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کر سکتے ہیں یہ بزرگوں کا کام ہے۔ لہٰذا ہم کو اپنی پرانی رسموں ہی پر عمل مناسب ہے۔ اس کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ خیال ہرگز نہ چاہیئے۔ خدا و رسول کا کلام سمجھنا مشکل نہیں سمجھنے کی کوشش کرو تم خود عالم بن جاؤ گے۔ عمل کرو تم خود بزرگ بن جاؤ گے۔ چنانچہ چند سطر بعد لکھتے ہیں بلکہ یوں کہا چاہیئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ بن جاتے ہیں)۔ باقی رہا یہ کہ کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے صحیح ہے۔ کیونکہ علامہ شہید ظواہر و نصوص کی نسبت بیان فرماتے ہیں جن کے معنی بالاجماع بالکل ظاہر ہوتے ہیں ما ظہر معناہ نہ دقائق و غوامض و اشارات۔ قرآن کریم کی نسبت ذکر کرتے ہیں کچھ تو تعصب سے الگ ہو کر غور کرو۔

(۸) **تقویۃ الایمان** صفحہ ۲۴ سے نقل ہے **قولہ** عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیۃ۔ سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے۔ **اعتراض** اس میں صاف صاف کہہ دیا کہ فی الحال اللہ کو علم غیب نہیں ہاں اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے معلوم کر لے اور یہ کفر ہے۔ **الجواب** معترض صاحب اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور کمالین میں دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی اور مطلب علامہ شہید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک اور کمالین میں بھی موجود کہ یہ علی وجہ الاستعارہ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیوب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے دریافت کر لے اور نیز اگر لیعلم اللہ الذین آمنوا الآیۃ اور ولیعلمن اللہ الذین صدقوا الآیۃ ولنعلم الآیۃ وغیرہا آیات کثیرہ قرآنیہ کی تفسیر کو دیکھ لیتے تو کبھی اعتراض نہ کرتے۔ تفسیر جلالین اور بیضاوی اور تفسیر عزیزی سورۃ آل عمران اور سیقول میں دیکھ لیتے تو تسلی ہو جاتی۔ ای علم ظہور۔ و دالستن [illegible] حال کہ بدون وجود معلوم تحقق نمی شود۔

مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی میں آتا ہے۔ ایک علم غیب اجمالی بسیط فعلی ہے

جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف تامہ کا منشاء ہے، اور تمام معلومات الٰہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفسہٖ نہ بصورتہٖ اسی لئے اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی یہی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عنداللہ تعالیٰ صور علمیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الٰہی اپنی صور علمیہ کے ساتھ عنداللہ حاضر ہیں۔ یہ علم اجمالی کے تابع اور بعد ہے یہ من وجہٍ علم غیب اور من وجہٍ علم شہادۃ ہے یعنی یہ دراصل عنداللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ما غاب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے۔ ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے۔ یہ غیب یعنی صور علمیہ مجعول اور حادث ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے پس غیب کا دریافت کرنا یعنی ان صور علمیہ کو دریافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صور علمیہ کے ساتھ تعلق اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے عندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو اسی طرف اشارہ ہے۔ یعنی علم غیب اجمالی بسیط جو صفت کمالیہ ہے بمنزلہ مفتاح کے ہے صور علمیہ تفصیلی کے لئے جو تمام مخلوق سے غائب ہیں۔ ان صور علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہی ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے خود ہی غیب کی بات معلوم کرے اور ان صور علمیہ پر اطلاع پالے۔ کیونکہ یہ وہی کرسکتا ہے جس کے پاس ان غیوب اور صور علمیہ کی کنجیاں ہوں یعنی جس میں انکشاف رہ ہو۔

(۹) اور بعض جگہ تقویۃ الایمان میں ذات باری پر شخص کا جو اطلاق کیا گیا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ شخص کا اطلاق شریعت میں ذات باری پر ثابت ہے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاق فرمایا ہے لا شخص اغیر من اللہ (بخاری ص ۱۱۰۳ ج ۲) لیکن یہ متشابہات سے ہے جیسے ید و وجہ وغیرہ فلیتامل (دالتفصیل فی الکرمانی علی حاشیہ)

(۱۰) تقویۃ الایمان ص ۱۵ سے نقل ہے۔ **قولہ** شرک نہ بخشا جاویگا جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی پھر اگر بڑے درجہ کا شرک ہے کہ جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہیگا۔ اور جو اس سے ورے درجہ کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہے سو پاوےگا اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو سزائیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دیوے چاہے معاف کرے۔ انتہی۔ اعتراض اس سے معلوم ہوا کہ شرک اصغر جو گناہ کبیرہ ہیں نہ بخشے جائیں گے۔ ان کی سزا ضرور ملے گی یہ معتزلیوں کا عقیدہ ہے۔ الجواب معتزلی عقیدہ ہرگز نہیں۔ ہاں علامہ شہیدؒ کی اہل سنت کے مذہب کے موافق اس باب میں تحقیق جدید ضرور ہے۔ دراصل ان اللہ لا یغفر ان یشرک

بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء الایۃ میں جمہور اہل سنت نے دو صورتیں تجویز کی ہیں ایک یہ کہ شرک بمعنی کفر لیا جائے یعنی کفر نہ بخشا جائیگا۔ اس کے علاوہ سب گناہ بخشے جا سکتے ہیں اور شرک بھی کفر میں داخل ہے دوسرے شرک کو شرک ہی کے معنی میں رہنے دیا جائے اور مادون کے معنی شرک سے کم درجہ کے گناہ مراد لئے جائیں اور کفر مادون ذٰلک میں داخل نہیں کہ کفر شرک سے کم درجہ نہیں ہے اور علامہ شہیدؒ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ شرک کو اپنے معنی عموم شرعی میں رکھنا چاہیئے کہ ہر قسم کے شرک باللہ کی سزا ضرور ملے گی یعنی جس شرک سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اس کی سزا جہنم دائمی ہے اور دوسرے درجہ کے شرک کی جو سزا مقرر ہے وہ حسب وعید خداوندی ملے گی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض ریاکاروں کے اعمال ان کے منہ پر چھوڑ کر مار دیئے جائیں گے اور ان کو رسوا کیا جائیگا بس اس کی یہی سزا شاید مقرر ہے (کرمانی علی حاشیۃ البخاری) اور خصوصاً ایسے عمل میں جس میں شرک کی آمیزش ہے باتفاق اہل سنت حبط عمل کی سزا تو ضرور ہی ہے (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) اور باقی جس قدر گناہ کبیرہ ہیں وہ سب خدا کی مرضی پر ہیں چاہے بخشدے چاہے سزا دے بہرحال اس میں معتزلے کے مذہب کی ہرگز موافقت نہوئی۔ ان کے نزدیک تو بوجہ خروج عن الایمان ہر گناہ کبیرہ کی سزا مخلد جہنمی واجب ہے۔ فتفکر۔

(۱۱) اعتراض۔ تقویۃ الایمان بیان شفاعت میں شفاعت کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ شفاعۃ بالوجاہت۔ شفاعت بالمحبت۔ شفاعت بالاذن پہلی دو قسموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ناجائز مانا اور تیسری کو ثابت کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا اس قدر عند اللہ وجاہت نہیں اور کیا حضور علیہ السلام خدا کے حبیب نہیں کہ آپ کی محبت یا وجاہت قبول شفاعت کی وجہ بنجائے اور تیسری قسم کو جو مانا ہے اس میں بھی بعض ایسی شرطیں لگائی ہیں جو بالکل گناہ ہی نہیں رہتا حالانکہ حضور علیہ السلام اہل کبائر کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۱) ہمیشہ کا چور نہیں۔ (۲) چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھیرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے۔ رات دن ڈرتا ہے۔ (۳) بادشاہ کے آئین کو سرو آنکھوں پر رکھکر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے۔ (۴) بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا (۵) اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا الخ پس جب گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو بس یہی توبہ ہے۔ الندم توبۃ الحدیث۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ الحدیث

الجواب بیشک تقویۃ الایمان میں اہل دنیا کی سفارش کو کئی طرح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں سو اس دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ الخ اول یہ بادشاہ کا کسی امیر سے دب کر سفارش مان لینا کہ کہیں اس کے ناخوش ہو جانے سے میری سلطنت کی رونق نہ گھٹ جائے اس کو شفاعت وجاہت کہا ہے اور یہ سفارش

جناب باری میں ممکن نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ سفارشی کی محبت سے لاچار ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ اس کے روٹھ
جانے سے مجھ کو بہت رنج ہوگا سفارش مان لینا اس کو شفاعت محبت کہا ہے۔ یہ بھی جناب باری میں
ممکن نہیں اور تیسرے یہ کہ کوئی امیر وزیر خود بادشاہ کی مرضی پاکر کسی تقصیر دار کی سفارش کرتا ہے اور
بادشاہ اس امیر کی عزت و وجاہت بڑھانے کو یہ مرتبہ اس کو عنایت فرماتا ہے اس کو شفاعۃ بالاذن کہا
ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ اور یہی شفاعت بالاذن قرآن و حدیث
سے ثابت ہے۔ کیونکہ خداوند تعالے کسی سے دبنے والا اور کسی کی محبت سے مجبور اور لاچار ہونے والا نہیں
ہے (ملخصاً) یعنی خدائے تعالیٰ اپنی مہربانی سے کسی گناہ گار کو بخشنا چاہتا ہے مگر چونکہ خداوند عالم مسبب الاسباب
ہے تو اپنی عادت کے موافق بے سبب نہ بخشے گا بلکہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو ان کی عزت و وجاہت
و عزت بڑھانے کو یہ مرتبہ ان کو عنایت فرمائے گا۔ شفاعت کا اذن دے کر بخشنے کا سبب و وجہ قائم کر دیگا۔ الغرض
یہ بات نہیں کہ شفاعت بالاذن کے مفہوم میں شفیع کی عزت و محبت و وجاہت ملحوظ نہیں۔ تقویۃ الایمان
میں خود شفاعت بالاذن کے بیان میں یہ الفاظ موجود ہیں مگر معترض ان کو حذف کر کے دھوکا دیتا ہے
اور شفاعت کبری اور شفاعت دخول جنت بلا حساب ہر دو شفاعتیں تو آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم سے مخصوص ہیں اور باقی بین اور شفاعتیں احادیث کثیرہ سے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء
کے لئے بھی ثابت ہیں (نووی شرح مسلم) اور تقویۃ الایمان میں شفاعت کبری کی کچھ خاص مخصوص بحث
نہیں ہے مطلق شفاعت کا بیان ہے۔ فافہم۔ باقی رہا شفاعت میں جو شرطیں لگائی ہیں بعض تو نفس
ایمان اور اس کے لوازمات و مقتضیات کے اثبات میں اور بعض کفر و شرک سے اجتناب کے لئے ہیں
کیونکہ بالاتفاق کافر اور مشرک کی شفاعت نہیں اور بعض قیود اس لئے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کچھ طاعت
اوامر و نواہی پر عمل بھی کیا ہو اگر ایمان کے علاوہ طاعت کچھ بھی نہیں کی تمام عمر ہمیشہ گناہوں اور نافرمانیوں
میں گذری تو بھی شفاعت نہیں بلکہ خداوند تعالے خود ایسوں کو محض اپنے فضل و عفو سے بخشے گا۔
بخاری صفحہ ۱۱۰۷ میں ہے۔ فیشفع النبیون والملائکۃ والمؤمنون فیقول الجبار بقیت شفاعتی
فیقبض قبضۃ الخ بغیر عمل عملوہ ولا خیر قدموہ الحدیث اور عینی میں اسی حدیث کے تحت میں ہے
علم منہ ان شفاعۃ الملائکۃ والنبیین والمؤمنین فیمن کان لہ طاعۃ غیر الایمان الذی
لا یطلع علیہ الا اللہ انتھی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ کرتا ہے تو ایسا سمجھتا ہے جیسے پہاڑ
ٹوٹ پڑا۔ اور فاسق کافر جیسے ناک پر مکھی آ بیٹھی اور اڑا دی (بخاری شریف) ویذکر عن الحسن ما خافہ
الا مومن ولا امنہ الا منافق (بخاری شریف) الاصرار علی الکبیرۃ کفر حقیقی ای یخشی علیہ

(شرح فقہ اکبر) اور یہ بھی یاد رہے کہ توبہ فقط شرمندہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ دیدہ دانستہ کس قدر جاہلوں کو دھوکا دیا جاتا ہے بلکہ الندم و العزم علی عدم العود (عینی) توبہ ہے نہ صرف ندامت وھو اعظم ارکان التوبۃ ولذلک ورد الندم توبۃ (شرح فقہ اکبر لملا علی) وارشاد المہتدی صـ ۱۲۳ مطبوعہ مصر) اور بنا بر تسلیم دوسرا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں استحقاق شفاعت کا بیان ہے نہ وقوع شفاعت کا اور گناہ کبیرہ کا پیشہ ور مستحق شفاعت نہیں۔ شرح عقائد نسفیہ مجتبائی کے حاشیہ میں ہے۔ الحکم فی المکروہ ان یستحق مرتکبہ حرمان الشفاعۃ کما ذکر فی التلویح فیکون حرمان اھل الکبائر اولی۔ اور حدیث شریف میں ہے من ترک سنتی لم ینل شفاعتی (یعنی لم یستحق شفاعتی وان کان وقوع شفاعتی لاھل الکبائر ایضًا) (توضیح وفتاوی شامی)

اور یہ بھی واضح ہو کہ بخاری میں ہے فیؤذن لی فیحد لی حدًا اشفع تشفع الحدیث اور مواہب لدنیہ فصل ۲ مقصد ۵ میں ہے بل ربہ تبارک وتعالٰی یاذن لہ فی الشفاعۃ فیشفع فیمن شاء اللہ ان یشفع فیہ ولا یشفع فی غیر من اذن لہ ورضیہ انتھی۔ اور علامہ زین الدین تلمیذ ابن حجر مکی مرشد الطلاب میں لکھتے ہیں۔ بل یشفع لمن اذن اللہ فی شفاعتہ انتھی۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ اذن شفاعت آپ کو مل چکا ہے۔ لقولہ علیہ السلام اعطیت الشفاعۃ مگر ادب عظمت جلال کبریائی کی وجہ سے آپ قیامت میں بھی اذن لیں گے اور آپ کو اذن دیا جائیگا۔ اور حد مقرر کردی جائے گی جن کے متعلق اللہ تعالٰی کو شفاعت کرانا منظور ہوگی انہیں کے متعلق آپ شفاعت فرمائیں گے۔ اور جن کے بارے میں اللہ تعالٰے کو شفاعت کرانا منظور نہ ہوگی ہرگز شفاعت نہ فرمائیں گے۔

(۱۲) تقویۃ الایمان میں لکھا ہے قولہ کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ پس انبیاء و اولیاء کی ایسی ہی تعظیم کرنا چاہیئے جیسے کہ انسانوں کی نہ خدا کی سی (ملخصًا)۔ اعتراض۔ کیا ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کا بس یہی مرتبہ ہے جیسے بڑے حقیقی نسبی بھائی کا۔ جواب معاذ اللہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رتبے میں بڑے حقیقی نسبی بھائی بلکہ باپ کے برابر نہیں سمجھ سکتا۔ (ہمارے ہزاروں ماں باپ آپ پر فدا ہوں) بلکہ علامہ شہید مرحوم نے ایک حدیث شریف اکرموا اخاکم کا ترجمہ و مطلب اور اس میں ایک نکتہ بیان فرمایا ہے یعنی حضور علیہ السلام نے چونکہ اکرمونی نہیں فرمایا بلکہ جب ایک صحابی نے سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو حضور نے منع فرما کر اکرموا اخاکم فرمایا ہے تو اس کی وجہ بلاغت کی رو سے یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان بوجہ قطعی نفس انسانیت اور بشریت میں مشترک ہیں۔ اس اشتراک کی ذاتی وجہ سے تمام بنی نوع انسان آپس

میں انسانی بھائی ہوئے تو پس وہ انسان جو سب سے بڑا اور اشرف و اعلیٰ ہے اور نبیوں کا نبی اور اکمل الخلق ہے وہ سب سے بڑا انسانی بھائی ہوا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میری انسانوں کی سی تعظیم کرنی چاہیئے۔ اور اسی قدر ہونی چاہیئے جو بنی نوع انسان کے سب سے بڑے کے لئے ہونی چاہیئے۔ نہ خدا کی سی سجدہ وغیرہ چنانچہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں مصرح موجود ہے۔ دیکھئے عبارت یہ ہے کہ ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ خدا کی سی (سجدہ وغیرہ) یعنی حضور علیہ السلام چونکہ تمام انسانوں کے سردار اور افضل البشر ہیں تو ان کی تعظیم بھی انسانی تعظیم کے دائرہ حد میں رکھنا چاہیئے۔ غرض شاہ صاحب تمام مراتب کا لحاظ رکھ رہے ہیں صرف اس حد تک جانے سے روک رہے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی حد ہے۔ ورنہ رشتہ رُوحی اور ایمان میں آپ ابُ المومنین و نبی الانبیاء ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان ص۲۳ میں تصریح فرماتے ہیں سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ص۶۱ میں ہے کہ ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک اُن کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد توحید اور رسالت کی شہادت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان العباد کلھم اخوۃ کی شہادت کی بھی تعلیم دیتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر صلوتہ اللّٰھم ربنا و رب کل شیٔ انا شھید انک انت الرب وحدک لا شریک لک اللھم ربنا و رب کل شیٔ انا شھید ان محمدا عبدک و رسولک اللّٰھم ربنا و رب کل شیٔ انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ الخ (ابو داؤد مطبوعہ مجتبائی ص۲۱۱ کتاب الصلوۃ باب مایقول الرجل اذا سلم) مگر افسوس اہل بدعت نے صاف اور سیدھے مطلب پر کس قدر شور مچایا ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی رحؒ نے فتوحات مکی کے پانچویں باب میں لکھا ہے فتحی الاخوان وھم الاصحاب ان پر بھی کچھ فتویٰ لگائیں۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھائی کہا ہے۔ انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ فصل ۳) پس نفس انسانیت میں اشتراک کی وجہ سے انسانی بھائی ہونے کا اقرار ضروری ہے اور اس کے کہنے میں شرعاً کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوم کا بھائی کہا ہے۔ ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا الآیۃ۔ والی مدین اخاھم شعیبا الآیۃ۔ والی عاد اخاھم ھودا الآیۃ۔ بدعتی لوگ تقویۃ الایمان کی عبارت کا بدنیتی کے ساتھ خلاصہ کر کے اپنے الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں اور انسانی بھائی سے مراد رشتہ کا بھائی قرار دیتے ہیں محض اتنے تصرف سے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے سو اصل بدعتی گروہ یہ چاہتا ہی نہیں کہ قرآن کریم اور حدیث اپنے اصلی رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوں۔ یہ جانتے ہیں کہ اگر قرآن کریم اور حدیث کے مضامین

دنیا پر ظاہر ہو۔ ۔ ۔ تو ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا اس وجہ سے انھوں نے اپنے اختراعی رسم ورواج کی حفاظت کی خاطر یہ شدید ترین چالا کی اختیار کی ہے کہ جہاں کسی نے مضمون قرآن وحدیث بیان کیا اور انھوں نے غل مچادیا کہ اس میں توہین ہے، اس میں گستاخی ہے۔ اگر کسی کو مضامین قرآن یا حدیث صحیح طور پر بے دھڑک بیان کرنے کی ہمت ہی نہ ہو۔ پس یہ لوگ اپنے خانہ ساز ادب کے پردے میں در حقیقت قرآن شریف اور حدیث شریف کی آواز کو روکنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر عام طور پر اکثر کمزور علماء امر حق کے اظہار سے قاصر ہو گئے کہ دنیا بھر کی ملامت اور اس کی بوچھاڑ کون سر پر لے۔

(۱۳) **اعتراض**۔ تقویۃ الایمان میں رسول اکرم فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چمار سے ذلیل کہا ہے عبارت یہ ہے **قولہ** جس نے اللہ کا حق (عبادت) اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے (یعنی بہت بڑے) کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل (یعنی بہت بڑے ذلیل کو لانہ لا واسطۃ بین الخالق والمخلوق) کو دیدیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ اور دوسری جگہ کہا ہے ذرۂ ناچیز سے کمتر۔ **الجواب** یہ خلاف بدعتیوں کے گستاخ تخیل نے گھڑا ہے۔ تقویۃ الایمان میں حضور علیہ السلام کی شان میں ہرگز یہ نہیں لکھا کہ آپ خاکم بدہن چمار سے ذلیل ہیں معاذ اللہ معاذ اللہ۔ خود ہی یہ لفظ منہ سے نکال کر توہین کرتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ لکھا ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کے مرتبہ کے مقابلہ میں چمار کا درجہ ہے۔ اس خدائے قدوس کی عظمت وجلال کے مقابلہ میں تمام مخلوق کی عظمت کا مرتبہ گو قرب الٰہی میں دوسروں کے اعتبار سے کیسا ہی عظیم وعزیز ہو اس سے بھی ادنیٰ اور حقیر ہے۔ کیونکہ بادشاہ اور چمار پھر بھی دونوں مخلوق انسان محتاج ہیں لیکن خالق ومخلوق میں کوئی بھی نسبت نہیں۔ غرض بادشاہ اور چمار میں جو نسبت ہے اور خالق ومخلوق میں جو نسبت ہے ان ہر دو میں تفاوت ظاہر کیا ہے اور بادشاہ کے مقابلہ میں چمار کو اور خالق کے مقابلہ میں مخلوق کو رکھا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس میں نام تک بھی نہیں آیا۔ یعنی جیسے بادشاہ کا تاج کسی چمار کے سر پر رکھ دیا جائے ظلم ہوگا اس سے بڑھ کر یہ بے انصافی ہے کہ خداوند عالم کا حق کسی بندے کو دے دیا جائے۔ چمار تو انقلاب زمانہ سے بادشاہ بن کر مستحق تاج کا بن بھی سکتا ہے لیکن مخلوق خواہ کسی قدر عظیم المرتبت ہو جائے خالق مخلوقات جل شانہ کے حقوق کا مستحق بن ہی نہیں سکتا۔ معاذ اللہ اگر اسی طرح عموم کو خصوص کے قالب میں ڈھال لینے کا یہ بدعتی قانون صحیح قرار دیا جائے تو پھر آیتہ حملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولا میں بھی یہی قانون جاری کر کے قرآن کریم سے بھی توہین نبی کریم صلعم کی نکل آئے گی۔ ان لفظوں ظلوم وجہول پر دیکھا جائے بدعتیوں کی خرمستی کہاں تک پہونچی

ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد قرآن کریم پر بھی پھبتیاں اڑانے لگیں اور فرمانے لگیں کہ قرآن کریم بھی کسی وہابی کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ استغفر اللہ۔

غرض یہ بدعتی گروہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا منکر ہے۔ اور ان خانہ ساز تو ہینوں کی آڑ پکڑ کر خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں مخلوق کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت شان کا ذکر آیا اور یہ گھبرائے کہ انبیاء کی توہین ہوگئی۔ نہ معلوم ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔

اصل بات یہ ہے کہ جس قدر عارف کے قلب پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی قدر تمام مخلوق عظمت الٰہی کے سامنے حقیر معلوم ہونے لگتی ہے۔ (۱) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف ص۴۵ باب ۶۳ ذکر بدایۃ و نہایۃ میں فرمایا ہے لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عندہ کالاباعر انتھی۔ اور (۲) ایسے ہی فوائد الفواد کی تیسری جلد آٹھویں مجلس میں حضرت شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ملفوظات میں ہے (ترجمہ) کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ تمام مخلوق اسکو ایسی دکھائی نہ دے جیسے کہ پشک یعنی اونٹ کی مینگنی۔ (۳) اور حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین کے آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ میں لکھا ہے کہ تمام مخلوقات ملائکہ و جن و انس عرش و کرسی و لوح و زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ عظمت الٰہی کے روبرو رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہے۔ انتھی۔ (۴) اور عارف منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب ۳۵ میں لکھا ہے کہ جب تو اس ذات کی عظمت و جلال کا خیال کرے تو تمام مخلوق عدم نظر آئے۔ (۵) اور تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر مدارک میں ان کل من فی السموٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا الآیۃ کے معنی میں عاجز اور ذلیل لکھے ہیں۔ فافہم۔

(۱۴) پیر پرست اور اہل بدعت مشہور کرتے ہیں کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے۔ جواب۔ یہ محض غلط اور افترا ہے اور دعویٰ بے دلیل ہے۔ اہل علم پر جنھوں نے کتاب التوحید کے مضامین کو جو سیف الجبار للفاضل البدایونی میں نقل ہے دیکھا ہو گا ظاہر ہے کہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں کچھ مناسبت نہیں وہ شخص شفاعت کا بالکل منکر۔ اور روضہ منورہ کو صنم اکبر کہتا تھا معاذ اللہ۔ وہ کہتا تھا کہ ہمارے ہاتھ کی لکڑی ذات سرور کائنات سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ اور بے دلیل لوگوں کو کافر کہنا اور بے گناہ خون بہانا اس کی مشہور خصلت تھی اور تمام شعبہ ہائے شرک کو شرک اکبر اور شرک خفی کو شرک جلی اور شرک اصغر کو اکبر اور فاعل کو مشرک حقیقی جانتا تھا۔ اور توسل بالانبیاء والاولیاء علیہم السلام والرحمۃ کو شرک کہتا تھا۔ بھلا تقویۃ الایمان میں ایسے خبیث مضامین کا کہیں

پتہ چل سکتا ہے۔ لیکن ابھی ابھی کتاب التوحید مطبع فاروقی دہلی کی چھپی ہوئی مجھکو دستیاب ہو گئی ہے۔ میں نے اوّل سے آخر تک اس کو بغور دیکھا ہے ص۳۳ میں مومنین کے لئے شفاعت کا اثبات کیا ہے اور ص۱۰۲ میں ہے۔ نھیہ عن زیارۃ قبرہ علی وجہ مخصوص مع ان زیارتہ من افضل الاعمال اور صلوٰۃ الرجل وسلامہ علیہ تبلغہ۔ اور کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ تعرض اعمال امتہ۔ غرض کوئی مسئلہ اس میں محدثین کے خلاف نظر نہ پڑا۔ البتہ نذر لغیر اللہ اور استعاذہ بغیر اللہ اور ندا استغاثہ بغیر اللہ کو شرک اکبر لکھا ہے اور وہ عبارتیں جو سیف الجبار میں کتاب التوحید سے منقول ہیں اور ویسا مضمون کتاب التوحید میں کہیں نہیں۔ ہاں اگر کہیں اور کسی کتاب میں اس کے یا اس کے مقتدیوں کے عقائد باطلہ فاسدہ اور افعال ذائغہ مذکور ہوں تو ہوں مجھے تحقیق نہیں۔ اور معاصر مخالفین کی جرح کا چنداں اعتبار نہیں ہوتا کتاب التوحید اور علماء مکہ کی تردید جو سیف الجبار میں ہے وہ فرضی ہے۔ بہرحال جس قدر اہل حق کو پیر پرستوں سے اختلاف عقائد ہے اسی قدر وہابیوں سے اختلاف عقائد ہے۔ یہ حضرات نہ وہابی ہیں نہ بدعتی پیر پرست بلکہ پکے اہل سنت والجماعت ہیں۔ افراط تفریط سے علیحدہ ہیں۔ اگر ادھر پیر پرستوں نے شرک تک نوبت پہنچادی ہے اور طرح طرح کی بدعات و شرکیات کا ارتکاب کرتے ہیں تو ادھر وہابی فرقہ سنا ہے۔ بزرگوں کے فیوض سے منکر ہو کر توسل تک کو ناجائز بلکہ شرک کہتا ہے اور بلا تفصیل مطلق ندا یا رسول اللہ کو بھی شرک اکبر اور مرتکب کو مشرک کہتا ہے۔ اور مطلق تصرف انبیاء و اولیاء ثابت کرنے کو شرک اکبر اور اپنے سوا سب مدعیان اسلام کو بلا وجہ وجیہ مشرک اور کافر اور ان سے جہاد اور ان کے اموال چھین لینا واجب جانتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور محدث گنگوہی نے تو صاف اس کے عقائد سے فتاوی رشیدیہ ص۹۲ میں لاعلمی ظاہر فرمائی ہے۔

قولہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ (انتہی) ہاں اس کا حنبلی المذہب ہونا آپ نے سنا تھا اس لئے حنبلی المذہب معلوم ہونے کی بنا پر اس کے عقائد کا عمدہ ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور اس کے مقتدیوں کی کمال سختی۔ بھلا حنبلی المذہب شخص کی بلا تحقیق اور بغیر ثبوت بیّن کے کیسے کوئی تفسیق تضلیل کر سکتا ہے ورنہ کیا جو شخص کسی کو ظاہری حال دیکھ کر یا واقعات خلاف اصل حسن کر اپنے گمان میں نیک صحیح العقیدہ خیال کر کے اچھا بیان کر دے تو وہ بد دین یا وہابی گمراہ ہو جائے گا۔ گو اس نے اس کے عقائد کی اطلاع سے اپنی ناواقفیت بھی ظاہر کر دی ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱۵) **صراط مستقیم** ص۸۶ کی عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا گاؤ خر کے خیال آنے سے بدتر ہے بلکہ شرک ہے۔ **الجواب** معاذ اللہ الیہا ہرگز نہیں لکھا۔ باادب تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً التحیات میں آتا ہی ہے کیونکہ آپ کو

مخاطب بنایا جاتا ہے ۔۔ کوئی معمولی عقل رکھنے والا بھی مطلق تصور کو شرک نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایک علامہ ایسی بات کہے ہاں تصور حضور کا نماز میں آنا اور بات ہے یہ بالکل جائز ہے اور حضور کی صورت کا دھیان باندھ کر صورت میں ہمہ تن متوجہ اور مستغرق ہونا اور برزخ بنانا اور ہے یہ تصور برزخی تا جاگر ہے اور خصوصاً نماز میں یہ خیال باندھنا کہ حضور کے سامنے کھڑا ہوں آپ کو بطور برزخ ظل اللہ رکوع کرتا ہوں آپ کو سجدہ کرتا ہوں اور زیادہ بُرا ہے چنانچہ صراط مستقیم میں تصور کا لفظ بھی نہیں ہے بلکہ لفظ صرف ہمت بسوئے شیخ ہے یعنی اپنے ارادے وخیال کو اللہ سے پھرا کر شیخ کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنا اور خیال باندھنا، اس کو پیر پرست تصور برزخی کہتے ہیں غرض صراط مستقیم میں پیر پرستوں کے اس عقیدہ کی اصلاح کی گئی ہے کہ اس خیال سے تو ذلیل اشیاء گاؤ خر کا ذلت کے طور پر خیال لانا اور استغراق ہی بہتر ہے کہ اس میں شرک کا تو احتمال نہیں اور بزرگوں کی صورت میں ہمہ تن متوجہ ہو کر صورت پرستی کرنا اور برزخ بنانا اور ان کی تعظیم واجلال ارکان نماز رکوع وسجدہ وغیرہ میں مقصود وملحوظ کرنے سے شرک تک نوبت پہنچی ہے عبارت یہ ہے۔

واز ارباب مکاشفات نہ انکار ندکہ توجہ ہم درنماز برزخیہ شیخ یا تجسس ملاقات ارواح وملائکہ تحصیل ہمان نماز است کہ معراج مومنین است نے این توجہ ہم شعبہ ایست از شرک گو شرک خفی بلکہ اخفیٰ باشد بباید دانست کہ سنوح مسائل غریبہ وکشف ارواح وملائکہ درنماز قبیح است بلکہ توجیہ ہمت دقصد این کار در طویت و امتزاج این مدعا در نیت مخالف خلوص مخلصان است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است کہ خیال آن با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آنقدر چسپیدگی مے بود ونہ تعظیم بلکہ مہان و محقر مے بود وایں تعظیم واجلال غیر کہ درنماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور بیان تفاوت و مراتب وساوس است انسان را باید کہ آگاہ شدہ ہیچ عائق از قصد حضوری حق منجم ولپیا نگرود انتہی۔

لفظ گاؤ خر کی اصطلاح کے متعلق اسی صراط مستقیم میں ہے گاؤ خر تمثیل است ہرچہ سوائے حضور حق است گاؤ باشد یا خر، فیل باشد یا شتر۔ البتہ رابطہ دوسری چیز ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے جس کو خدا دے یعنی ذکر احوال واوصاف سنتے سنتے بوجہ غلبہ عشق وفرط محبت کے اکثر صورت محبوب کا بلکہ ہر وقت بلا قصد نقشہ ذہن میں جما رہتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی ہر چند یہ دھیان دور کیا جاتا ہے یہ صورت غائب نہیں ہوتی اور یہ صورت دیوار مسجد یا محراب مسجد یا سترہ کی طرح صرف سامنے مسجود الیہ بن کر رہتی ہے اس کے لئے نماز میں برزخ بنا کر تعظیم ہرگز ملحوظ ومقصود نہیں مسجود لہٗ معظم لہٗ صرف اللہ جل شانہٗ

ہی ہے جیساکہ مکتوب مجددی جلد ۲ صـ۴۶ میں مصرح ہے۔ اور خود علامہ شہید صراط مستقیم صـ۱۱ میں لکھتے ہیں از جملہ آں شدۃ تعلق است بمرشد خود استقلالاً۔ انتہی۔ اور پیر پرستوں کے عقیدے تصور برزخی کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر صـ۱۲۴ میں مقام بیان انواع شرک فرقہائے مشرکین میں لکھا ہے۔ چہارم پیر پرستاں گویند چوں مرد بزرگے کہ بہ سبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ باشد ازیں جہاں میگذرد روح او را قوتے عظیم و وسعتے بس فخیم ہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید روح او بہ سبب وسعت و اطلاق بران مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید۔ انتہی پس جب یہ تصور برزخی خارج از نماز شرک ہے تو نماز میں صرف ہمت بسوئے شیخ بایں طور کہ ارکان نماز میں اس شکل اور صورت کی تعظیم بھی ملحوظ اور مقصود ہو بدرجہ اولیٰ شرک ہے۔ فتفکر۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ بدعتی گروہ صراط مستقیم میں جو عبارت ہے اس کا بدنیتی کے ساتھ اپنے الفاظ میں خلاصہ بیان کر دیتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ جناب مولانا مولوی شاہ اسماعیل صاحب شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں پیر پرستوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اپنے پیر یا رسول اللہ صلعم کا نماز میں ایسا خیال لانا چاہیئے کہ نماز کے ہر رکن میں حضور علیہ السلام یا پیر بھی بطور ظل اللہ مقصود بالتعظیم اور معبود بن جائیں کہ سجدہ کرے تو اپنے پیر کو بھی سجدہ ہو اور رکوع کرے تو اپنے پیر کو بھی رکوع ہو کیونکہ ظل ذی ظل سے جدا نہیں ہے۔ اس کو پیر پرست تصور برزخی کہتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر فتح العزیز میں چوتھے فرقہ پیر پرست کو فرقہائے مشرکین میں شمار فرما کر اسی تصور برزخی کو ان کا شرک بتایا ہے اب بھی یہی عقیدہ موجودہ بدعتیوں کا ہے اس کی تنہا دلیل ان کی کتاب مرشد کو سجدہ سے جس کے نام ہی سے شرک ٹپکتا ہے ظاہر ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ کرے اور بدعتیوں نے تصور شیخ کو یہاں تک بڑھایا ہے کہ اس کے لئے نماز ضرب الاقدام و صلوٰۃ غوثیہ وضع کی گئی یہ نماز حضرت پیران پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس نماز کا طریق یہ ہے کہ باوضو ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو اور بجائے قبلہ رخ بغداد کی طرف رخ کرے اور نماز میں حضرت پیران پیر ہی کا تصور بندھا رہے۔ اس طرح کہ وہی معین اور وہی مستعان ہیں۔ اخیر رکعت یا پہلی رکعت میں سات قدم بغداد کی جانب چلے۔ یہ نماز سلسلہ قادریہ میں مروج ہے اور سلسلہ قادریہ کے بعض حضرات ادا کرتے ہیں اور بعض حضرات قیام اور رکوع پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض لوگ صرف قیام ہی کرتے ہیں۔ الغرض اس طرح بزرگوں کے لئے بھی نماز کا دروازہ کھل گیا۔ دیکھئے بات کہاں سے کہاں تک پہونچا دی گئی ایک نہایت سادہ چیز سے ابتداء کر کے

معاملہ کو کہاں تک پہونچایا ہے کہ نماز تک خدا تعالےٰ کے ساتھ مخصوص نہ رہی۔ اس پر اگر شاہ اسماعیل صاحب نے اس قسم کے تصورات کو شرک کہا اور تصور گاؤ خر سے بھی بدتر بتایا تو کیا برا کیا۔ ایک موحد شرک کی تاب نہیں لاسکتا۔ ترجمہ عبارت صراط مستقیم ملاحظہ ہو۔ نماز میں اللہ کے سوا ہر قسم کے خیال لانا بُرے مگر بعض بعض سے زیادہ برے ہیں۔ چنانچہ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور صرف ہمت بسوئے شیخ یعنی نماز میں اپنے ارادے کو اللہ سے پھر اکر کسی شیخ بلکہ جناب رسالتمآب صلعم کی طرف لگادینا حقیر اشیاء گدھے اور بیل وغیرہ کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہوگا۔ کیونکہ حقیر اشیاء کا خیال بہرحال ذلت اور حقارت کے ساتھ آئے گا اور اپنے شیخ کا خیال تعظیم کے ساتھ ہوگا۔ اور جب شیخ کی تعظیم بھی نماز کے ارکان رکوع اور سجدے وغیرہ میں ملحوظ اور مقصود ہوگی تو شرک تک نوبت پہونچے گی۔ پس میری غرض اس سے تفاوت ظاہر کرنا ہے۔ البتہ سنوح امور یعنی خود بخود تصور میں آجانا یہ اللہ کی ایک نعمت جلیلہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ عنایت فرمائے۔ انتہیٰ۔ اب دیکھئے کجا یہ تصور شرکیہ جس کو علامہ شہیدؒ نے برا فرمایا اور جس کے لئے نماز ضرب الاقدام ایجاد ہوئی اور جس کی بنا پر حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے پیر پرستوں کو مشرک قرار دیا اور کجا عام تصور جو ہر ایک معنی کا اس کے لفظ سے ہوتا ہے۔ بدعتیوں کا مقصد پہلا تصور ہے لیکن نہایت معصومانہ لہجہ سے دوسرے قسم کے تصور کا اثبات کرنے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ علماء حق ایسے احمق ہیں کہ اس قسم کے تصورات کے بھی منکر ہیں جن کا ہر ذی فہم انسان کے دل میں وارد ہونا ضروری ہے۔ بدعتیوں کی یہ سب سے بڑی چالاکی ہے جس کے ذریعہ انھوں نے اسلام میں انقلاب برپا کردیا ہے۔ دیکھو بزرگان دین کو جب معین اور مستعان اور حاجت روا مختار کل یا ان کو حاجت روائی میں قادر و متصرف و مختار مستقل ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے تو مسئلہ توسل کو درمیان میں لاتے ہیں جو بالاتفاق ثابت ہے۔ کجا یہ استعانت شرکیہ اور کجا توسل۔ سجدہ تعظیمی کی اصطلاح پاکر بزرگوں کے لئے بدریغ سجدے کا حکم لگادیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا کھجور یا اونٹ کے دیکھنے کے لئے اِدھر گرد گھومنے سے قبروں کے لئے استعظیمی طواف مثل طواف بیت اللہ ثابت کردیتے ہیں۔ معمولی تصورات کو معصومانہ انداز سے سامنے رکھکر حضرت پیران پیر کے لئے نماز تک افتتاح ہوجاتا ہے۔ ایصال ثواب اور توسل کو درمیان میں لاکر نذر لغیر اللہ کا جواز ثابت ہوجاتا ہے اور بے دریغ اولیاء اللہ کی نذریں اور قبروں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ ہر وقت ہر آن ہر جگہ موجود حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہے تو بزرگان دین بھی ہر وقت ہر آن حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کو مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے تو بزرگان دین سے بھی ہر جگہ سے

مصیبت کے وقت فریاد کی جا سکتی ہے۔ بزرگوں کی قبروں تھانوں عبادت گاہوں کی بیت اللہ کی طرح تعظیم کرنا اور بیت اللہ شریف کے جس قدر تعظیمی احکام ہیں وہ سب جاری کردینا بزرگوں کی محبت کا اظہار ہے۔ الغرض یہ چلتے کہاں سے ہیں اور پہونچتے کہاں ہیں ان کا مقصود صرف ایک ہے کہ خدا تعالےٰ کے خصوصی صفات اور آداب میں سے کوئی صفت اور آداب اس کے ساتھ مخصوص نہ رہے بلکہ جس طرح وہ خدا بالذات ہے یہ بھی خدا بالعرض قرار پاویں۔ عبد و الٰہ میں صرف اذن حکم بالذات و بالعرض کا فرق کافی ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ درحقیقت یہ بدعتی گروہ خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال کا منکر ہے۔ ان کے نزدیک اللہ جل جلالہ کو انبیاء و اولیاء پر کچھ معمولی ہی سی فوقیت ہے اور بس۔

(۱۶) صراط مستقیم کے دیباچہ میں ہے از انجملہ نفس عالی حضرت ایشان بر کمال مشابہت جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات در بدو فطرۃ مخلوق شدہ بنا بر علیہ لوح فطرۃ ایشان از نقوش علوم رسمیہ مصفیٰ ماندہ بود (ملخصاً) بیشک جیسے کہ ظاہری اُمّی ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ایسے ظاہری نقوش کا ناخواندہ ہو کر علوم لدنی کا عالم ہونا ایک کامل متبع امتی کی کرامت ہے۔ پس ظاہری نقوش سے ناخواندہ ہونا جبکہ اس کو علوم لدنی حاصل ہوں عیب نہیں ہے۔ البتہ جہل عیب ہے۔ اور کسی کی جہالت کو حضور علیہ السلام کے وصف اُمیّت سے مناسبت دینا سخت خطا ہے۔ فتدبر و لا تکن من الجاہلین المفترین۔

(۱۷) صراط مستقیم ص۳۰ سے منقول ہے۔ صدیق من وجہ مقلد انبیاء می باشد من وجہ محقق در شرائع یعنی مثلاً صحت و بطلان عقائد و اعمال وغیرہ بنور جبلی و بشہادت قلب خود دریافت می نماید و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی است و ثانی تقلیدی پس او را شاگرد انبیاء ہم میتوان گفت و ہم استاذ انبیاء۔ و نیز طریق اخذ آن ہم شعبہ ایست از شعب وحی و بعضے اہل کمال آنرا بوحی باطنی می نامند و علم ایشان را کہ بعینہٖ علم انبیاء است (نہ دیگر) لیکن بوحی ظاہری متعلق نشدہ بحکمت می نامند۔ (ملخصاً) عصمت و وجاہت و حکمت یعنی اولیاء اللہ کے لئے ثابت کیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے۔ از انجملہ این مقامات ثلاثہ بالذات مسلم انبیاء است و غیر ایشان را بجز ظلے ازین کمالات و نمونہ ازین مقامات رسائی نہ۔ انتہیٰ۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں بعض معترضین نے کس قدر اتہام باندھا ہے کہ علامہ شہید نے یہ لکھا ہے کہ (بعض اولیاء کو احکام شرعی بے وساطت انبیاء بھی پہنچتے ہیں) کسقدر جھوٹ کہا ہے۔ ہاں البتہ انہی احکام شرعیہ کی تحقیق و تصدیق نور فراست اور الہام سے خود بھی ان کو ہو جاتی ہے اسی کو اصطلاح تصوف میں علم تحقیق کہتے ہیں یہ دوسری بات ہے۔ (اور احکام شرعیہ

میں اُن پر وحی آتی ہے) یہ بھی جھوٹ ہے۔ نور فراست اور الہام جو شعبۂ وحی ہے اور نور نبوۃ سے مستفاد ہے اور ہے (وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد) یہ بھی صریح تحریف ہے۔ تقلید نبی سے تو یہ مرتبہ اور نور فراست اور الہام کامل حاصل ہوتا ہے کہ جس سے انہیں احکام شرعیہ اور وجوب تقلید پر ان کو حق الیقین ہوتا ہے۔ علامہ شہیدؒ کی طرح مجدد صاحب پر بھی بعض نے اسی قسم کا اعتراض کیا تھا۔ اس کا مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے جواب دیا ہے ملاحظہ ہو فتاوی عزیزی ص ۲۲۹ حضرت ایشان را نیز بسبب کمال متابعۃ آنجناب روزی شدہ عجب است از کسانیکہ بر حضرت ایشان طعن میکنند باین حیلہ کہ حضرت ایشان دم استقلال میزنند و برزخ را از میان بر می دارند الخ (وہ علم میں انبیاء کے برابر ہوتے ہیں) معاذ اللہ صریح جھوٹ ہے۔ اور اغواء (اس کا اپنا علم نبی کے علم سے زیادہ وثوق کا ہے) کس قدر افتراء ہے۔ مکتوبات امام ربانی ص ۵۵ میں ہے علومیکہ نبی را بطریق وحی آمدہ است صدیق را بطریق الہام منکشف گشتہ است درمیان این دو علم غیر از فرق وحی و الہام نیست الخ۔ اور ص ۴ میں ہے۔ آن علوم را از اصل اخذ کنند انتہی۔ اور مبدا و معاد ص ۵۲ میں فرماتے ہیں متابعان انبیاء از علماء و صوفیاء آن را بنور فراست کہ مقتبس از انوار نبوۃ است دریافتہ۔ انتہی۔ اولیاء اللہ کو علم تقلیدی بھی ہے اور علم تحقیقی بھی (مبدء و معاد ص ۱۴ سے ظاہر ہے)۔

اور یواقیت کے باب ۴۶ میں ہے اما وحی الاولیاء فیکون علی لسان ملک الالہام عصمت و وجاہت و حکمت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے ظلی طور پر ثابت کیا ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک ان کے معانی اصطلاحیہ اور ہیں۔ اس کی تفصیل فتاوی عزیزی ص ۱۲۵ میں دیکھو۔

(۱۸) صراط مستقیم ص ۱۷۵ سے منقول ہے روزے حضرت جل و علا دست راست ایشان را بدست قدرۃ خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشان کردہ فرمود ترا این چنین دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد انتہی۔ اور ص ۱۳ سے منقول ہے خلعت مکالمہ و مسامرہ بدست می آید۔ اور ص ۱۵۴ میں ہے گاہے کلام حقیقی ہم بشنود انتہی۔ جواب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اولیاء اللہ کے مقام خلت کے بیان میں فتاوی عزیزی ص ۲۲۵ میں لکھتے ہیں و معنی خلت یارانہ است اینجا صحبت یارانہ است و سابق عاشقی و معشوقی بود دریں جا راز و نیاز از جانبین است و سرگوشیہا از طرفین واقع می شود انتہی۔ اور مکتوبات امام ربانی ص ۹۹ جلد ثانی اور ص ۱۲۲ جلد ثالث میں ہے کہ بعض کاملین بھی بغیر الہام اور القاء کے اور بغیر فرشتہ کے مکالمہ و مخاطبہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں۔

(ملخصاً) ہاں مکالمہ شفاہاً خاص نبیوں کے لئے ہے نہ مطلق مکالمہ المکالمۃ شفاہا منصب النبوۃ۔ (شرح عقائد جلالی و مکتوبات صـ ۹۹/۲) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب منہیہ قول جمیل میں اور حضرت مجدد صاحب مبداء و معاد میں علامہ شہید کی طرح فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ کو اللہ جل شانہٗ کا عالم مثال میں تجلی اور مشاہدہ ہوتا ہے نہ معاذ اللہ اس کے مقابلہ میں شریک و مختار بن کے بیٹھنا۔ اور دوستی اور آشنائی خلق کا۔ معاملہ اور علاقہ سمجھ کر گستاخی اور بے ادبی سے پیش آنا کس کا منہ ہے کہ ایسی حرکت کرے بلکہ باوجود اس قرب کے ادب و رعب عظمۃ جلال کبریائی بدستور غالب رہتا ہے بلکہ جسقدر قرب بڑھتا ہے اسی قدر ادب رعب عظمۃ الہی غالب ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم — بمانند کر و بیان صم و بکم

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آسمان پر کوئی حکم الہی نازل ہوتا ہے تو خوف و رعب کے مارے فرشتے پر مارتے ہیں اور جب خوف دور ہوتا ہے تب ایک دوسرے سے پوچھکر تحقیق کرتے ہیں۔ ماذا قال ربکم قالوا الحق (بخاری) تقویۃ الایمان میں بعینہ یہی مضمون ہے۔ فتفکر۔

حضرت پیران پیر قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۳ میں فرماتے ہیں انت و الخلق کلہ عبادہ ہو مدبرک و مدبرھم ان اردت صحبتہ فی الدنیا و الاخرۃ فعلیک بالسکون و السکوت و الخرس اولیاء اللہ عزوجل متادّبون بین یدیہ الخ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے الانبیاء خائفون منہ اکثر من غیرھم لانھم اعرف بما لہ من صفات الجلال الخ

اعلان ضروری مولانا کرامت علی صاحب مرحوم جونپوری نے رسالہ اطمینان القلوب میں فرمایا ہے کہ ایضاح الحق علامہ شہیدؒ کی تصنیف نہیں ہے واللہ اعلم (از حاشیہ وسیلہ جلیلہ صـ۳۵) اور تذکیر الاخوان ترجمہ اردو و فوائد کے مصنف مولوی سلطان خاں صاحب حنفی مرحوم شاہ آبادی مصنف تحفۃ العجم ترجمہ کنز الدقائق ہیں۔ لہذا ان ہر دو رسائل کی لفظی گرفتوں کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔

تنبیہ اولیٰ:۔ ناظرین یہاں تک تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی لفظی گرفتوں کے جوابات سن چکے جن کی بناء پر معترض نے کوکبہ شہابیہ صـ۶۲ پر یہ جریحی حکم تحریر فرمایا ہے۔ بلا شبہ جماہیر فقہاء کرام و اصحاب فتوی اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر۔ اور صـ۵۹ میں ہے انہیں کافر کہنا فقہاً واجب ہے۔ اور صـ۵۸ میں ہے اور ماخوذ للفتوی اور فتوی پر بھی اس طائفہ تالفہ پر صراحتاً کفر لازم۔ پھر خود ہی جماہیر فقہاء کرام کے برخلاف اجتہاد کیا۔ انہیں کافر کہنا فقہاً واجب اسکو توڑ ڈالا یعنی کوکبہ شہابیہ میں صـ۶۲ میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے) سے کف لسان

(زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب اور تمہید ص ۴۳ میں سبحان السبوح ص ۸ سے لکھا ہے حاشا اللہ حاش للہ ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا اور امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ اب کوئی پوچھے پھر آپ نے کیوں اسقدر دردسری کی اور خود ہی آپ کوکبہ شہابیہ ص ۵۹ میں لکھ چلے کہ کسی مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوگیا (خود کردہ را علاجے نیست) شاید اپنے لئے یہ داؤں رکھا ہو کہ کوکبہ شہابیہ ص ۵۹ میں یہ بھی تو لکھدیا ہے کہ اگر صرف دشنام دہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نجانے تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن اس کے بعد جب حسام الحرمین کو شائع کیا اور چند افتراء باندھکر قطعی کفر کا ڈنکا بجایا تو صاف صاف لکھدیا کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر نکہے یا انھیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے (تمہید ص ۴۵ و ۸۳) اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے۔ (تمہید ص ۴۴) پھر خواہ مخواہ کوکبہ شہابیہ میں وقت ضائع کیا۔ معلوم ہوا مسلمانوں میں محض فتنہ اُٹھانا اور بدظن کرنا مقصود تھا۔ پھر تمہید ص ۴۴ میں لکھتے ہیں ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا کفر صریح آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش نہ نکل سکی۔ انتہی۔ حالانکہ خود ہی لکھتے ہیں کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں (تمہید ص ۳۵) لا یفتے بکفر مسلم ما امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (تمہید ص ۳۶) اب سیف اہل اللہ الغنی علی منخر الکذاب الدنی میں ملاحظہ فرمائیں کہ آیا واقعی معترض صاحب سچ فرماتے ہیں یا کوکبہ شہابیہ کی طرح محض فتنہ برپا کرنا اور تفریق بین المسلمین ہی مقصود ہے۔

تنبیہ ثانی:۔ فاضل بریلوی کی الکوکبۃ الشہابیہ اور دیگر رسائل محی بدعۃ میں کوئی نئی بات نہیں ہے وہی فاضل بدایونی کا پس خوردہ ہے جن کا جواب ان کی پیدائش سے بھی پہلے ہوچکا۔ تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم پر جملہ شبہات کے مفصل دندان شکن جوابات صیانۃ الناس من وسوسۃ الخناس میں حضرت مولانا مفتی حیدر علی صاحب ٹونکی شاگرد رشید حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ ہمارے چکے ہیں اور مولانا حسین شاہ صاحب بخاری نے رد بوارق میں اور صاحب تفہیم المسائل نے تفہیم المسائل میں تصحیح المسائل فی رد مائۃ مسائل و اربعین مسائل الفاضل البدایونی کے خوب دندان شکن جوابات دیئے ہیں جن کے جواب سے پیر پرست ہنوز عاجز ہیں اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ نے تو براہین قاطعہ میں ہمیشہ کیلئے اہل بدعت پر حجت ہی قائم کردی ہے۔ خاکسار نے اکثر انہی سے استفادہ کیا ہے۔

تنبیہ ثالث:۔ فاضل بریلوی تمہید وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ صریح میں تاویل مقبول نہیں اگر حضور علیہ السلام

کو صریح گالیاں دے تو وہ قطعی کافر ہے جو ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر نہ کہے یا توقف کرے وہ خود کافر ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے (تمہید ص۲۵ و ۲۸)۔ نوٹ:۔ بیشک اس پر تمام اہل ایمان کا ایمان ہے اب کوکبۂ شہابیہ ص۲ دیکھو قولہ مسلمانو! اللہ انصاف!! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے رحاشا اللہ پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انہیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے۔ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیدھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے اور روز آخر اللہ عز برغالب قہار کے غضب عظیم اور عذاب الیم کا اصلا اندیشہ نہ کیا مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی۔ واللہ واللہ جو انہیں ایذا دے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ قہار و جبار کی لعنت اس کے لئے سختی کا عذاب شدۃ کی عقوبت۔ انتہی۔

لیکن فاضل بریلوی کے نزدیک باوجود ان صریح گالیوں اور کھلے ناپاک سب و دشنام کے علامہ شہید کو اکفار یعنی کافر کہنے سے کف لسان زبان روکنا ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب (کوکبہ ص۶۲) گویا فاضل مذکور کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو منہ بھر بھر کر صریح گالیاں اور کھلے ناپاک دشنامی الفاظ کہے اس کو کافر نہ کہنا مختار و پسندیدہ ہے۔ اس کا نتیجہ خود ناظرین نکال سکتے ہیں۔ اقرار بالکفر اسی کا نام ہے۔ سچ فرمایا حضور علیہ السّلام نے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے خود اسی پر کفر لوٹ پڑتا ہے یہ علامہ شہید کی زندہ کرامت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علیٰ رسولہ باطناً و ظاہراً۔

احقر محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ بجناہ

واوصلہ غایۃ متمناہ

۱۳۴۳ھ

باب ثانی

در توضیح عبارات ملقب بہ سیف اہل اللہ الغنی علی منخر الکذاب اللنی ۱۳۴۳ھ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا اما بعد جب اہل بدعت نے سمجھا کہ علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خاندانی شہرت علمیت و وجاہت و دیانت کی وجہ سے بدنام کرنے میں ہم زیادہ کامیاب نہیں ہوئے مگر معدودے چند پیر پرست جو پہلے سے ہی مخالف تھے یا خالی الذہن اشخاص کا کچھ اضافہ ہوگیا تب انکے مجدد نے دوسرا داؤں کھیلا کہ شاہ ولی اللہ کے نونہال و سرسبز پودے یعنی حضرات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی محدث قدس سرہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی دامت برکاتہ پر بے سروپا بہتانات اور بیجا اتہامات لگاکر چاہا کہ عوام اہل اسلام کی نظروں میں ان حضرات کو بے وقعت کریں اور بدعات و عقائد پیر پرستی کی رکاوٹ کو دور کر کے خوب ہاتھ ماریں اور اپنی شہرت کا ذریعہ حاصل کریں چنانچہ حسام الحرمین اور تمہید میں حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کے ذمہ یہ بہتان جڑا کہ آپ نے تحذیر الناس میں معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلا نبی نہیں مانا اور ختم زمانی کا انکار کیا ہے۔ اور حضرت محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ پر یہ اختراع کیا کہ آپ نے خدا کو بالفعل جھوٹا کہنا اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہ پر یہ جڑا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ شیطان خبیث کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کے ذمہ یہ چپکایا کہ آپ نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم چوپاؤں جانوروں کے علم کے برابر اور مساوی ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حالانکہ یہ عقائد باطلہ نہ انکی کتابوں میں ہیں نہ وہ اُنکے اقراری بلکہ قطعی انکاری ہیں۔ یہ حضرات خود ایسے عقائد رکھنے والے کو مسلمان نہیں جانتے پھر اس مدعائے فاسد کے اثبات اور الزام میں بعض ان حضرات کی کتابوں کی عبارات پیش کیں مگر اُلٹ پلٹ۔ قطع و برید کی زیادتی کر کے اور آگے پیچھے کی عبارت اور تعلق ماقبل و مابعد کو دور کر کے کفری معنی پہنا کر ایک مطلب فاسد اور غلط اور خلاف مارضی بہ قائلہٗ نکالا۔ اور بعض حضرات کی نسبت جعلی فرضی فتویٰ بنا کر ظاہر کیا۔ اور پھر ان حضرات پر بوجہ ان عقائد فاسدہ باطلہ مخترعہ خود ہی ایک فتویٰ تکفیر

تیار کیا جس کے سائل اور مجیب خود ہی ہیں چونکہ یہ سوال و جواب محض افترائی تھا اسلئے نہ علماء ہند کو اس بارہ میں فتوی طلب کیا گیا اور نہ علماء ہند کی اس پر تصدیقات اور تقریظات تھیں حالانکہ مفتی صاحب کے مقتدا پیشوا مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم و دیگر علماء ان کے ہم مشرب موجود تھے دل میں جانتے تھے کہ یہ کچا چٹھا کھل جاویگا۔ اس میں کامیابی ذرا مشکل امر ہے میری کون سنے گا تو یہ ترکیب سوجھی کہ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے سفر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی مشقت برداشت کر کے ان عقائد مخترعہ پر علماء حرمین شریفین کا فتوی حاصل کیا جائے وہ بیچارے خالی الذہن فحوائے کلام اردو اور سیاق و سباق سے بے خبر۔ اور عقائد منسوبہ نہایت ہی بھونڈے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی تکفیر میں شک و شبہ نہ کر سکے چہ جائیکہ علماء ربانی ان عقائد کے کھلے اور غلط ہونے میں کھلے کافروں اور مشرکوں کو بھی تامل نہ ہو فوراً ہی تکفیر کا فتوی دیدیں گے اس صورت میں کچھ کامیابی کی اُمید ہے ورنہ ان عقائد مخترعہ بدیہی البطلان پر فتوی حاصل کرنے کے کیا معنی۔ کیا ان عقائد مخترعہ کے کفر ہونے میں کچھ خفا تھا یا ان میں کچھ علمی دقائق تھے جو علماء عرب ہی ان مسائل کو حل کر سکتے تھے۔ اور علماء ہند باوجودیکہ سیاق و سباق اور فحوائے کلام اردو سے بکلی باخبر تھے کافی نہ تھے بلکہ ادنیٰ مسلمان بھی ان عقائد مخترعہ پر فتوی کفر دے سکتا ہے۔ مگر علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کس قدر محتاط ہیں اور کس قدر نور فراست رکھتے ہیں کہ تحریر دیکھتے ہی کچھ کھٹک گئے انھوں نے صاف لکھدیا کہ اگر یہ اقوال اور عقائد صحیح ہیں اور سائل سچا ہے تو ان کے کفر ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہاں کے ایک عالم محقق نے دریافت فرمایا کہ ایک ہندی شخص نے آکر تمہاری نسبت بہت بڑے بڑے عقیدے منسوب کئے ہیں ہم اردو زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکتے لہذا بعینہ ان عبارتوں کا مطلب عربی میں ظاہر کرو۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے بعینہ مطالب عربی میں لکھ کر اور اکثر علماء دیوبند و دیگر علماء کے دستخط اور مہر تصدیقات ثبت کروا کر پیش کیا سب علماء حرمین شریفین اور مصر و شام نے اتفاق کیا کہ بیشک یہی عقیدے ہمارے اور ہمارے مشائخ اہل سنت کے ہیں اس کے خلاف عقیدہ باطل ہیں۔ چنانچہ یہ فتوی علماء عرب و نیز علماء مصر و شام وغیرہ ۶۹ مہروں سے مزین ہو کر المہند کے نام سے شائع ہو چکا بلکہ حضرت مولانا علامہ سید احمد برزنجی مفتی آستانہ نبویہ نے دو رسالوں میں ایک تنقیح الکلام مسئلہ مقدوریت ما اخبرہ یعنی امکان کذب میں۔ اور دوسرا غایۃ المامول علم غیب میں فاضل بریلوی صاحب کا خوب رد لکھا ہے اور تشنیع کی ہے اور تمام علماء مدینہ کی ان پر مہریں ثبت ہیں اور انھوں نے تقریظیں لکھی ہیں اور فاضل بریلوی کو بری طرح یاد کیا ہے

چنانچہ فاضل بریلوی نے اس کے بعد علم غیب میں اپنا مسلک کچھ بدل بھی ڈالا ہے حالانکہ یہ وہی علماء ہیں جو حسام الحرمین میں اس غلط بیانی پر تصدیقیں کر چکے تھے۔ الغرض فتاوی حسام الحرمین دو وجوہ سے قابل اعتبار نہیں اوّل اس میں اظہار امر واقعی اور عقائد اقراری ومسلمہ حضرات اربعہ کا نہیں بیان کیا گیا حالانکہ اس کے خلاف بر خود ان حضرات کی تصریحات موجود ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے کو اپنی کتابوں میں خود ان حضرات نے کافر لکھا ہے۔ المہند۔ الختم علی لسان الخصم۔ قطع الوتین۔ بسط البنان۔ تحذیر الناس۔ مناظرہ عجیبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اور جس عنوان فرضی سے استفتاء کیا اور فتوی حاصل کیا گیا اس پر تو یہ حضرات اربعہ بہ تصریحات خود اور جملہ علماء کرام اس کی تکفیر پر متفق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فتوی المہند بعد حسام الحرمین کے لیا گیا۔ اور اکثر انہی علماء کرام نے اس کی تصدیق کی ہے۔ تو اب بعد تصدیق المہند کے مضمون حسام الحرمین کی تردید ہو گئی۔ لہذا قابل اعتبار نہ رہا۔ اور پھر ان عبارات کی توضیحات خود مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ السحاب المدرار وغیرہ میں اور مولانا اشرف علی صاحب سلمہ بسط البنان میں فرما چکے ہیں اور ان افتراءات کا جواب مفصل رجوم المذنبین اور الشہاب الثاقب میں حضرت مولانا شاہ حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ اور السحاب المدرار و توضیح البیان وغیرہ میں ابن شیر خدا مولانا سید مرتضی حسن صاحب مدظلہ دے چکے ہیں مگر اب بھی بعض معاندین جن کے قلوب پر عناد کی مہر لگی ہوئی ہے بقوائے ؎

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند۔ کچھ نہ کچھ چون و چرا کئے جاتے ہیں۔ لہذا خاکسار نے بھی ارادہ کیا کہ اپنے حاضران عبارتوں کی توضیح اور باقاعدہ شرح لکھ دی جائے شاید اسی سے مہر عناد ٹوٹ کر خدا کا خوف ان کے خیالات میں کوئی جنبش پیدا کر دے ورنہ کم از کم جیسے ان کے قلوب پر مہر لگی ہوئی ہے ان کے منہ پر بھی مہر لگ جائے۔ وما انا الشارع واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(۱) توضیح عبارت تحذیر الناس للعلامۃ النانوتوی رح

حسام الحرمین اور تمہید میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ مولانا مرحوم نے رسالہ تحذیر الناس میں جناب سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاتم زمانی ہونے سے انکار کیا۔ اور آپ کو سب سے پچھلا نبی نہیں مانا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حالانکہ اسی رسالہ میں حضرت مولانا قدس سرہ خاتمیت زمانی کو اول قرآن کی آیت خاتم النبیین سے بدلالت مطابقی پھر التزامی اور پھر حدیث متواتر اور پھر اجماع امت سے ثابت فرما کر جو منکر خاتم زمانی ہو اس کو کافر فرما رہے ہیں لیکن باوجود اس اقرار صریح کے انکار ختم زمانی کا الزام لگا کر حضرت مولانا ہی کو نہیں بلکہ جو ان کو کافر نہ کہے

اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ عبارت تحذیر الناس ص۱ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** سو اگر اطلاق اور عموم ہے تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالۃ التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتہی۔ اور پھر ص۹ سے ص۱۰ تک ملاحظہ ہو جس میں وہ تقریر زبردست لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت کی ہیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ **قولہ** اور مجھ سے پوچھئے تو میرے ناقص خیال میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس الخ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنئے کہ ذوات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود داخل قابل ہی نہیں کہ ان میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ہاں بواسطہ زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و مؤخر کہہ سکتے ہیں بہرحال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوف و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ حذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ للہ الامر من قبل ومن بعد اور اللہ اکبر میں کل شئ یا من کل شئ محذوف سمجھا جاتا ہے بہرحال مؤنتہ دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کی گیا ہے۔ اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت جدی طرح ظہور کریگا۔ جیسے آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اس کی خمر جدی نوع ہے اور میسر وغیرہ جدی۔ یہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی الخ... ایسا ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بتقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس خفی محتمل تجوز نہیں سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے اس میں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبدا بتقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو بقیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع

سمجھا جائیگا اور زمین علیا اختتام ہوگا الخ..... اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک (آیت خاتم النبیین میں) اور استثناء مذکور (حدیث الا انہ لانبی بعدی) بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی انتہی پھر مناظرہ عجیبہ کے ص۵۶ پر فرماتے ہیں قولہ حاصل مطلب یہ کہ خاتمیت زمانی سے مجکو انکار نہیں بلکہ یوں کہیئے منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے لئے پاؤں جمادیئے اور نبیوں پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔ انتہی۔ آخر میں اسی کتاب کے ص۱۰۳ پر ارشاد فرماتے ہیں قولہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ انتہی۔ مسلمانو! ملاحظہ فرمایا ختم زمانی کا اس سے زیادہ کیا اقرار ہوگا کہ ختم زمانی کا مفہوم آیت خاتم النبیین کے معنی مطابقی میں داخل ہے اور آیت مذکورہ مطابقۃً ختم زمانی پر دلالت کرتی ہے اور یہی مختار ہے اور ختم زمانی کے منکر کو کافر کہتے ہیں مگر خاں صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یہ تو ختم زمانی کا انکار ہی ہے ان کو ضرور کافر کہو۔

تنبیہ:۔ مولانا مرحوم آیت خاتم النبیین کے اول تو وہ عام معنی فرماتے ہیں جو ختم زمانی اور ختم مکانی اور ختم رتبی سب کو بالمعنی المطابقی شامل ہو اور اسی معنی کو اپنا مختار قرار دیا ہے ورنہ اس آیت کو ختم رتبی میں بالمعنی المطابقی لیکر ختم زمانی کو اسی آیت سے بالمعنی الالتزامی اور احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت فرماتے ہیں اور منکر ختم زمانی کو کافر قرار دیتے ہیں ہاں ایسے معنی جس میں ختم رتبی کا مفہوم ملحوظ نہ ہو فقط ختم زمانی ہی مراد لیا جائے عوام کا خیال اور ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں اور یہ مقام مقام مدح ہے۔ حالانکہ ختم رتبی پر گو علیحدہ طور پر ہی تمام اُمت عوام وخواص سب کا اجماع ہے مگر عوام اس آیت کو ختم رتبی کے مفہوم سے خالی سمجھتے ہیں ص۳ سے ملاحظہ ہو۔ قولہ بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا (فقط) بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی الخ..... بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے

تأخر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے۔ انتہی۔

اب اس کے بعد مولانا مرحوم ختم مرتبی کے مفہوم کو واضح طور پر بیان فرماتے ہیں جس سے فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے اور شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ ختم مرتبی ختم زمانی کو مستلزم ہے جس کو مدلل ثابت فرمایا ہے قولہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا.... الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے... سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوۃ بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الخ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتدار کا عہد لیا گیا، ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ ازیں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے... الخ ختم مرتبی کی تقریر فرماتے ہوئے مشہر ختم مرتبی کو تاخر زمانی کا لازم ہونا مدلل بیان فرماتے ہیں۔ قولہ بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوۃ میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا، دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو عطاء دین منجملہ رحمت نر ہے آثار غضب میں سے ہو جائے، ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا، پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علوم مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون کے جو

بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور بشہادت آیۃ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متأخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیانا لکل شیٔ ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لئے ایسی کتاب جامع چاہئے تھی تاکہ علوم مراتب نبوۃ جلا جرم علو مراتب علمی ہے۔ چنانچہ معروض ہو چکا میسر آگئے ورنہ یہ علوم مراتب نبوۃ بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی، ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنے معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوۃ منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوۃ ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ (اور یہی معنی مولانا کے نزدیک مختار ہیں) پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی انتہی (کیونکہ خاتم مرتبی خود بخود خاتم زمانی کو مستلزم ہے اس صورت میں ختم زمانی بطور دلالت التزامی قرآن کے منطوق میں داخل ہوگا لیکن اگر صرف ختم زمانی ہی مراد لی جائے اور ختم مرتبی مقصود نہ ہو تو مقام مدح میں کچھ مناسب نہیں کیونکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں)۔

پھر ص۲۰ و ص۲۱ پر فرماتے ہیں۔ قولہ غرض ایک سلسلہ نبوۃ تو فوق و تحت میں واقع ہے باعتبار فرق مراتب مکانی اس کے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی شرح اسکی یہ ہے کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادہ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے والعاقل تکفیہ الاشارۃ الخ.... مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلۂ نبوۃ کے لئے نقطۂ ذات محمدی منتہیٰ ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کیلئے ایسا ہے جیسے نقطۂ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان و زمین و زمان کو شامل ہے۔ رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہونچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر نہوں کیونکہ مقصود و مطلوب نہیں جو منتہائے حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردد

ہوگر بااین ہمہ دقت بیان کرنے کے لئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لئے ایک عمر ہے کہ جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادثہ میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے۔ چنانچہ اس کا متجدد و غیر قار بالذات ہونا بھی اس کے مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعددہ ہیں اور حرکات متعددہ۔ منجملہ حرکات سلسلہ نبوۃ بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے اور باعتبار مکان جانب فوقانی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے۔ انتہی۔ مسلمانو! دیکھا غیر مختار طور پر جو مولانا نے صرف مفہوم ختم مرتبی مراد لیا اسکو کس کس طرح ختم زمانی کا مستلزم قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ معنی مولانا کے نزدیک مختار نہیں کیونکہ اگر صرف ختم مرتبی ہی خاص طور پر مراد لیا جائے تو اس کے معنی مطابقی میں ختم زمانی بالمطابقہ داخل نہ ہوگا بلکہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بالالتزام ضرور ثابت ہوگا لیکن صرف بالمطابقہ ختم زمانی مراد لینے سے ختم مرتبی پر کوئی دلالت نہ رہے گی جو مقام مدح کے خلاف ہے۔ اس لئے پہلی صورت تو غیر مختار ہے اور دوسری صورت افضل الانبیاء تسلیم کرتے ہوئے غیر مناسب ہوئی اور تیسری صورت جو مختار ہے وہ یہی ہے کہ لفظ خاتم النبیین بالمعنی الاعم والمطلق ختم مرتبی اور ختم زمانی اور ختم مکانی تینوں پر مطابقتاً دلالت کرے یا کم از کم عموم مجاز کے طور پر تینوں معنی کو مشتمل ہو۔ بہرحال اس صورت میں ختم مرتبی مستقلاً اپنے معنی مطابقی اور ختم زمانی و مکانی مستقلاً اپنے معنی مطابقی ادا کرینگے اور آیت میں تینوں معنی بالمطابقہ مقصود ہوں گے۔ پھر مولانا نے ختم مرتبی اور زمانی اور مکانی تینوں کے معنی مطابقی کی پوری پوری مفصل و مدلل علیحدہ علیحدہ تقریریں فرمائیں۔

مولانا مرحوم صرف مفہوم مطابقی ختم مرتبی کا بیان فرماتے ہوئے صلا میں لکھتے ہیں۔ قولہ باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوۃ میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجیے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوۃ میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوۃ بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم

ممکن بالبشری ختم ہولیا تو پھر سلسلۂ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا (یعنی خاتم بالذات نہ خاتم بالزمان) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض (ای فرض محال) آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا (یعنی خاتم بالذات ہونا نہ خاتم بالزمان یہاں دعویٰ اول کا ہے نہ ثانی کا) بدستور باقی رہتا ہے۔ انتہی

اور ص۲۸ پر ہے قولہ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض (یا لفرض بتلا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ثابت کر چکے کہ ختم زمانی بھی نص قطعی قرآن اور تواتر حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے) بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (یعنی خاتمیت بالذات) میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے۔ اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ انتہی۔ کیونکہ ختم مرتبی اور ختم بالذات کے یہ معنی ہیں کہ تمام مدارج اور مراتب اور کمالات نبوۃ کے سلسلے آپ پر ختم ہو گئے۔ آپ وصف نبوۃ میں متصف بالذات ہیں اور آپ کے ماسوا جس قدر بھی انبیاء کے افراد ہوں گے خواہ وہ افراد خارجیہ ہوں یا افراد مقدرہ مفروضہ فرض کر لئے جائیں سب وصف نبوت میں متصف بالعرض آپ کے تابع ہوں گے۔ الغرض مفہوم خاتمیت زمانی اس کے معنی مطابقی میں داخل نہیں ہے لیکن مولانا مرحوم نے ختم مرتبی (ذاتی) کے ساتھ ہی ختم زمانی کو اسی آیت کی تفسیر میں بطور دلالت التزامی مدلل اور مبرہن ثابت فرمایا ہے۔ قولہ ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے (تحذیر ص۲ وغیرہ دیکھو)۔ قولہ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ (تحذیر ص۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین جیسے بالمطابقت ختم ذاتی و رتبی پر دلالت کرتی ہے ایسے ہی بالمطابقت ختم زمانی پر بھی دلالت کرتی ہے یا کم از کم ختم زمانی پر دلالت التزامی ہے جیسے حضور علیہ السلام کے ختم زمانی پر تمام امت کا اجماع ہے ایسے ہی حضور کے اشرف الانبیاء ہونے اور ختم مرتبی پر ایمان اور اجماع ہے۔ لیکن عوام الناس ختم مرتبی کے مفہوم کو آیت کے منطوق سے خارج سمجھتے ہیں اور فقط ختم زمانی ہی کو منطوق ٹھیراتے ہیں اسی لئے تحذیر الناس ص۳ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ

یہ ہے کہ تحقیقی ۔۔۔ ردیف تو آپ جیسے خاتم زمانی ہیں ویسے ہی خاتم ذاتی و مرتبی بھی ہیں اور آپ کو فقط خاتم زمانی کا اعتقاد کرنا یہ تو عوام کا خیال ہے کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں۔

تنبیہ: ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس افتراء بے ہودہ سے بالکل بری الذمہ ہیں، اب خاں صاحب نے جو عبارتیں تحذیر الناس کی نقل کی ہیں ملاحظہ ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح جوڑ توڑ کیا ہے اور سب کو ایک جا اکٹھا کر دیا ہے اور ان کے پیچھے کی عبارتیں درج نہیں کیں ماقبل اور مابعد کے تعلق سے قطع کر کے کفر کے معنی پہنا کر خلاف مایرضیٰ قائلہ مطلب نکال لیا۔ عبارت حسام الحرمین ص۱۳ سطر ۲ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں اھ

اب اہل عقل غور کریں کہ خاں صاحب کو علماء باللہ کی تکفیر کا کس قدر شوق دامنگیر ہے کہ جناب نے جو عبارت تحذیر الناس کی نقل فرمائی ہے وہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کی تحذیر الناس میں نہیں ہاں اگر قرآن شریف میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ہے تو بیشک یہ عبارت منقولہ بھی تحذیر الناس کی ہے ورنہ نہیں کیونکہ جیسے قرآن شریف کی متفرق جگہ کی آیات کو ایک جگہ کر کے غلط اور کفریہ مطلب نکل آیا۔ اسی طرح تحذیر میں بھی تین جگہ اول ص۱۴ اور پھر ص۲۸ اور پھر ص۳ کی عبارات کو ایک جگہ کر دیا ہے وہ بھی قطع و برید کر کے اور کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھ سکے کہ یہ عبارت کئی جگہ کی ہے بلکہ اس عبارت کی روانی بتلا رہی ہے کہ ایک ہی جگہ کی عبارت ہے اور اسی ترتیب پر تحذیر الناس میں بھی موجود ہے کوئی لفظ و نشان تعدد عبارت کا موجود نہیں نہ تقدم و تاخر کا نہ صفحہ و سطر کا اس میں حوالہ ہے جن جن مقامات کی یہ عبارات منقولہ ہیں اُن کو میں بالتصحیح معہ آگے پیچھے کی عبارت کے نقل کر چکا تاکہ عوام الناس صحیح مطلب سمجھ کر دھوکے میں نہ پڑیں اور مفتری کا افتراء اظہر من الشمس ہو جائے اور وہ بھی ص۱۴ اور ص۲۸ سے وہ عبارات لائے ہیں جنمیں صرف مفہوم مطابقی خاتمیت ذاتی کی بحث کی ہے۔ اور خاتمیت زمانی سے جو اس کے مفہوم مطابقی میں داخل نہیں ہے تعرض نہیں کیا اور قرائن کو حذف کر کے ناقص عبارت نقل کر دی۔ دوسرے ان عبارتوں میں لفظ بالفرض بھی موجود ہے یعنی اگر بفرض محال

ایسا ہو اگرچہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ختم زمانی بھی اسی آیت کے بالمطابقہ یا کم از کم بالالتزام منطوق میں داخل ہے۔ اور پھر تواتر اور اجماع اُمت سے بھی ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ خاں صاحب نے ناقص عبارت نقل کی اس سے پہلے کی عبارت چھوڑ گئے جس کی وجہ سے مدعا مولانا مرحوم کا خبط کر دیا۔ آپ کا دعوی اس جگہ بصرف بیان مفہوم مطابقی خاتم بالذات کا تھا تو اس میں کسی طرح کا نقصان اس فرض سے نہیں آتا تھا اگرچہ یہ فرض فرض محال ہے اور صـ۳ کی عبارت تو ایسی ناقص نقل کی کہ مولانا مرحوم کا مدعا بالکل ہی خبط کر کے الا امر ختم زمانی کے انکار کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ اس کے بعد ہی یہ عبارت موجود ہے۔ **قولہ** بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے خاتم زمانی (بالمطابقہ یا بالالتزام) اور سد باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ اور پھر عبارات ناقص نقل کرنے کے باوجود بہت سے لفظ اڑا دیئے صـ۱۴ کی عبارت میں بجائے بلکہ اگر بالفرض کے بجائے بلکہ بالفرض۔ اور صـ۲۸ کی عبارت میں بعد زمانہ نبوی صلعم کی جگہ صرف بعد زمانہ نبوی اور لفظ صلعم کو درمیان سے اڑا دیا۔ اور "تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" کی جگہ تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اور لفظ پھر کو درمیان سے اڑا دیا اور صـ۳ کی عبارت میں پانچ لفظ اڑا دیئے (۱) سو (۲) صلی اللہ علیہ وسلم (۳) آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد (۴) ہو گا (۵) زمانی۔ عبارات منقولہ کو اصل سے ملاؤ تاکہ خاں صاحب کی دیانت واضح ہو جائے **مسلما** تو ایہ ہے خاں صاحب کی دیانت کہ اسی کو کمال جانتے ہیں اور اسی پر فخر کرتے ہیں۔ نہ آخرت کا خوف ہے نہ خدا کا ڈر۔ اور یہ مؤلف تحقیقات شاہجہانپوری تو بیچارے اندھی تقلید میں پھنس گئے ہیں کیا کریں مگر پھر بھی حضرت نانوتوی قدس سرہ کو اپنے پیر و استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری مرحوم کی زبانی تعریفات سُن کر تکفیر نہیں کرتے اور رسالہ ابصار الغیب میں فرماتے ہیں کہ میں مولوی قاسم صاحب کو کافر نہیں کہتا مگر یاد رہے کہ آپ کے مسلم عالم اہل سنت کے نزدیک تو آپ اور آپ کے استاد و پیر ڈبل کافر ہو چکے کیونکہ ان کے نزدیک جو مولانا نانوتوی مرحوم کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہذا جو کافر کہنے سے صاف انکار کرے وہ اشد کافر ہونا چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تنبیہ: حضرت مولانائے روم علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مثنوی شریف دفتر ششم صـ۹۶ میں خاتم النبیین کے یہ معنی بعینہ تحذیر الناس کی طرح بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

بہر این خاتم شد است او کہ بجود | مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(۲) سُبحان القدّوس

حضرت قطب الوقت محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے ذمہ یہ بہتان جڑا گیا ہے کہ آپ ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اور جو شخص خدا کو جھوٹا کہے اس شخص کو فاسق بھی نہ کہو اور فوٹو گراف فتویٰ کا موجود ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ جو امر نہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تصنیف میں موجود اور نہ ان کے کسی معتقد اور مرید اور تلمیذ کو معلوم اور نہ کہیں کسی نے نشان دیکھا وہ آپ کی طرف نسبت کر دینے سے اور جعلی فتویٰ بنا لینے سے کیسے ثابت ہو سکے گا یہ ایک ایسی جھوٹی نسبت اور بہتان بندی حضرت مولانا کی طرف کی گئی ہے کہ جس کا کبھی کسی کو خواب و خیال بھی نہ ہوا تھا اور نہ ہو۔ خود حضرت مولانا فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص۱۸ میں ایسے شخص کو کافر و زندیق تحریر فرما رہے ہیں

جواب - ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب نہیں ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا - البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ حق تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اُن کو جنت دیدے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے۔ اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کریگا۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علماء اُمت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الآیۃ لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضے وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ

واللہ اعلم بالصواب

مہر مفتی حنبلیہ مکہ مکرمہ	مہر مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ	مہر مفتی شافعیہ مکہ معظمہ رشید احمد	مہر مفتی حنفیہ مکہ معظمہ

یہ فتویٰ عربی ہو کر مکہ معظمہ میں بھی گیا جو بجنسہ ص۱۱۹ میں منقول ہے اور اسکی تصدیق چاروں

مذہب کے مفتیان مکہ معظمہ نے بھی کی ہے۔ اور نیز علامہ گنگوہی کے اخیر زمانہ حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی اس افترا پردازی کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عریضہ لکھکر اس کے متعلق دریافت کیا تو جواب میں اپنی برأت اور جعلی فتوے کے متعلق مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور مجدد بدعۃ کو اس کی اطلاع بھی ہوئی لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی یوں کا توں رہا، اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہ دکھلائی بھی گئی مگر پتھر کے اس دل پر جو تکفیر کا خوگر ہوچکا تھا، کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف اس کے خیالات میں کوئی جنبش پیدا نہ کر سکا۔ یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خاں صاحب کے فتوائے کفر کی بنیاد پہلے دن سے کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہ میں صرف جاہ پسندی اور شہرت پسندی اور نفس پروری کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔

الحاصل مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس شدومد سے اپنے فتاویٰ میں اسکو تحریر فرمایا کہ جو شخص نسبت کذب باری عزشانہٗ کی طرف کرے وہ کافر ملعون ہے ہرگز مومن نہیں پھر نہ معلوم کہاں سے یہ خبیث فتوی اختراع کیا ہاں البتہ مسئلہ تھا۔ دربیت خلاف ما اخبرہ او دق دۃ علی خلاف منصوص نے جس کو مخالفین الزاماً امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں حضرت مولانا اور ان کے متبعین حسب رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور ہیں مگر امکان ذاتی کے مع امتناع بالغیر۔ امکان وقوعی کے جملہ حضرات منکر ہیں۔ چنانچہ اس فتویٰ میں بھی اس کو فرمایا البتہ بعض متکلمین نے صرف خلف وعید کو عقلاً جائز الوقوع بھی مانا ہے اور اس کو حسن سمجھا ہے نہ شرعاً۔ لیکن سیزدہم صدی کے بعض علماء نے یہ خلاف کیا کہ اللہ تعالے نے جو خبر دی ہیں اس کے خلاف کرنے پر اس کو قدرت نہیں محال ذاتی ہے اور اس باب میں رسائل تصنیف کئے جیسے مولوی احمد حسن صاحب مرحوم پٹیالوی ڈسکوی ثم کانپوری کا رسالہ تنزیہ الرحمٰن اور مولوی عبداللہ صاحب مرحوم ٹونکی کا رسالہ جہد المقل [illegible] وغیرہ اور ان رسالوں کے جوابات بھی دئے گئے اور چھپکر شائع ہوئے چونکہ یہ رسائل مضامین علمیہ سے پُر اور طریقہ تہذیب علماء سے مملو تھے ان کے جوابات کی طرف توجہ ہوئی اور خاں صاحب کے رسالہ سبحان السبوح میں سوائے بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کا جواب دوسرے رسائل میں نہ آچکا تھا۔ علاوہ ازیں علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہیں سمجھا تھا لیکن پھر بھی کسی عالم نے سبحان السبوح کے دنداں شکن جواب تنزیہ الاسمیں دئیے البتہ ان کی گالیوں اور دشنام کا جواب نہیں دیا گیا کہ فعل اہل علم نہیں ہے۔

یہ جدید عقیدہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم الآیۃ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں اُن پر عذاب نازل نہ فرمائے گا۔ اور قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے۔ عاجز نہیں ہے، پس اس خبر کی وجہ سے دنیا میں عذاب بیشک ہرگز ہرگز نہ آئے گا۔ مگر آیت ثانیہ سے اس کا قدرۃ الٰہی میں داخل ہونا معلوم ہوا۔ اور اس عقیدہ حقہ پر امکان کذب کا الزام معتزلہ بھی اہل سنت پر لگا چکے ہیں جس کا جواب اہل سنت کی طرف سے شرح مواقف میں یہ ہے استحالتھما ممنوعۃ کیف وھما ای الکذب والخلف من الممکنات التی تشتملھا قدرتہ تعالیٰ اور مسلم الثبوت میں ہے انا لا نسلم امتناع الکذب علی اللہ تعالیٰ و امتناع اظہار المعجزۃ علی ید الکاذب امتناعاً عقلیاً لانھما من الممکنات وقدرتہ شاملۃ انتہی اور شرح مختصر الاصول میں ہے ولا یلزم الکذب اذ لو وقع خلاف الخبر یلزم الکذب ولا نقول بوقوعہ بل بامکانہ وھو لا یستلزم الوقوع انتہی۔ اور منہاج السنہ میں ہے قال الجمھور وھو قول کثیر من اصحاب ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد وغیرھم ان الظلم مقدور فکأن الجمھور قالوا ان خلف الوعد جائز ممکن وان کان اللہ لا یخلف وعدہ ابداً دائماً انتہی اور شرح مواقف میں اس مسئلہ کو اسی طرح تین جگہ ذکر کیا ہے۔ مسایرہ میں بھی تفصیلاً مذکور ہے۔ تقریر الاصول شرح تحریر الاصول میں محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج رحمہما اللہ نے اس مسئلہ کو اور یہ کہ یہی رائے اکابر اہل علم اور معاشر اہل سنت اشاعرہ و ماتریدیہ کی ہے نہایت وضاحت سے بیان کرکے یہ دکھا دیا ہے کہ بعض لوگوں نے جو درمیان اشاعرہ و ماتریدیہ کے اس مسئلہ میں خلاف ثابت کیا ہے وہ محض نزاع لفظی ہے اور اسکی تقریر فرمائی ہے۔ علامہ گلنبوی نے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں اس مسئلہ کی پوری تقریر کی ہے اور جمہور اشاعرہ کا یہی مذہب ثابت کرکے دکھلا دیا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس مسئلہ میں مخالف مذہب نہیں ہے علاوہ اس کے اور بھی کتابیں علم کلام کی اس مسئلہ کی توضیح کر رہی ہیں کہ ممتنع اور محال بالغیر ہے نہ امتناع ذاتی مگر اعتماد کے واسطے یہ کتب مذکورہ بھی کافی ہیں اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو جہد المقل دونوں حصوں کو ملاحظہ کریں۔ البتہ ہمارے علماء امکان کذب کے لفظ کو ایہام سوء ادب کی وجہ سے بے ضرورت اطلاق کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسے لفظ خالق الخنازیر والقردۃ والقاذورات وغیرہا کے اطلاق کو منع کیا جاتا ہے بوقت ضرورت مجبور ہیں

دراصل تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر یہ بحث چھڑی ہے وہ عبارت یہ ہے "اللہ صاحب وہ قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کردے" اور کما قال اس پیر پیر پرستوں کی امداد میں معقولیوں نے یہ اعتراض جڑ دیا کہ اللہ جل شانہٗ ہرگز آپ کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے آپ کا نظیر محال بالذات ہے اور معتزلیوں سے سیکھ کر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ اگر آپ کے مثل ممکن ہو تو امکان کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور دوسرے تکذیب نص لازم آئے گی اور یہ محال پس آپ کی نظیر بھی محال ہے کہ مستلزم محال کا محال ہونا ہے۔ لہٰذا امکان نظیر کا عقیدہ کفر ہے۔

اہل حق نے یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے عاجز نہیں ہے کیونکہ آپ کے مثل ممکن بالذات ہے۔ خدا کی قدرت میں داخل ہے۔ ہاں اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز ہرگز پیدا نہ کریگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ لہٰذا محال بالغیر ہے نہ محال بالذات جو قدرت کے تحت میں داخل نہ ہو کیونکہ جب ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ممکن ہے واجب اور ممتنع نہیں تو آپ کی نظیر بھی ممکن ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہوسکتی ہے۔ واجب بالذات یا ممتنع بالذات ممکن بالذات کی نظیر نہیں ہوسکتی چنانچہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ بعینہٖ تقویۃ الایمان کی طرح مکتوب ۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں "اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چون محمد بیافریند" ان پر بھی کچھ فتویٰ لگائیں اور فلسفی معتزلی دلائل کا جواب اہل حق نے وہی دیا ہے جو اہل سنت معتزلیوں کو ہمیشہ سے دیتے آئے ہیں۔

اس مسئلہ میں بعض شبہوں کے مختصر جوابات

واضح ہو کہ کلام نفسی صفت ازلی و قدیم غیر مختار ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور کلام لفظی باتفاق اشاعرہ و ماتریدیہ حادث ہے۔ (دیکھو فتاویٰ ۶ جز یہ ص ۱۳۹) اور شرح مواقف میں ہے۔ تسمیۃ کلاماً لفظیاً و نعترف بحدوثہ انتہٰی۔ اور شرح عقائد نسفیہ میں بھی اسی طرح مفصل موجود ہے اور اسی میں بحث ہے۔ انزال اور تنزیل فعل الٰہی ہے۔ انا انزلناہ قرآناً عربیاً اور افعال الٰہی سب مقدور۔ شرح مقاصد میں نظام معتزلی کا عقیدہ لکھا ہے المنکرون لشمول قدرتہ طوائف منہم النظام واتباعہ القائلون بانہ لا یقدر علی الکذب والظلم اور شرح مواقف اور شرح عقائد نسفیہ وغیرہ میں فرقہ ابو القاسم بلخی معتزلی کا یہ عقیدہ لکھا ہے قالوا لا یقدر علی مثل فعل العبد۔ اور شرح مواقف میں فرقہ اسواریہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔ ان اللہ لا یقدر

علی ما اخبر بعدم وقوعہ او علم بعدمہ والانسان قادر علیہ لیکن اہل سنت و جماعت
ان سب پر یعنی کذب اور ظلم پر اور مثل فعل عبد پر اور خلاف خبر و خلاف علم پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے
ہیں اور ہر فعل الٰہی اور ہر فعل عبد جو راجع صفت فعل کی طرف ہو سب کو مقدور اور سب پر قدرۃ ثابت
کرتے ہیں۔ چنانچہ متکلمین نے جملہ صفات سلبیہ کو جن سے تنزیہ باری تعالیٰ ضروری ہے۔ باوجود غیر متناہی
ہونے کے تین اقسام راجع الی الذات۔ راجع الی الصفات۔ راجع الی الافعال پر منقسم کیا جیسا کہ امام
فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اقسام السلوب بحسب الذات و بحسب الصفات
و بحسب الافعال غیر متناہیۃ چونکہ ذات الٰہیہ اور اس کی صفات حقیقیہ احاطہ قدرت
سے باہر ہیں لہٰذا اُن سلوب کو جن کے تحقق سے ذات و صفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل
مقدوریت نہیں سمجھا اور افعال الٰہی چونکہ مقدور ہیں لہٰذا ان سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں
تحت قدرت اور اختیار اً ممتنع الصدور قرار دیا اور ایسے افعال عباد کو جو مستلزم تغیر ذات و صفات
ہیں غیر مقدور اور باقی سب کو مقدور اور جو ان میں قبیح تھے وہ مقدور ممتنع الصدور پس خانصاحب
نے بے سوچے سمجھے بیجا اور غلط الزام کے بہانہ کس قدر اللہ جل شانہ کو مزے لے لے کر بے نقط سنایا
ہے زانی۔ مزنی۔ اُچکا۔ ڈاکو۔ شرابی کبھی کل۔ عیبی۔ سوتا ہے۔ اونگتا ہے۔ بہکتا ہے۔ بھولتا ہے محتاج
ہے۔ تھکتا ہے خلق سے ہارجاتا ہے۔ کھاتا ہے۔ بھیک مانگتا ہے۔ اس کے جورو اور ماں باپ ہیں۔
لونڈیوں سے عزل کرتا ہے۔ بچے جنتا ہے۔ مرتا ہے۔ اچھلتا ہے۔ کودتا ہے۔ کلائیں کھاتا ہے۔ دبکتا
ہے۔ بھولتا ہے سمٹتا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا ہے۔ مرد بھی ہے عورت بھی ہے خنثیٰ بھی ہے لواطت
کرتا ہے۔ مفعول بھی بنتا ہے محفل محفل کوڑی ناچ دکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ (قصیدہ الاستمداد وغیرہ)
معاذ اللہ معاذ اللہ۔ خانصاحب نے اس کلیہ کو نہ سمجھا کہ مثل فعل عبد پر جو راجع صفت فعل کی طرف
ہو خدا تعالیٰ قادر ہے ورنہ عبد کی قدرت خدا کی قدرت پر زائد ہو جائے گی سنا اُس فعل پر جو راجع
الی الذات والصفات ہو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رح حاشیہ شرح مواقف مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں
اذ لو کان ممتنعاً (ای بالذات) لما وقع الکذب من احد فھو ممتنع بواسطۃ انہ
مناف لکمالہ تعالیٰ فیکون ممتنعا بالغیر والامتناع بالغیر لا ینافی امکان الذاتی انتہی
اور بعض علماء اہل سنت نے امکان رویۃ باری تعالیٰ پر معتزلہ وغیرہ کے خلاف یہ حجت پکڑی للناقیۃ الحجۃ
علی صحۃ الرؤیۃ لانہ لو امتنعت رؤیتہ لما حصل التمدح بنفیھا عنہ اذ لا مدح
للمعدوم و مالح (شرح مواقف۔ شرح عقائد نسفی) اس حجت پر علامہ خیالی نے لفظی نقض وارد کیا

کہ یہ کلیہ صحیح نہیں کہ محال بالذات کی نفی سے تمدح حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ممکن اور مقدور کی نفی سے جبکہ اس میں علوشان ہو مدح حاصل ہوتی ہے کیونکہ نفی ولد وغیرہ سے اللہ کی مدح کی جاتی ہے حالانکہ ممکن اور مقدور نہیں۔ اس لئے یہ کلیہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن علامہ خیالی نے ان متکلمین علماء اہل سنت کو نہ کافر بنایا نہ تشنیع کی اور نہ اب تک جس قدر علماء کرام گذرے ہیں کسی نے بھی زبان درازی کی لیکن خاں صاحب نے خیالی سے اخذ کر کے وہ کفر کا تومار باندھا کہ خدا کی پناہ۔ اور اس بہانہ سے اللہ جل شانہ کو وہ مغلظات سنائیں کہ العظمۃ للہ۔ حالانکہ جو کلیہ مسئلہ مبحوث عنہا میں بخوبی چسپاں ہے اور علامہ شہید نے رسالہ یکروزی میں اور دیگر متکلمین نے یہاں مراد لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ سلوب جو راجع الی الافعال ہیں ان کی نفی سے باوصف قدرۃ تمدح ہے۔ اگر قدرۃ نہ ہو تو اس کی نفی کرنے سے کچھ بھی مدح نہ ہوگی اور یہ نزد جمیع عقلاء مسلم ہے۔

عدل۔ لطف۔ صدق کا شمار صفات اضافیہ میں ہے جو لوازم ذات ہونے کی وجہ سے واجب بالذات نہیں ہیں بلکہ ممکن واجب بالغیر ہیں (مکتوب مجدد صاحب قدس سرہ ص۲۱۱ میں ہے "این وجوب کہ از زوال طرف عدم در ممکن پیدا شدہ است وجوب بالغیر است کہ قسمی از ممکن است" نہ وجوب بالذات۔ انتہی)۔ اگر صدق کو واجب بالذات غیر مقدور سمجھا جائے اور چونکہ خدا تعالیٰ فعال بھی ہے تو فعل بھی واجب بالذات غیر مقدور ہوا یعنی فعل بھی صفت ہے جس کی وجہ سے فعال کہلاتا ہے تو مخالفین کے نزدیک کوئی فعل بھی اختیاراً صادر نہیں ہوگا۔ پس ایسی صورت میں جناب باری عز محض عاجز ہو جائیگا نہ کسی فعل پر قادر نہ کسی چیز پر یہ فرقہ اسماعیلیہ کا مذہب ہے (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ) اور بیشک صدق کلام نفسی علت اور کلام لفظی کا صدق معلول ضرور ہے۔ لہٰذا زوال معلول سے اگرچہ زوال علت لازم آسکتا ہے مگر امکان زوال معلول سے زوال علت کا امکان ہرگز ہرگز لازم نہ آئے گا۔ ورنہ امکان زوال عقل اول سے امکان زوال واجب تعالیٰ بھی ماننا پڑے گا۔ ہو کما ترٰی فقد بطل ما توسوست بہ صدور بعض الفضلاء الاعلام۔

(۳) توضیح عبارات البراہین القاطعہ

اول معلوم کرنا چاہیئے کہ جمیع علماء اہل سنت والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں حقیقتاً زندہ ہیں کھاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں نہ مثل شہداء کے مجازاً چنانچہ شیخ قدس سرہ نے شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے "حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست حیات

دنیوی جسمانی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست انتہیٰ ۔
پھر علمائے محققین نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیشک اپنی ہی قبروں میں زندہ ہیں اُن کو وہاں سے نقل نہیں کیا جاتا بلکہ بغیر نقل کئے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں البتہ علامہ قونوی کو کچھ تردد ہے جس کا شیخ نے جذب القلوب میں خوب جواب دے کر قطعی فیصلہ کردیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا قبور میں رکھا جانا معائن اور مشاہد ہے اور اصل باقی رہنا ہے اپنے حال پر نہ منتقل ہونا جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس کے خلاف پر قائم نہو اور حقیقت میں قائم نہیں ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ جس حیات کی قطعیت ثابت ہوئی ہے وہ قبور میں ہوئی نہ سماوات میں، اور پھر جو حدیث علامہ قونوی نے نقل کی ہے اس حدیث کو محققین اہل حدیث اور شراح نے ضعیف لکھا ہے اور اس کے ایک راوی کو مطعون کہا ہے۔ انتہیٰ ۔ اور نیز جمہور علماء اہل سنت والجماعت نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام ملائکہ کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ عند قبری سمعتہ و من صلے علیّ نائیا اُبلغتہ ۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں اذا صلے وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا و یرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلے وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ ۔ انتہیٰ اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں سلام زائران نفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند ورد سلام نمایند و دیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود انتہیٰ اور امام احمد مجتہد تقی الدین السبکی نے اپنی کتاب شفاء السقیم میں اس کے علاوہ بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ان تمام احادیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جماعت ملائکہ سیاحین فی الارض کی اللہ عزوجل نے اس لئے مقرر کی ہے کہ میری وفات کے بعد میرے امتی کے درود و سلام مجھ تک پہونچائیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھ پر کہتا ہے میں خود بلا واسطہ سُن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دُور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سُنتا لیکن فرشتوں کے ذریعہ سے اس کو میرے پاس پہنچادیا جاتا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لیجاتا ہوں۔ باوجود اس کے ان بلند علیین کا احادیث نبوی کے خلاف

یہی عقیدہ ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ولادت شریفہ میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاوی نہایۃ المراد ص۵۵ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۷۱ میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے، قیام نہ کرنیوالا کافر ہے۔ احتمالاتِ عقلی اور قیاس فاسد سے عقیدہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اور عالم برزخ عالم دنیا کے مغائر ہے اور مکاشفہ اولیاء کرام اول تو شرعاً حجت نہیں پھر کاشفہ بھی مشاہدہ تمثال ہوتا ہے۔ نہ عین حقیقت جو اولیاء اللہ کے لئے بطور کرامت کبھی کبھی کشف ہو جاتا ہے، عالم غیب یا برزخ میں دیدار پرتو جمال جہاں آرا سے مشرف ہو جانا یا مشاہدہ تمثال ہونا وہ اس بحث سے خارج ہے۔ جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بعد حکایات اولیاء اور کشف الغطا میں مفصل مذکور ہے کہ یہ سب منام اور یقظہ میں مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت، ہاں باری تعالیٰ اگر چاہے تو روح مبارک کو ہر جگہ حاضر کر سکتا ہے اور باری تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے لیکن کلام فعلیت حضور اور تشریف آوری دائمی میں ہے کہ کس نص سے ثابت ہے تاکہ اس پر عقیدہ کیا جائے ورنہ باری تعالیٰ تو ممکنات پر ہر طریقہ پر قادر ہے۔ اس عقیدہ کا بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے اور اگر اس میں عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم غیب عطائی ہو تو شرک ہوگا۔ (۱) فتاوی بزازیہ میں ہے قال علمائنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتہی۔ (۲) اور حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاذ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہما توشیح میں فرماتے ہیں منھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجہل صریح۔ انتہی۔ (۳) اور مفتاح القلوب میں ملا حسین خباز قدس سرہ نے لکھا ہے واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ الخ انتہی۔ (۴) اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ محدث دہلوی سورۂ مزمل کی تفسیر فرماتے ہیں قولہ اول احاطہ علمی باذکار قلبیہ ولسانیہ ذاکرین یا وصف تخالف امکنہ و ازمنہ الخ... مرتبۃ نزدیک شدن است کہ در عرف شرع آنرا دنو و تدلی و نزول و قرب خوانند این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرہ مسلمین در حق پیران خود امر اول را ثابت میکنند و در وقت احتیاج بہ ہمیں اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند انتہی۔ اور اسی سورت میں ہے مخلوقات ہرچند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ بر ذکر ہر ذاکر مطلع شوند اور تفسیر سورۂ بقرہ ص۵۵ پر فرماتے ہیں یا ارنبیا ائمہ و اولیا را

برابر رتبہ انبیاء وسائر علیہم السلام گردانند وانبیاء ومرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہرکس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔ انتہی۔

(۵) اور حضرت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ فتاوی تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں:۔ یقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیٔ وحاضر فزعمہم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک انتہی (۶) خود فاضل بریلوی خالص الاعتقاد ص۲۸ میں لکھتے ہیں قولہ علم یقیناً ان صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطا ممکن اسی طرح اور ص۳۲ پر فرماتے ہیں بلا شبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرے کا علم ذاتی (یعنی غیر عطائی) نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر ہے انتہی اور دولت مکیہ نظر اول ص۵ پر بھی اسی طرح رقمطراز ہیں ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو متعدد جگہ آن واحد میں بغیر ثبوت شرعی محض اپنی طرف سے حاضر ناظر جاننا اور ان مواقع اور ان امور کا علم بغیر نصوص کے اپنی طرف سے غیر عطائی ثابت کرنا اور سمجھنا پھر حقیقتاً مخاطب سمجھ کر خطاب کرنا کفر وشرک ہے۔

حضرات! مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم نے اسی اصول مسلمہ تمام علماء اہل سنت کے ماتحت ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ قولہ حضرت کی نسبت (یعنی اپنی طرف سے بغیر ثبوت شرعی کے اور جب ثبوت شرعی نہیں ہے تو وہ غیر عطائی ہی ہوگا جیسا کہ پیر پرستوں کا عقیدہ ہے) یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے۔

پھر شرک کی وجہ یہ بتلائی قولہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی انتہی یعنی صفت خداوندی کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا موجب شرک ہے۔ اور ہر صفت باری تعالیٰ کی ذاتی حقیقی غیر عطائی ہے۔ پس چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی نص قرآنیہ یا حدیثیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ہر موقعہ ذکر ولادت میں تشریف لیجاتے ہیں اور یہ وصف حضوری امکنہ متعددہ خداوند عالم نے آپ کو عطا فرمادیا ہے اور نہ ان بعض جزئیات دنیہ یعنی امکنہ اور مواقع کا علم دیئے جانے کے متعلق کوئی نص اور نہ یہ وصف خدمتی اور علم دنی کوئی باعث کمال اور نہ شایان شان ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا اگر کوئی باوجود اس کے اپنی طرف سے یہ علم اور یہ صفت غیر عطائی ثابت کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ مولود شریف میں تشریف لاتے ہیں پھر حقیقتاً مخاطب جان کر خطاب کرے تو شرک ہے۔ لیکن صاحب انوار ساطعہ نے اس کا مطلب نہ سمجھا اور وجہ شرک پر یہ اعتراض جمایا کہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ تعالیٰ کی صفت

اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ۔ اور روئے زمین پر کل جگہ حاضر ہونا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں بلکہ ملک الموت ہر جگہ قبض ارواح کے لئے اور شیطان اغوا بنی آدم کے لئے ہر جگہ موجود ہے اور یہ صفت اور علم ان کو حاصل ہے تو پھر حضور علیہ السلام جو تمام مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ ہیں ان کو یہ صفت اور یہ علم حاصل نہ ہوں۔ اگر ہر جگہ خصوصاً ہر مجلس مولود میں موجود ہوں تو کیا بعید ہے۔ ملخصاً) ۔ دیکھو فقط قیاس سے ثابت کرنا چاہا ہے نہ کوئی آیت قطعی نہ حدیث متواترہ نہ مشہور نہ خبر واحد پیش کی اگر کوئی آیت یا حدیث ہوتی تو ضرور پیش کرتے۔

حضرت مولانا سہارنپوری دام مجدہٗ نے اول اس اعتراض پر مواخذہ فرمایا اور پھر قیاس کو رد کر کے فیصلہ فرمایا ہے۔ مواخذہ کا خلاصہ یہ ہے عنقریب ہے کہ مؤلف صاحب شرک میں مبتلا ہوا چاہتے ہیں کیونکہ مؤلف کی تحریر سے اُس کا یہی عقیدہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی صفت دوسرے کو اگر کماً کیفاً مساوی ثابت کرے گا تو شرک ہوگا اور اگر کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں ثابت کرے لیکن کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہیں جیسے ظلی طور پر ثابت کرنے سے شرک نہیں ہوتا ۔حالانکہ عقیدہ اہل سنّت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں کسی طرح نہیں ہوسکتی اور جو بندوں کو عنایت کرتا ہے وہ ظل کہلاتا ہے عین صفت حق سبحانہٗ کی نہیں کیونکہ صفت باری تعالےٰ ذاتی حقیقی ہے اور بندہ میں ذاتی ہو نہیں سکتی بلکہ ظلی ہوگی اور یہ حق تعالیٰ کی صفت نہیں اور پھر اس میں کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی کی بھی شرط نہیں بلکہ مطلقاً صفت ذاتی خاصہ خداوندی ہے۔ اور ان اشیاء کو جو صفت حاصل ہے وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطا کردہ ہے اور جو کچھ عطا کیا گیا اس سے ذرہ برابر بھی زائد ذاتی طور پر ثابت کر دینا شرک ہوگا۔ الغرض مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم نے صاف تصریح کردی اور وجہ شرک یہ بیان فرمادی تھی کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی اپنی صفت کی اضافت سے صاف معلوم ہے کہ مطلقاً صفت خداوندی غیر اللہ کو ثابت کرنا شرک ہے لیکن مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم کو وجہ شرک میں یہ کلام ہے کہ صفت الٰہی کو غیر اللہ کے لئے مطلقاً ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ اگر صفت الٰہی کو ثابت کیا جائے مگر کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جس طرح اور جس حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ذاتی محیط علی کل شیٔ ہے۔ پس اثبات شرک کے لئے کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی ضروری ہے ذاتی غیر محیط کی صورت میں شرک نہیں

ہوگا جیسے ظلی طور پر شرک نہیں ان کی عبارت موجود ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت الخ کی اضافت سے صاف ظاہر ہے ورنہ مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم کی اس تحریر پر قولہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔ انتہی۔ اعتراض کرنے کے کیا معنی اور پھر مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم بھی قولہ اللہ تعالیٰ کی صفت الخ سے مواخذہ کر کے ثابت کرتے ہیں اور اگر ان اوصاف کو جو ضدوں کو عنایت کرتا ہے یعنی ظلی کو اللہ سبحانہ کی صفت قرار دیتے ہیں تو اور بھی زیادہ کج فہمی پر دال ہے۔ فتفکر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مولوی عبدالسمیع صاحب نے اپنے اس مواخذہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے الخ صفت سے صفت ذاتی مراد لی ہے تو لازم آتا ہے کہ ذاتی غیر محیط علی کل شئ کی صورت میں شرک نہیں ہے اور شیطان ملعون وغیرہ کے لئے صفت ذاتی غیر محیط تسلیم کی ہے جو کہ کیفاً مساوی نہیں ہے فہو باطل اور اگر صفت ظلی مراد لی جائے تو صرف مثال تو صحیح ہوگی لیکن اول تو یہ صفت الٰہی نہیں اور نہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بلکہ محال ہے۔ صفت ظلی اس لفظ سے کیسے سمجھ میں آئی نہایت تعجب ہے اور پھر اس کو نقض دلیل میں کیا دخل ہے۔ دلیل پر کیسے نقض ہوگا۔ یہ تو دعویٰ ہی دوسرا بن گیا اور اتصال ہی بدل گیا۔ اگر اتصال وہی رہتا اور پھر رفع اسی اتصال کا ہوتا تو نقض بجا تھا۔ بھلا ایک اتصال دوسرے اتصال کی نقیض کیسے ہو سکتا ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب تو اثبات صفت خداوندی کی تقدیر پر حکم لگاتے ہیں اور مولوی عبدالسمیع صاحب اثبات صفت ظلی کی تقدیر پر حکم دیگر لگاتے ہیں۔ ہذا بعید من شان العلماء فافہم ولا تزل فانہ مزال الاقدام۔

اب اس قیاس کا حال سنئے۔ پہلے یہ واضح ہو کہ مؤلف انوار ساطعہ کی عبارت بقرینہ اعتراض بر مولوی عبدالجبار صاحب شیطان اور ملک الموت کے لئے صفت ذاتی کا ایہام ڈالتی ہے جو اصل مبحوث عنہا ہے اور جس کو کہ مقیس علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیرایا ہے ورنہ یہاں اس کا کچھ موقع نہ تھا۔ اس کی تقریر ماسبق میں معلوم کر چکے۔ لیکن مولانا مدظلہ نے علی سبیل تنزل بھی ان کی صفت کو صفت ظلی عطائی قرار دے کر پھر بھی اس قیاس کو باطل فرمایا ہے کیونکہ اصل مبحوث عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کا ثابت کرنا ہے جیسے کہ مولوی عبدالجبار صاحب کی دلیل شرک اور مؤلف انوار کے مواخذہ سے ظاہر ہے چنانچہ عبارت براہین میں صاف طور سے فرمارہے ہیں صفحہ۵ میں ہے قولہ شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو الخ اور صفحہ۵۱ میں ہے

قولہ اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم ذی الخ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان بعض جزئیات حادثہ کا علم ان دونوں کو ذاتی نہیں بلکہ باعطاء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ لفظ دیدینے کا متعدد جگہ موجود ہے۔ پھر ان کے صفت ظلی کو مقیس علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلعم کا ٹھیرایا ہے یہ نہیں جیسے کہ خاں صاحب سمجھ گئے کہ شیطان کے لئے تو شرک نہ ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا جائے تو شرک ٹھیرے۔ بعد اللتیا والتی مولانا مدظلہ نے اس قیاس کو رد کر کے اس بحث میں دو شق پر بحث کی ہے اور ان دو علماء میں اس طرح فیصلہ فرمایا ہے، اوّل علم ذاتی کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کر کے یہ عقیدہ رکھنا جو اصل مدعا مولانا عبد الجبار صاحب مرحوم کا ہے۔ ثانی علم عطائی ظلی کا۔ اول شق کو شرک کہا ہے کہ صرف یہ خیال کر کے کہ آپ افضل الخلق اور اشرف الانبیاء ہیں۔ اور حضرت ملک الموت وغیرہ سے بہت افضل ہونے کی وجہ سے ان کے برابر جو ان کو عطا کیا گیا ہے یا ان سے زیادہ بلکہ ان سے کم بھی اگر علم غیر عطائی ذاتی کا حصول مان لیا جائے تو شرک ہے۔ کیونکہ علم غیر عطائی ذاتی مطلقاً خاصۂ خداوندی ہے۔ اور شق ثانی کو یعنی بغیر ثبوت شرعی کے محض عقلی ڈھکوسلوں سے یا کسی جہالت سے باعطاء اللہ تعالیٰ ظلی طور پر ثابت کر کے عقیدہ جما لینا شرک تو نہیں لیکن نادرست اور معصیت ہے۔ چنانچہ آپ تصریح فرماتے ہیں انتہا۔ تک خوب غور سے ملاحظہ ہو۔ **قولہ** (۱) تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھر بھی زیادہ علم (وہ غیر عطائی ذاتی ہی ہوگا) ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ (۲) اور مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیریہ اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم غیب (اور صرف مجلس نکاح کے اعتقاد حضوری) میں کافر لکھا ہے۔ (کیونکہ یہ علم اور صفت بھی غیر عطائی ہے کہیں ثابت نہیں کہ محفل نکاح میں حضور علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ (۳) ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم (اللہ نے) دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے (غیر عطائی ذاتی) ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔

(۴) اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہے تو مؤلف سب عوام میں بہ سبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو

علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے الخ
(۵) اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں الخ (چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے کا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات) دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ اب دیکھو فاضل بریلوی کا یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ مولانا مدظلہ نے اپنے اس دعویٰ کفریہ کے اثبات کے لئے صرف ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مجھ کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں ہے جو شیخ دہلوی نے اس روایت کو بے اصل بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ روایت اگرچہ باعتبار اسناد بے اصل ہے لیکن بوجہ دلائل اُخر قطعیہ صحیحہ مقبول بالمعنی ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ پس بحسب المعنی یہ حدیث بھی قابل احتجاج ہے چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ آخر فصل ثالث میں بلا جرح نقل فرما کر اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر کیا مولانا مدظلہ نے اپنے دعویٰ کو اسی پر منحصر رکھا ہے۔ افسوس۔

اب اس کے بعد ملتا زعم فیہا عبارت دیکھئے۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھکر (یعنی ان کو جو بعض جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم کہ جن سے ان کا مقصد اغواء اور قبض ارواح حاصل ہو دیا گیا اور اسی کے لئے یہ پیدا بھی کئے گئے ہیں اس پر قیاس کر کے علم محیط زمین فخر عالم کو (یعنی علم غیر عطائی ذاتی جس کو محیط ہونا لازم ہے تا کہ روئے زمین میں جہاں بھی مجلس مولود ہو وہیں آپ تشریف لائیں۔ ناظرین لفظ علم محیط زمین دیکھکر اس کو شیطان اور ملک الموت کی طرف منسوب کر کے یہ نہ سمجھ لیں کہ صاحب براہین دونوں کے لئے جملہ جزئیات ارضیہ حادثہ کے علم کے قائل ہیں یہ مخصوص باری تعالیٰ کے ساتھ نہیں) خلاف نصوص قطعیہ کے (جو دربارہ علم غیب غیر عطائی ذاتی بکثرت موجود ہیں) بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے (غیر عطائی طور پر) ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (دیکھو اس عبارت میں بھی لفظ یہ وسعت موجود ہے جس کا مشار الیہ ضرور کوئی ہے یعنی ملک الموت کا متعدد جگہ حاضر ہونا قبض ارواح کے لئے اور شیطان کا اغواء کے لئے کہ ان ہی امور کے لئے یہ پیدا کئے گئے ہیں) نص سے (یعنی عطائی ظلی طور پر) ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم (غیر عطائی ذاتی یعنی چونکہ قرآن و حدیث سے ان جزئیات حادثہ دنیویہ محضہ کا علم اور پھر اکثر متعدد مواضع میں صفت حضوری کا باعطاء اللہ تعالے ثبوت نہیں تو ان جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم اور یہ صفت حضوری غیر عطائی ذاتی) کی کون سی نص قطعی ہے (یعنی حضور کو ہر مجلس روئے زمین کا علم تفصیلی ہونے اور ہر مجلس مولد میں تشریف لانے کے متعلق کیونکہ اسی

میں بحث ہو رہی ہے) کہ جس سے تمام نصوص (علم وصفت غیر عطائی ذاتی) کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے، اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے تے تہذیبی عقیدے کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں۔ خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کس قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے، پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنا (کہ ہر مجلس کے علم تفصیلی ہونے کے بعد تمام مجالس میں آن واحد میں سب جگہ تشریف لائیں کیونکہ بحث مجالس مولد میں آپ کی تشریف آوری کے اور ان (امکنہ متعددہ کے علم تفصیلی کے متعلق ہے) اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم (غیر عطائی ذاتی) آپ کا ان امور میں (دیکھو یہاں بھی لفظ ان سے اشارہ کیا ان عبارات سے واضح ہو گیا ہو گا کہ گفتگو خاص علم میں ہو رہی ہے نہ مطلق علم میں) ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ الخ پھر آگے چند سطر بعد صاف طور سے فرماتے ہیں۔ **قولہ** یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے۔ انتہیٰ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مد ظلہ فقط علم غیر عطائی ذاتی کو شرک فرما رہے ہیں اور باعطاء اللہ سبحانہ کے مجالس کا علم تفصیلی اور تشریف آوری کو فی نفسہ جائز فرماتے ہیں، مگر بوجہ عدم ثبوت نصوص شرعیہ قطعیہ اس کے اعتقاد سے منع فرماتے ہیں۔ ناظرین کرام! اس عبارت نے تو خاں صاحب کی عمر بھر کی کوشش کو یکلخت خاک میں ملا دیا۔ افسوس کہاں اسقدر اور اس زور کا یہ دعویٰ تھا کہ براہین میں تصریح کی ہے کہ ابلیس لعین کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کے خلاف شرک ہے کہ تاویل تک باقی نہ تھی اور کہاں یہ کہ اشارۃً وکنایۃً بھی اس نجس اور کفری مضمون کا پتہ نہیں مفاد ہونا کجا۔

تنبیہ:۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضور فخر عالم علیہ السلام کو جو کمالات اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے ہیں ان کے مقابلہ میں ملک الموت وغیرہ کے یہ بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ (کما فی تفسیر فتح العزیز صـ۳۵) کے کمالات جو اسی خدمت کے لئے یہ پیدا کئے گئے کچھ قدر نہیں رکھتے یہ کمالات خدمتی ہیں اور حضور کے کمالات اعزازی اور شرفی ہیں۔ اور جس قدر اقصیٰ مراتب نبوۃ اور کمالات نبوۃ کے لئے عام ضروری ولابدی اور موجب فضل تھے وہ بکمالہا آپ کو حاصل تھے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بحث ان بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ کونیہ میں ہے جن کے متعلق حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتم اعلم بامور دنیاکم فرمایا ہے۔ اور علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور حضرت قاضی عیاض نے شفا شریف میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ جمیع علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کونیہ کے عدم علم اور وقوع خطا سے آپ کی شان رسالتمآب میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اور ان امور کے نہ جاننے سے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں (جو کروروں علوم شریفہ وکمالیہ واسرار غیبیہ وجملہ علوم دینیہ اور معظمات ومہمات امور دنیاویہ اور دیگر نفیس اور شریف معلومات کو شامل ہے کہ کوئی خلق نہ جن نہ فرشتہ نہ بشر اس تک پہونچا نہ پہونچ سکے چہ جائیکہ ابلیس لعین) کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ شفا شریف کی عبارت یہ ہے:- فاما اتعلق منہا بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضہا او اعتقادہ علی خلاف ما ھی علیہ ولا وصم علیھم فیہ اذ ھممھم متعلقۃ بالاخرۃ وانباءھا وامر الشریعۃ وقوانینھا وامور الدنیا تضادھا بخلاف غیرھم من اھل الدنیا الذین یعلمون ظاھرا من الحیاۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ غافلون۔ انتہی۔ اور پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو زمین وآسمان اور اشراط ساعت اور ما کان وما یکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا شرط نہیں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم الحدیث کے تحت میں فرمایا ہے مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا وچہ در آخرت چہ در دنیا وچہ در آخرت بہ تفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز پروردگار تعالیٰ را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است۔ انتہی۔ اور بخاری شریف میں ہے۔ فیقال لا علم لک بما احدثوا بعدک انتہی۔ اور فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۲۲۸ میں۔ اعمال امت در جریدۂ اعمال پیغمبر محسوب میشود وآنحضرت فی نفسہ مستغنی انداز کسب ایں کمالات بحصول کمال ارفع منہ وایں معنی ہیچ قباحت ندارد۔ انتہی۔ اور ص۲۲ میں ہے آنحضرت را علوم اولین وآخرین (بطریق اجمال) حاصل بود چنانچہ در صحاح ستہ وارد است کہ اوتیت علم الاولین والاخرین لیکن تصرف در علم کلام مثلاً بتوسط شیخ ابو الحسن اشعری وشیخ ابو منصور ماتریدی آنجناب را حاصل شد وہم چنیں تصرف در علم فقہ بتوسط حضرت امام اعظم وامام شافعی آنجناب را حاصل شد (ملخصاً)۔

(۶) عدم علم بعض علوم دنیاویہ کونیہ کے نہ جاننے سے انبیاء علیہم السلام کی شان رسالت پنا

ہیں کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ اوصاف کمالیہ حقیقتاً فقط علوم اُخرویہ اور معارف دینیہ میں ہی منحصر ہیں اور یہی علوم علوم کہے جانے کے مستحق ہیں اور علوم دنیاویہ کا علم نام رکھنا مجازاً ہے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرمایا ہے۔ ان العلم لا یطلق الا علی علم الشریعۃ و لہذا لو اوصی رجل للعلماء لا یصرف الا علی اصحاب الحدیث والتفسیر و الفقہ۔ انتہی۔ اور جو چیزیں کہ خلاف شان نبوۃ ہوں یا کمالات نبوۃ میں اس کی وجہ سے کوئی زیادتی و مدح نہ ہو اس کا بعض قیاس فاسد سے ثابت کرکے اس پر عقیدہ کرنا طاف عقل ہوگا۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کو شعر نہیں سکھلایا کہ آپ کی شان کے لائق نہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ بعض علوم دنیویہ کا نہ جاننا انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں نقص نہیں ڈالتا۔ اگر کوئی رذیل شخص اس کو جانتا ہو تو اس کا انبیاء علیہم السلام سے اعلم ہونا لازم نہیں آتا دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد کا یہ قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے احطت بما لم تحط بہ یعنی مجھ کو ایسی چیز کا علم ہوا ہے کہ جس کا آپ کو علم نہیں ہوا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس جزئی کو نہ جاننا آپ کے علوم نبوۃ میں کوئی نقصان نہیں ڈالتا اور نہ ہدہد کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے اعلم کہہ سکتے ہیں اور نہ آپ کی کوئی توہین تصور کی گئی۔ کیونکہ بعض علوم رذیلہ کا علم کوئی کمال نہیں جیسے شراب بنانے کا علم اور جوا کا۔ اور دیگر خبیث علوم۔ زمین کے کیڑے مکوڑوں، بچھوؤں، درختوں کے پتوں، ریگ کے ذروں، دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں اور دیگر حشرات الارض کی تعداد شمار اور ان کی نقل و حرکات اور دیگر تفصیلات اور حالات کیفیات اور دیگر تمام مخلوقات کے بول و براز اور اُن کے کیڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بفرمودۂ خدا شعر کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ ہو اور یہ رذیل اور خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو توہین نہ ہو معاذ اللہ سقدر جرأت فاضل بریلوی خود ملفوظات حصہ دوم صہ۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ سیمیا ایک ناپاک علم ہے، کیا یہ ناپاک علم بھی دیا گیا معاذ اللہ۔ الغرض خاں صاحب اور ان کی ذریات برخلاف اتفاق جمہور علماء ایسے ایسے علوم رذیلہ ذلیلہ کو بھی آپ کے علوم مبارکہ شریفہ میں محض اپنے قیاس فاسد سے داخل کئے دیتے ہیں کہ کہیں ہر شے کے علم کے ثبوت میں کسر نہ رہ جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرات علماء ربانیین کی نسبت تو یہ خبیث جھوٹا الزام لگایا۔ اور خود شیطان خبیث کے علم کو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیع اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ خالص الاعتقاد صہ۵ میں اپنے عقائد میں سے اس عقیدہ کی بھی صراحت کی ہے دیکھو قولہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر

نہیں ہے۔ انتہی یعنی وسیع تو ہے لیکن نص نہیں ہے کما قرر فی الاصول فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے متعلق خود جناب مولانا مدظلہ کا فتویٰ

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے ہم اور ہمارے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔ یہ کفر یہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتاً ہے نہ کنایتاً مجھ ناچیز کو تو کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا، ولی فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے۔ اس کا مطالبہ خاں صاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرماویں مطلب صاف اور واضح ہے۔ (مختصراً ملتقطاً) خلیل احمد

(۴) توضیح عبارت حفظ الایمان

ناظرین کرام۔ بخاری شریف جلد ثانی میں حدیث ہے کہ چند لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ فینا نبی یعلم ما فی غد یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو آنے والے واقعات کو جانتے ہیں آپ نے منع فرمایا کہ ایسا مت کہو اس حدیث کے تحت میں علامہ حافظ ابن حجر تصریح فرماتے ہیں فیہ کراھۃ نسبۃ علم الغیب لاحد من المخلوقین اور اسی حدیث کے تحت میں فرمایا انما انکر علیھا ذکرہ من الاطراء حیث اطلق علم الغیب وھی صفۃ تختص باللہ تعالیٰ انتہی یعنی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم غیب چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے لہٰذا علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا مکروہ ہے اس لئے آپ نے لڑکیوں کو منع فرمایا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص۱۹ میں فرماتے ہیں مسئلہ:- اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب انتہی۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دلائل نقلیہ بے شمار ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے۔ اور حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرنا صاف

صاف مذکور ہے۔ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ الآیۃ، عندہ
مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو الآیۃ۔ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء الآیۃ وغیرہا من الآیات۔ ہاں البتہ مُظہر علی الغیب یا مطّلع علی الغیب یہ انبیاء
علیہم السلام کی صفت ہے اور اس کا اطلاق بھی جائز ہے لا یظہر علی غیبہ احداً الا من
ارتضیٰ من رسول الآیۃ۔ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من
یشاء الآیۃ۔ نہ کہ علم غیب کا اطلاق جائز ہے۔ کیونکہ غیب اطلاقات شرعیہ میں وہ پوشیدہ چیز ہے کہ
جس کو عقل دریافت نہ کر سکے اور نہ کسی واسطہ اور کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہو چنانچہ تفسیر بیضاوی
اور تفسیر کبیر وغیرہما میں ہے۔ المراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداہۃ
العقل وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب
لا یعلمھا الا ھو وقسم نصب علیہ دلیل الخ اور تفسیر مدارک میں ہے والغیب ھو ما لم
یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق یعنی غیب وہ پوشیدہ چیز ہے جس کو عقل نہ پا سکے
اور نہ حس معلوم کر سکے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو اور نہ کوئی مخلوق اس پر مطلع ہو۔ ایسی چیز
جاننے کا نام علم غیب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہوا سکو اطلاقات
شرعیہ یعنی قرآن و حدیث اور عقائد دینیہ میں علم غیب نہیں کہتے اور نہ اس کے مُطّلع کو عالم الغیب
کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے لم یبق بعد الاعلام غیب یعنی معلوم کرا دینے کے بعد
وہ علم غیب نہیں رہتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو غیب کی جو باتیں وحی سے
معلوم کرائی ہیں اس اطلاع سے ان کو عالم الغیب ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اسی لئے باوجودیکہ حضور
علیہ السلام کو تمام مخلوقات سے زیادہ غائبات کے علوم عطا فرمائے گئے مگر اطلاقات شرعیہ میں
کہیں حضور کو عالم الغیب نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ علم غیب کی حضور سے بتاکید اور بکثرت نفی فرمائی گئی
ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم و مغفور اپنی
کتاب خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں قولہ علم غیب صفت ہے رب العزۃ کی
جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اسواسطے
کہ آپ کو بذریعہ وحی اُمور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ
عالم الغیب ہے (انتہی الشہاب الثاقب ص۱۲۱ و ص۱۲۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی
ہیں کہ جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا اُس نے اللہ تعالیٰ پر سفید

جھوٹ باندھا عن عائشۃ من قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فقد اعظم علی اللہ الفریۃ (بخاری)

پس اسی کے مطابق باوجودیکہ حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعطاءِ الٰہی تمام مخلوق سے زیادہ اطلاع علی الغیوب ہے۔ اور جس قدر اقتضیٰ مراتب نبوۃ کے لئے علوم شریفہ لازم وضروری اور شایانِ شان خاتم النبیین تھے وہ آپ کو بہ تمامہا حاصل تھے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے **قولہ** نبوت (یعنی آپ کی نبوت کاملہ) کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔ **قولہ** یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں (بسط البنان) لیکن اس تسلیم کے بعد پھر بھی آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنے سے منع کیا ہے اور اطلاق لفظ عالم الغیب کو جبکہ بلا قرینہ ہو تو موہم شرک کی وجہ سے ناجائز بتلایا ہے۔ در مختار میں ہے۔ مجرد ایہام اللفظ مالا یجوز کاف فی المنع کما نبّہ شرح کرہ بحق رسلک کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اور اسی کا جواب دیا گیا ہے ملاحظہ ہو سوال ۳۔ زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ انتہی۔ **قولہ** جواب۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بناء پر لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔ قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں لفظ عبدی وامتی وربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اسی لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا۔ جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلیٰ شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی شخص یوں کہتا پھرے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منھ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے۔ انتہی۔

عبارت مذکورۂ بالا سے روشن ہے کہ باوجودیکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ مسلّم ہے کہ آپ کو جو علوم لازم وضروری نبوۃ کاملہ کے لئے تھے وہ سب حاصل تھے مگر آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ بحث بلا قرینہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کرنے میں ہے کہ آیا بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں اور گفتگو بھی بلا قرینہ میں ہے اور قرائن کے ساتھ اطلاق جائز ہوگا۔ اس دعویٰ پر ایک دلیل تو عبارت بالا میں مذکور ہو چکی دوسری دلیل عبارت ذیل میں جو متنازعہ فیہا ہے بیان کی گئی ہے۔ **قولہ** پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا یعنی محض اس بناء پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں۔ آپ کو عالم الغیب کہنا یہ نہیں فرمایا کہ نفس الامر میں حضور کے لئے علوم غیبیہ کا حاصل اور ثابت ہونا کیونکہ ان علوم غیبیہ میں بحث نہیں جو نفس الامر اور واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ یہ تو مسلّم امر ہے ہاں لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا اور علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے دیکھو لفظ اس سے اشارہ ہے یعنی وہ غیب جو لفظ عالم الغیب میں داخل ہے جس کے اطلاق میں گفتگو ہے اور جو علوم غیبیہ کہ نفس الامر میں حضور کے لئے ثابت اور محقق ہیں اس غیب سے تو یہاں بحث ہی نہیں مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ تمام اہل علم پر ظاہر وباہر ہے کہ کل کے مقابلہ میں جب بعض کا لفظ آتا ہے تو اس سے مطلق مراد ہوتا ہے یعنی ایک فرد پر بھی صادق آئے گا اور ایک کم کل کو بھی شامل ہوگا اور دلیل کا حسن اسی میں ہے کہ کل سے ایک ادنیٰ فرد بھی نہ نکلنے پائے تمام ہی افراد کو شامل ہو اور بعض سے ادنیٰ سے ادنیٰ یہاں تک کہ ایک فرد پر بھی صادق آجائے سا اس سے اعلیٰ درجہ میں تو لا محالہ ضرور متحقق ہوگا اور حفظ الایمان میں تو اگلی ہی سطر میں موجود ہے **قولہ** کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ انتہی۔ یعنی اس پر ملغاب عن الحس صادق آجائے گا۔ کیونکہ غیب امر اضافی ہے یعنی کسی کی حس سے غائب ہو وہ غیب کے افراد میں سے ہو جائے گا۔ **وجہ حصر** یہ ہے کہ لفظ عالم غیب بالاضافۃ یا باللام میں اضافت یا لام یا تو استغراقی ہوگا یعنی ہر ہر فرد غیب غیر متناہی کا علم تو یہ خاصہ خداوندی ہے اس کا اطلاق سوائے خدا وحدہ لاشریک لہ کے کسی پر جائز نہ ہوگا۔ یا جنسی ہوگا جو ایک کو بھی شامل ہوگا اور عہد ذہنی حکم میں جنسی ہی کے ہوتا ہے اور عہد خارجی یہاں مراد ہی نہیں ہو سکتا یہ شق اس حصر سے خارج رہے گی کیونکہ گفتگو

اس صورت میں ہے جہاں اطلاق لفظ کا بلا قرینہ ہو اور بعض افراد معین مراد نہ ہوں یعنی چونکہ ذات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا قرینہ صارفہ کے عالم الغیب کا اطلاق شرعاً اور عرفاً از سلف تا خلف متعارف نہیں اور گفتگو بھی اسی صورت میں ہے کہ اطلاق بلا قرینہ ہو اس وجہ سے یہ علوم مغیبات معتدہ یا جملہ مخلوقات سے زائد مخاطب اور متکلم کے درمیان متعین ہی نہیں لہٰذا لفظ الغیب سے یہ مراد ہی نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اس صورت کو علیحدہ بیان فرمایا ہے بالکل ترک نہیں فرمایا۔ قولہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تماماً حاصل ہوگئے تھے۔ انتہی۔ ان شقوق ثلاثہ کا ذکر حفظ الایمان میں صراحتاً موجود ہے۔ پھر یہ اعتراض کہ مطلق علم اور علم مطلق ہی میں حصر کر دیا خاتم الانبیاء کے شایان شان ہے۔ ہاں لفظ عالم کے حصر میں یہ شق خارج نہیں ہوسکتی کیونکہ عالم کا اطلاق باعتبار علوم معتدہ بہا کے متعارف اور شائع ہے اور یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بنا پر اطلاق وارد نہیں تاکہ یہ کہا جائے کہ یہاں بھی امور معتدہ کا علم غیب مراد ہے۔ لہٰذا یہ مقدمات عالم میں جاری ہی نہیں ہوسکتے۔ دوسرے مولانا مدظلہٗ نے اس کی طرف مع جواب کے اس قول میں بھی اشارہ کر دیا ہے کہ قولہ اگر التزام نکیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔ یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جائے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جائے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔ الحاصل مولانا مدظلہٗ حفظ الایمان میں صاف صاف بالتصریح مراتب ثلاثہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء یہ تو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوۃ کاملہ کے لئے ہیں وہ تماماً آپ کو حاصل ہیں ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا کہ آپ مبلغ الانبیاء ہیں مگر اس پر یہ محذور ہے کہ اطلاق عالم الغیب کیلئے شرعاً یہ فرق ثابت نہیں ہے۔

اور تغییر اور جہ مطلق بعض علم غیب کا ہے جو سب کو حاصل ہے۔ اس میں کوئی کمال نہیں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں پہلے بھی اِس کا لفظ آیا ہے اور یہاں پھر وہی لفظ اِس آیا ہے ان دونوں کا اشارہ ایک ہی طرف ہے یعنی جو غیب لفظ عالم الغیب اسم کے اندر ہے وہی مراد ہے حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جو حضور کو ثابت اور متحقق ہیں وہ ہرگز مراد نہیں کیونکہ گفتگو لفظ عالم الغیب کے اطلاق میں ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ لفظ غیب جو عالم الغیب میں ہے اور اس لفظ کے اطلاق کی علت ہے

اگر اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو کم از کم ایک کو بھی شامل ہے تو اس بعض ہیں حضور کی کیا تخصیص ہے اگرچہ حضور علیہ السلام کے سینہ میں کروروں کیا اربوں غیب کے علوم ہیں مگر وہ غیب جو لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت ہوا ہے وہ تقدیر مذکور پر زید کے نزدیک مطلق بعض ہے جو کہ اربوں کے ساتھ بھی متحقق ہوگا اور ایک فرد غیب پر بھی ہر صورت میں اپنے عالم کو عالم الغیب کہلائیگا۔ ایسا علم غیب لفظ ایسا سے وہی مراد ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض جو ایک ادنیٰ درجہ کے فرد کو بھی شامل ہے یعنی جو عالم الغیب کہلانے کی علت اور وجہ واقع ہوا ہے اور زید نے اس کو علت قرار دیا ہے پھر وہ حقیقی غیب ہو یا اضافی۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذ اللہ علم زید عمرو وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کیلئے نہیں آتا۔ بقرینہ مقام مطلق بیان کیلئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ داغ کا شعر ہے ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں | مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نکریں گے | ہاں ہاں نکریں گے کبھی ایسا نکریں گے

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان اشعار میں لفظ ایسا تشبیہ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے۔ چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید و عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائینگے حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوۃ کا جامع کہہ رہا ہے۔ کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلا دیگا۔ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے توضیح البیان میں لکھا ہے کہ امیر مینائی نے امیر اللغات جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں (۱) اس قسم کا اس شکل کا فقرہ ایسا قلمدان ہر ایک سے بنانا دشوار ہے۔ (۲) اس قدر اتنا فقرہ ایسا مارا کہ ادھ موا کر دیا۔ (۳) مماثل اور

مانند۔ فقرے، تم ایسے بہتیرے بلجاتینگے۔ ہم ایسوں سے تو وہ بات بھی نہیں کرتے۔ (۴) اس طرح یوں۔ فقرے۔ میں نے ایسا سنا ہے کہ آج دونوں بھائیوں میں چل گئی۔ تم اُن سے صاف کہدینا کہ میر صاحب ایسا کہتے ہیں (۵) اور کبھی اچھائی برائی کی جگہ بطور مبالغہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ فقرے ایسا وقت قسمتوں سے ملتا ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے۔ انتھی۔ پھر بھی یہ کہنا کہ لفظ ایسا تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے کس قدر انصاف ہے۔ تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ اس تقدیر پر جس قسم علم غیب کو عالم الغیب کہلانے کی علت فرض کی ہے وہ سب میں موجود ہے پھر وہ سب عالم الغیب کیوں نہ کہلائیں گے ورنہ افتراق معلول کا علت سے لازم آتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ گفتگو اس مطلق بعض میں ہو رہی ہے جس کو زید نے اطلاق لفظ عالم الغیب کی علت قرار دیا ہے اور وہ مفہوم کا مرتبہ سب جگہ موجود ہے۔ اب اگر خاں صاحب کے فرمانے کے مطابق لفظ غیب کا مفہوم مراد نہ ہو بلکہ وہ علم مراد ہو جو واقع اور نفس الامر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے متحقق اور ثابت ہے اور لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو کیونکہ خاں صاحب کے افترا اور کفر کے معنی پہنانے اور عوام کے لئے ان کی تلبیس کا منشاء صرف دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت ایسا علم غیب میں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھا جائے اور علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مراد رکھی جائے اور لفظ جیسا علم کہ رسول اللہ صلعم کو ہے محذوف نکالا جائے جیسے کہ خاں صاحب فرماتے ہیں کہ حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے (حسام ص۲۱) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپایہ کو حاصل ہے (تمہید ص۱۱) تو خانصاحب بیان کردہ معنی کی تشریح تو ذرا ملاحظہ فرمایئے خوب غور سے ملاحظہ ہو ایک شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب بالواسطہ حاصل ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یعنی جو علم غیب حضور علیہ السلام کو واقع میں حاصل ہے اس سے آپ کے بعض غیب مراد ہیں یا کُل۔ واہ واہ کیا مطلب ہے۔ جب آپ کا ہی علم غیب مراد ہے تو آپ کا بعض علم غیب مراد ہے یا کُل علم غیب اس کا کیا مطلب؟ پھر اگر آپ کا بعض علم غیبیہ مراد ہے تو اس میں آپ کی کیا تخصیص اس سے زیادہ عجیب ہے۔

جب آپ کا بعض علم غیب مراد ہے تو وہ آپ کے ساتھ خاص ہوگا۔ پھر جیسا علم آپ کو حاصل ہے زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہونے کے کیا معنی؟ دوسری طرف سے لیجئے تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اطلاق عالم الغیب کا ذات مقدسہ پر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یا تو وہ بعض غیب مراد ہے جو آپ کیلئے ثابت ہے وہ زید و عمرو وغیرہ میں کیا، آپ کے سوا کہیں بھی متحقق نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں علت اطلاق علم غیب کی آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہوگی اور اگر آپ کے کل علوم غیبیہ مراد ہوں جن سے آپ کے علم کا ایک فرد بھی نہ چھوٹے تو وہ بھی آپ ہی میں متحقق اور ثابت ہیں۔ پھر ان کا بطلان کس دلیل عقلی نقلی سے ثابت ہو سکتا ہے، بطلان کیسا وہ تو خود ثابت اور متحقق ہو لیا۔ غرض جو معنی خاں صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کے کفر کے معنی پہنا کر بیان فرمائے ہیں وہ معنی ہو ہی نہیں سکتے بالکل لغو اور لا یعنی ہیں۔ کیونکہ مقصود قائل یہ ہے کہ ایک صورت میں علت اطلاق علم غیب کی متعدد جگہ متحقق اور دوسری صورت میں علت بالکل معدوم ہے اور خاں صاحب کی تجویز کے مطابق اوّل صورت میں جو علت ہے وہ آپ ہی کی ذات مقدسہ کے ساتھ خاص ہے تعدد اور اشتراک کیسا تاکہ تخلف حکم علت سے لازم آوے اور ثانی صورت میں علت و تمامہا متحقق ہے پھر بطلان کیسا؟ اور اگر وجہ تکفیر صرف مطلق تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو وغیرہما ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے حذف کلام کا محتاج ہے بلکہ مسخ کا۔ جیسا کہ خاں صاحب نے لفظ جیسا کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے محذوف نکالا۔ اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید و عمرو وغیرہ کو علم رسول سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے بلکہ بفرض محال اگر علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہو گئی عالم الغیب کے اطلاق کے لئے اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہو جائے گی عالم الغیب کے اطلاق کے لئے اگرچہ یہ دونوں بعض بہت متغائر اور متفاوت ہوں ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود ہے، قل انما انا بشر مثلکم اس آیت میں نبی الانبیاء علیہ السّلام کی ایک حالت کو کفار بت پرستوں کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون میں کفار بت پرستوں کی ایک حالت کو نبی اللہ اور صحابہ کرام کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور اس سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ حضرت عیسٰی و مریم علیہما السلام کے بارے میں تفسیر بیضاوی

میں ہے کانا یاکلان الطعام ولیفتقران الیہ کافتقار الحیوانات اور جلالین میں ہے:-
کغیرھما من الحیوانات ان کو کھانے کے احتیاج میں حیوانوں کے مشابہ کہا ہے خود جناب
فخر بنی آدم علیہ السلام نے فرمایا مثل صاحب القرآن مثل صاحب الجمل (بخاری جلد ۲)
یعنی کلام الٰہی کو اونٹ سے اور صاحب قرآن کو اونٹ والے سے تشبیہ دی اور حدیث مشہور میں اللہ تعالیٰ
کی رویت کو قمر اور شمس کی رویت سے تشبیہ دی اور امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے قول مشہور ایمانی
کایمان الانبیاء میں اپنے ایمان کو انبیاء علیہم السلام کے ایمان کے مشابہ بتلایا اور حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

گر بصورت آدمی انسان بدے ؎ احمد و بو جہل ہم یکساں بدے

البتہ اگر کوئی صرف اسی تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نکرے تو بیشک
قبیح اور سوء ادب کا ایہام ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مثلکم
کے بعد یوحی الیّ ہے اور تاموں کے بعد وترجون من اللہ مالا یرجون ہے اور جیسا کہ حفظ الایمان کی
تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق و متناصق ہے آپ کا جامع علوم لازمہ نبوت ذاتیہ کاملہ ہونا مصرح
ہے یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جبکہ تشبیہ ہی نہو تب تو شبہ کا کوئی موقع
ہی نہیں لیکن پھر بھی بعض مخلصین کے مشورہ سے حضرت حکیم الامۃ مدظلہ العالی نے کم فہموں کی
رعایت کر کے تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو اور نہ قصداً شبہ ڈالنے والے مہربان شبہ ڈال سکیں معنون محفوظ
رکھکر عنوان کو بدل دیا ہے **قولہ** اب حفظ الایمان کی عبارت کو اس طرح پڑھا جاوے اگر بعض
علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو
غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے الخ لیکن ہٹ دھرمی
کا کوئی علاج نہیں۔ **حاصل کلام** یہ ہے کہ اگر زید لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت
فقط بعض مطلق علم غیب بالواسطہ کو قرار دیتا ہے تو ایسا علم غیب جس کو زید نے اطلاق عالم الغیب
کی علت قرار دیا ہے زید عمرو وغیرہ وغیرہ کو بھی حاصل ہے اگر سب کو عالم الغیب کہے تو پھر اسمیں
کیا تعریف ہوئی اور کیا کمال ہوا اور یہ وصف اور اس کا اطلاق منجملہ کمالات نبوت نہ ہوا اور اگر سب
کو عالم الغیب نہ کہے تو وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے کہ جب اس کے نزدیک عالم الغیب کہنے کی
علت دونوں جگہ متحقق ہے تو پھر ایک جگہ اطلاق عالم الغیب جائز رکھے اور دوسری جگہ ناجائز وجہ
فرق کیا ہے؟ حفظ الایمان کی عبارت یہ ہے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں سب کو
عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان

کی بھی خصوصیت نہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر
نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد
بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ خاں صاحب اس صاف
اور سیدھے مطلب پر گوہر افشانی فرماتے ہیں قولہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اور
جانوروں پاگلوں میں فرق نکلنے والا حضور کو گالی نہیں دیتا (تمہید صـ۱۲) دیکھو اس شخص نے
کیسا قرآن عظیم کو چھوڑا اور ایمان کو رخصت کیا اور یہ پوچھنے بیٹھا کہ نبی اور جانوروں میں کیا
فرق ہے (حسام صـ۲۳) خاں صاحب افسوس ہزار افسوس! کیا حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب
ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء اور جانوروں اور پاگلوں میں فرق
نہیں یا یہ مطلب ہے کہ جب علت اطلاق لفظ عالم الغیب دونوں جگہ پائی جاتی ہے تو نبی کو
عالم الغیب کہا جاوے اور غیر نبی کو عالم الغیب نہ کہا جائے اس میں وجہ فرق کیا ہے کیونکہ
علت اطلاق دونوں جگہ پائی جاتی ہے۔ اس صورت میں نبی کی نبوت تو لفظ عالم الغیب کے
اطلاق کی علت نہیں کہ نبی کو بوجہ نبوت عالم الغیب کہا جائے اور غیر کو نہ کہا جائے۔ ناظرین
ذرا خاں صاحب کی دیانت کو ملاحظہ فرمایئے۔

اس کے بعد جناب خاں صاحب نے بہت زور شور سے اس تقریر کو انبیاء علیہم السلام
کے مطلق علم میں بھی جاری فرمایا ہے۔ یعنی جیسے اس تقریر سے حضور علیہ السلام کو عالم الغیب نہیں
کہہ سکتے چاہیئے کہ عالم بھی نہ کہہ سکیں۔ چنانچہ حسام صـ۲۳ میں فرماتے ہیں۔ اور علم غیب میں جاری ہونے
سے مطلق علم میں اس کی تقریر خبیث کا جاری ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ انتہی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ
اگر اس عبارت میں کوئی توہین نہیں ہے تو اپنے اساتذہ کی شان میں جاری کریں۔ اس کا جواب
وہی ہے جو مذکور ہو چکا کہ جب حضور علیہ السلام کے ادنیٰ امتیوں پر عالم کا اطلاق باعتبار علوم
معتدبہا کے متعارف اور شائع اور شریعت سے ثابت ہے تو پھر ذات مقدسہ پر عالم کے اطلاق
میں کیا تامل ہے۔ اور یہ تقریر ان دونوں جگہ چل ہی نہیں سکتی اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے جو
اس کے بعد جناب خانصاحب تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ اسلئے کہ یہ گندی تقریر اگر علم اللہ عزوجل
میں جاری نہ ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تکلیف کے جاری ہے جیسے کوئی بے دین جو
اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا منکر ہو۔ اس منکر سے کہ علاوہ مسلمہ کا انکار رکھتا ہے یوں کہے کہ اللہ
اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر قدرت کا حکم کیا جانا اگر بقول مسلمانان صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے

کہ اس قدرت سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر اگر بعض پر قدرت ہونا مُراد ہے تو اس میں اللہ عزو جل کی کیا تخصیص ہے۔ ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں الخ (حسام ۲۳ و ۲۵) جو بے دین اللہ سبحانہٗ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور حفظ الایمان کی تقریر جاری کرے تو اُسے آپ ہم مسلمانوں کی طرف سے یہ جواب دیں کہ آپ کی مراد اس قدرت سے قدرت ذاتیہ ہے یا قدرت عرضیہ اگر قدرت ذاتیہ مراد ہے تو اس کی بناء پر خداوند عالم ہی قادر بقدرت ذاتیہ ہیں جس کو محیط ہونا جمیع مقدورات پر لازم ہے، اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی قادر بھی نہیں، اور اگر قدرت عرضیہ مراد ہے تو وہ کون پاگل بے دین ہے جو مسلمانوں کے ذمہ خدا تعالےٰ کے لئے بھی قدرت عرضیہ کا ثبوت دھرتا ہے اور اگر باعتبار مطلق قدرت کے یہ تقریر جاری کرتا ہے تو اس سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ ہم خداوند تعالےٰ کو قادر بقدرت عامہ شاملہ باعتبار جمیع ممکنات کے کہتے ہیں ایک شے کو بھی استثناء نہیں کرتے علاوہ اس کے تیسرا یہ جواب سُنا دیجئے کہ یہاں قدرت کا اطلاق شریعت سے ثابت ہے بخلاف علم غیب کے کہ یہاں اطلاق ثابت نہیں - فافترقا۔

لیکن خاں صاحب تو اس تقریر کو بعینہ بغیر کسی تکلف کے قدرت الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی بے دین اللہ سبحانہٗ کی قدرت عامہ کا مُنکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرت باری سے خارج ہے اس لئے قدرۃ عامۃ نہ رہی تو گو یا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرت عامہ کا انکار ہے اور یہی اس کی بے دینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرت عامہ اس معنی کر جانتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے۔ دوسرے یا تو آپ زید عمرو غیرہ سب میں قدرت ذاتیہ ثابت فرماتے ہیں یا خداوند عالم کے لئے بھی قدرت عرضیہ ثابت کر کے اپنے جیسے مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں حالانکہ بجز آپ کے کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے وہ بھی غیر متناہی اُمور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقہ سے۔

اب میں بعض اکابر ملت مسلمہ علماء اہل سنت و امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے حفظ الایمان کی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ حفظ الایمان اور ان عبارتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں عبارتیں ایک ہی طرح کی ہیں گویا ایک دوسرے کا ترجمہ ہے۔

(۱) مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ میں ہے۔ فذھب الحکماء الی ان النبی من کان مختصًا بخواص ثلاث الاولی ان یکون مطلعا علی الغیب بصفاء جوھر نفسہ وشدۃ اتصالہ بالمبادی العالیۃ من غیر سابقۃ کسب وتعلیم وتعلم۔

پھر فرماتے ہیں و قد اورد علی ھذا بانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیًا بالاتفاق وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذلک خاصۃ النبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم وتعلم وایضا النفوس البشریۃ کلھا متحدۃ بالنوع فلا یختلف حقیقتھا بالصفاء والکدر فما جاز لبعض جاز ان یکون لبعض اٰخر فلا یکون الاطلاع خاصۃ النبی الخ۔

(۲) شرح مواقف کے موقف سادس فی النبوۃ مرصد اول مقصد اول میں ہے۔ واما الفلاسفۃ فقالوا ھو ای النبی من اجتمع فیہ خواص ثلاث یمتاز بھا عن غیرہ۔ احدھا ای احد الامور المختصۃ بہ ان یکون لہ اطلاع علی المغیبات الکائنۃ و الماضیۃ والاٰتیۃ۔ پھر فرماتے ہیں وکیف یستنکر ذلک الاطلاع فی من قلت شواغلہ لریاضۃ انواع المجاھدات او مرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن و استعمال الاٰلۃ او نوم ینقطع بہ احساساتہ الظاھرۃ فان ھؤلاء قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون عنھا کما یشھد بہ التسامع والتجارب بحیث لا یبقی فیہ شبھۃ للمنصفین۔ اس کے بعد فلاسفہ کو اہل سنت والجماعت جواب دیتے ہیں۔ قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع الغائبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء و البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای بالنبی کما اقررتم بہ حیث جوزتموہ للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی انتہٰی یعنی جبکہ فلاسفہ نے اطلاع علی المغیبات کو جو جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ سے شدۃ اتصال کی وجہ سے مغیبات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے نبی کے لئے خاصہ قرار دیا اور اس کو نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز ٹھیرایا تو اہل سنت والجماعت نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ تم جو نبی کیلئے اطلاع علی المغیبات کو خاصہ اور مابہ الامتیاز قرار دیتے ہو اس سے کیا مراد ہے۔ کل مغیبات پر اطلاع یا بعض پر۔ اگر کل مراد ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کل مغیبات پر

اطلاع بالاتفاق بیننا و بینکم ضروری نہیں لقولہ تعالیٰ لنبیہٖ قل لو کنت اعلم الغیب الخ اور اگر بعض مراد ہے تو بعض مغیبات پر اطلاع نبی کے ساتھ مخصوص نہیں اس واسطے کہ کوئی بھی ایسا نہیں جس کو بعض مغیبات پر اطلاع نہو (جس میں زید، عمر، بکر، پاگل، مجنون، صبی سب ہی داخل ہیں) اور شرح مواقف میں ہے جیسے کہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ اطلاع بعض مغیبات پر تو ہر مرتاض اور نائم اور مالیخولیا والے مراقی کو بھی ہوتی ہے پس نبی غیر نبی میں اطلاع علی المغیبات کی بنا پر امتیاز نہ ہوگا۔ **خاں صاحب** یہ جواب نہیں دے سکتے کہ یہاں شرح مواقف میں تو فلاسفہ کو بطریق الزام جواب دیا ہے کہ تم نے بعض مغیبات پر اطلاع غیر نبی کو جائز رکھی ہے مسلمانوں کا اعتقاد تھوڑا ہی بیان فرمایا ہے چنانچہ کما اقررتم کے لفظ سے ظاہر ہے، میں کہتا ہوں یہ بیان واقعی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ فلاسفہ تو بعض مغیبات کا علم غیر نبی کے لئے جائز رکھتے ہیں اور اہل اسلام جائز نہیں رکھتے۔ اس واسطے کہ اگر ایسا ہو تو فلاسفہ کا مدعی ثابت ہو جائیگا کہ اطلاع بعض مغیبات پر خاصہ نبی اور مابہ الامتیاز نبی و غیر نبی میں ہو سکتا ہے اور یہ قاضی عضد اور میر سید شریف رحمہما اللہ شارح اور ماتن دونوں کے مقصود کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مطالع الانظار کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے صاف صاف بیان واقعی اور نفس الامری ہے اس سے قطع نظر فلاسفہ کی اصل دلیل جو اتصال بالمبادی العالیۃ اور صفائی جوہر نفس ہے وہاں بھی اس کی گنجائش نہیں۔ علاوہ ازیں یہ امر تو مشاہد ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے کہ اطلاع علی البعض مختص بالنبی نہیں ہے۔ کسی نہ کسی غیب کا علم غیر نبی کو بھی ضرور ہوتا ہے۔ بہرحال حفظ الایمان اور شرح مواقف کی عبارت میں کوئی فرق نہیں اس کے بعد مناسب ہوگا کہ اہل سنت کی اس تقریر پر شارح اصبہانی نے مطالع الانظار میں جو شبہ پیش کیا ہے وہ بھی نقل کر دوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مجدد بدعت نے شارح مذکور سے اخذ کر کے کس قدر کفر اور سب و شتم کا طومار باندھا ہے۔ گویا کسی نے اس شبہ کو دیکھا ہی نہیں مگر شارح اصبہانی اور تمام علماء امت نے باوجود اس کے قاضی عضد اور میر سید شریف اور علامہ بیضاوی اور تمام متکلمین اہل سنت کو نہ کافر بنایا اور نہ سب و شتم کیا بلکہ جوں کا توں مسلم علماء امت اور مستند اور پیشوا تسلیم فرمایا ہے اور فرماتے چلے آتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:۔ وفی هذه الایرادات نظر الاول فلانهم ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی بعض مالم یجر العادۃ بہ من غیر سابقۃ تعلیم وتعلم ومن غیر عارض ولاشک ان مثل هذا البعض لایکون لغیر النبی الخ یعنی اس میں بھی نظر ہے وہ یہ کہ فلاسفہ نے جو نبی کا خاصہ قرار دیا ہے وہ نہ

مطلق بعض ہو اور نہ کل مغیبات کی اطلاع بلکہ انھوں نے وہ بعض مراد لیا ہو کہ جن کا علم لوگوں کو عادتاً بغیر تعلیم اور تعلم کے اور بغیر کسی عارض کے حاصل نہ ہوتا ہو وہ بھی کو غیر عادی طور پر حاصل ہو خاصہ نبی کا بن سکتا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یہ بھی نہیں کہ کوئی احتمال بالکل متروک ہو چنانچہ اسکی تفصیل پہلے مذکور ہو چکی فتدبر حق التدبر فلا تزل ولاکن اللہ یھدی من یشاء ۔

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ مولانا تھانوی مدظلہ سے سوال کیا گیا کہ حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ کیونکہ بدعتی حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ مولانا نے اس کا جواب دیا کہ عالم الغیب کہنا ناجائز ہے۔ یہ اللہ ہی کی صفت ہے۔ اس کے بعد مولانا نے بحیثیت مستدل منکر کے علم غیب کے مفہوم کی دو شقیں فرمائی ہیں۔ اور ہر ایک شق پر ایک استحالہ اور نقض وارد کیا ہے۔ البتہ اگر وہ اس طائفہ کی طرح حضور کے حق میں بھی علم غیب کی صفت کے قائل ہوتے تو ضرور ایک شق پر مطمئن ہو جاتے لیکن جبکہ ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ تمام امت محمدیہ کی طرح صفت علم غیب کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں تو ضرور ایسی صورت میں جبکہ علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی فرض کیا جائے ہر ایک شق پر نقض وارد کریں گے جیسا کہ دنیا کے تمام مستدل حضرات کرتے چلے آئے ہیں اس قسم کے استدلالوں سے علم کلام اور توحید کی کتابیں بھری ہوئی ہیں اسوجہ سے بحیثیت مستدل ہونے کے مولانا کا فرض ہے کہ صورت مفروضہ کی ہر ایک شق پر وہ استحالہ وارد کریں جو مدعی کو بالکل ساکت بنا دے۔ پس ان کا مطمح نظر صورت مفروضہ کی دو شقیں اور ان کا توڑنا ہے۔ حضور کا واقعی علم ان کے پیش نظر نہیں ہو سکتا اور نہ وہ استدلال میں کوئی اپنا خیال پیش کر سکتے ہیں بلکہ اپنے حریف مدعی سے دریافت کرتے ہیں کہ جب تم حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو بتاؤ کہ بعض علم غیب کی بنا پر کہا جاتا ہے یا کل غیب کی بنا پر۔ بعض علم غیب کی بنا پر ماننے میں دنیا بھر حضور کے ساتھ شریک ہوئی جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا جاندار نہیں ہے جس کو کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی غیب کا علم نہ ہو۔ یہ وصف حضور خاتم النبیین کا خصوصی نہ رہے گا بلکہ بہائم تک کو عالم الغیب کہا جا سکے گا اور کل غیب کا ثبوت عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اگر کسی مقدار پر کوئی عرفی یا شرعی اصطلاح قائم ہو چکی ہو تو ثابت کیجئے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اب فرمایئے کہ اس طرز استدلال میں کونسی قباحت ہے۔ سوچئے کیا مولانا مدظلہ اس موقعہ پر حریف مدعی کے دعوی کی شقوں کو باطل کر رہے ہیں یا اپنے عقیدہ کا اظہار۔ فرمایئے یہ حضور کے خصوصی اور واقعی علم کا بیان ہے یا حریف کے دعوی کے شقوں کا توڑ ہے۔ افسوس یہ حضرات اتنا نہیں سمجھتے کہ استدلال کے موقعہ پر مدعی کے دعوی کے شقوں کا جواب ہوتا ہے نہ اپنے عقیدہ کا اظہار۔

اہل بدعت کی حکومت میں اگر کوئی یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ حضور اقدس خدا ہیں اور دلیل یہ پیش کر دے کہ حضور فاعل مختار ہیں اور جو فاعل مختار ہے وہی خدا ہوتا ہے لہٰذا حضور خدا ہیں۔ تو اب فرمایئے کہ ایسا جواب جو مدعی کو ساکت بنا دے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ آنحضرت کے فاعل مختار ہونے سے اگر بعض افعال میں اختیار مراد ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا فاعل مختار ہونا تو زید و عمر بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک شخص بلکہ حیوان تک بھی کوئی نہ کوئی فعل اپنے ارادہ و اختیار سے ضرور کرتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو خدا کہو۔ اور اگر تمام افعال مراد ہوں جس میں از عرش تا فرش آفتاب و ماہتاب وغیرہ کا پیدا کرنا بھی داخل ہو تو اس کا اطلاق عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ دیکھئے یہ جواب اعلیٰ درجہ کا مسکت اور دنداں شکن ہو سکتا ہے لیکن اس میں مستدل بقول اہل بدعت کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے زعم میں مستدل نے حضور خاتم النبیین صلعم کی توہین کی اور حضور کو معمولی انسانوں بلکہ حیوانوں کے برابر کر دیا اور کہہ دیا کہ بس حضور کو اتنا ہی تو اختیار ہے جتنا کہ بہائم کو معاذ اللہ۔ اب مجیب کی کشمکش ملاحظہ فرمایئے کہ وہ ایک گمراہ کو راہ راست پر لاوے یا ان حضرات کی بے پناہ تکفیر سے اپنی ذات کو بچائے۔ استغفر اللہ۔

اس کے متعلق خود جناب مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کا فتوےٰ

میں نے یہ خبیث مضمون (جو حسام اور تمہید وغیرہا میں میری طرف منسوب کیا ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چارپایہ کو حاصل ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (ملتقطاً)

ثلٰث عشرۃ کاملۃ

ناظرین کرام۔ خاں صاحب نے تو ان علماء ربانیین پر محض حسد سے بیجا اتہامات اور بے موقع الزامات ہی لگائے۔ اور بالکل تحریف لفظی و معنوی کر کے بہتان توہین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کے ان کے سر پر تھوپے جن کو وہ بھی قطعاً کفر کہتے تھے اور ان کے معتقد کو کافر سمجھتے تھے اور نہ انکی عبارتیں ان کفریات کو متحمل تھیں ایک ادنیٰ طالب علم کو بھی ان میں کوئی شبہ پیش نہیں آسکتا۔ جیسے کہ آپ ان چاروں نمبروں میں ملاحظہ فرماچکے اور خاں صاحب کی ہٹ دھرمی اور ان کے حواریین کی محض کورانہ تقلید بھی معلوم کرچکے۔ اب مشتے نمونہ از خروارے خاں صاحب کے چند ملفوظات بلفظہا ہدیہ ناظرین ہیں۔ دیکھئے خاں صاحب نے جو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں کی ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ جل شانہ کو بے نقط سنایا ہے ان کا کیا جواب اور کیا عذر پیش کیا جاتا ہے۔ خاں صاحب کے حواریین ان کے اقوال ذیل اور ان کے سوقی کلام کو ملاحظہ فرمائیں اور اصل سے ملائیں پھر خود ہی فیصلہ فرمائیں یا علماء کرام عرب و عجم سے دریافت فرمالیں اگر میرا کہنا صحیح نکلے تو اس کے صلہ میں صرف اتنی درخواست ہے کہ مہربانی فرماکر آئندہ سے علماء ربانی کی شان میں زبان درازی سے خود اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور بس۔ وما علینا الا البلاغ۔

(۱) خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۲ میں ہے قولہ ان کے (یعنی خانصاحب بریلوی کے) ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لئے جارہے ہیں فرمایا کہ برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے (خاں صاحب فرماتے ہیں) الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ انتہی۔

افسوس! جس امام المرسلین نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں از آدم تا عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی ہو اور ابوبکر صدیق خیر الخلائق بعد الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہہ کر ماکان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدیہ (یعنی ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں جو حضور کے آگے نماز پڑھائے) رجعت قہقری کرکے صف میں مل جائیں مگر آج خاں صاحب اس امام الانبیاء کی امامت کے بھی مدعی ہیں اور بڑے فخر سے اس تنقیص شان نبوی صلعم پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

(۲) ملفوظات حصہ دوم صفحہ مذکورہ میں ہے قولہ جب ان کا (یعنی خانصاحب کے پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُن کی قبر میں اُترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی مرتبہ روضۂ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب سے آئی تھی۔ انتہی۔

مسلمانو! کیا مدینہ طیبہ کا وہ بقعۂ نور جو آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آغوش میں لئے حسب تصریح علماء

اُمت عرش بریں پر بھی فوقیت رکھتا ہے وہ اسی قابل ہے کہ اپنے ایک پیر بھائی ہندی آدمی کی قبر کو خود
بیت اس کے ہمسر کہا جائے .... اور ہم پلّہ بنایا جائے وہ بھی بلا مبالغہ۔ العظمۃ للہ۔

(۳) حضرات علماء ربانیین کی نسبت تو یہ خبیث بہتان الزام لگایا کہ شیطان لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا اور خود شیطان خبیث کے علم کو حضور علیہ السلام کے علم سے وسیع اقرار کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ خالص الاعتقاد ص۵ میں منجملہ عقائد کے اپنا ایک عقیدہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ قولہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے۔ انتہی۔ یعنی وسیع تو ہے مگر بہت زیادہ وسیع نہیں کما فرق فی الاصول۔ بہرحال وسعت کو ثابت کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۴) خاں صاحب کے عقائد باطلہ میں سے یہ ہے کہ جنت و نار کی کنجیاں حضور کے دست اقدس میں دیدی گئی ہیں کہ جس کو چاہیں خود ہی باختیار خود جنت عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں دوزخ۔ سو آخرت میں شفاعت کا کیا مطلب ہے؟ یہ حضور علیہ السلام کی شفاعت کا اور تمام نصوص متعلقہ شفاعت کا در پردہ انکار ہے۔ اس عقیدہ کو خاں صاحب نے الامن والعلی اور سلطنۃ المصطفےٰ وغیرہ میں مفصل لکھا ہے اور بہار شریعت ص۲۲ حصہ اول میں بھی موجود ہے۔ اور تمام فرقہ رضائیہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

(۵) جس شخص کی نسبت خاں صاحب کا یہ اعتقاد اور مقولہ ہو کہ اس نے کھلا کفر کہا۔ اللہ تعالیٰ کا کذب جائز مانا (جو بالاجماع کفر و ارتداد ہے) خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بھی نہ کہا، بلکہ محال عادی بھی نہ مانا (یہ صریح کفر اس میں دین و ایمان و شرائع کا ابطال ہے) صراحتاً اللہ تعالےٰ کو قابل ہر گونہ نقص و عیب و آلودگی مانا۔ (زانی۔ مزنی۔ اُچکا۔ ڈاکو۔ شرابی۔ کہکل۔ غبی۔ سوتا ہے اونگتا ہے بہکتا ہے۔ محتاج ہے۔ ٹھگتا ہے۔ خلق سے ہار جاتا ہے کھاتا ہے۔ بھیک مانگتا ہے۔ اس کے جورو اور ماں باپ ہیں۔ لونڈیوں سے عزل کرتا ہے۔ بچے جنتا ہے۔ مرتا ہے۔ اچھلتا ہے کودتا ہے۔ کلائیں کھاتا ہے۔ دبکتا ہے۔ پھولتا ہے سمٹتا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا ہے۔ مرد بھی ہے۔ عورت بھی ہے۔ خنثیٰ بھی ہے۔ لواطت کرتا ہے۔ مفعول بھی بنتا ہے۔ محفل محفل کوڑی نابچ دکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ از قصیدہ الاستمداد۔ الکوکبۃ الشہابیہ۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص۳۲، وغیرہ) سب صفات الٰہیہ کو اختیاری مانا۔ حادث کہا (جو کلمہ کفر ہے جو اس میں شک کرے وہ کافر) انبیاء علیہم السلام ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا کھلم کھلا

غیر نبی کو نبی بنایا۔ اُس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ دھڑک صریح سب و دشنام گالیوں کے لفظ لکھ دئے۔ اس کے بعد مکرر سہ کرر قسمیں کھا کر فرماتے ہیں۔ مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہونچی۔ ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ واللہ انہیں ایذا پہونچی (دیکھو الکوکبۃ الشہابیۃ ص۱۵-۱۶-۱۷-۴۲-۳۱-۳۹ وغیرہ وغیرہ) اور ملاحظہ ہو ص۳۳ **قولہ** اور انصاف ہے اس کھلی ہوئی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔ انتہیٰ۔ اس کے متصل ہی ارقام فرماتے ہیں۔ **قولہ** یہاں اس کے پیروؤں کی غایۃ معذرت و سخن سازی جو کچھ ہے یہ ہے کہ یہ کلام اُس نے بقصد توہین نہ لکھا۔ سوق سخن تاکید اخلاص کے لئے ہے مگر یہ بناوٹ اسی قبیل سے ہے ع ولن یصلح العطار ما افسد الدھر۔ قصدِ قلب کلمات لسانی سے ظاہر نہ ہوگا تو کیا وحی اُترے گی کہ فلاں کے دل کا یہ ارادہ تھا۔ اور صریح لفظ شنیع و قبیح میں سوق کلام خاص غرض توہین ہونا کس نے لازم کیا ہے کیا اللہ اور رسول کو برا کہنا اسی وقت کلمہ کفر ہے جب بالخصوص اس امر میں گفتگو ہو ورنہ باتوں باتوں میں جتنا چاہے بُرا کہہ جائے کلمہ کفر نہیں۔ انتہیٰ۔ دیکھا ان سب میں کفر کا لزوم ہی نہیں بلکہ التزام ہے۔ لہذا خاں صاحب اور ان کے حواری لزوم اور التزام کا فرق نہیں کر سکتے۔

اب اس کے بعد عبارات تمہید ص۲۸ و ص۲۵ ملاحظہ ہوں۔ **قولہ** احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سُنی جاتی۔ ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ انتہیٰ۔ **قولہ** جو شخص حضور اقدس صلعم کی تنقیص شان کرے کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ انتہیٰ۔ اور تمہید ص۱۵ و ۸۳ میں ہے۔ **قولہ** جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر نہ کہے یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے انتہیٰ۔

بلاشک یہ تمام امت کا مسلمہ مسئلہ ہے اور جن علماء پر آپ نے فتویٰ تکفیر کیا ہے وہ تو ایک منٹ کے لئے بھی ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہہ سکتے مگر باوجود اس کے خود فاضل مذکور کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو منہ بھر بھر صریح گالیاں دے اور کھلے ناپاک دشنامی الفاظ کے اور اللہ تعالے کو ایسی مذکورہ بالا گندی گالیاں سُنائے اس کو کافر نہ کہنا مختار اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **قولہ** علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وہو الجواب و بہ یفتیٰ و علیہ الفتویٰ وہو المذہب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامۃ و فیہ السداد (تمہید ص۴۲ و کوکبۃ شہابیہ ص۶۲) اس سے پہلے تمہید میں سبحان السبوح ص۸۰ سے لکھا ہے۔ **قولہ** حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار

حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔ اب اس کا نتیجہ اور اس کا حکم ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ یہ وہ عبارتیں ہیں جن میں خاں صاحب نے کم و بیش ۳۰ برس برابر غور و خوض کیا ہے۔

(٦) اب خاں صاحب کے نزدیک تمام ہی اُمت کافر ہے۔ ان کے مخالف تو ان کے فتویٰ تکفیر سے کافر ہیں ہی۔ موافقین اور خود بدولت کو بھی آپ نے بالتصریح والوضاحت اس فتویٰ میں داخل کرلیا ہے۔ الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۲ میں رقمطراز ہیں کہ شفا شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام اُمت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔ انتہیٰ۔ یہ دوسری وجہ ہوئی۔ اب خاں صاحب نے الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ وغیرہ میں جس قدر وجوہ تکفیر شہید مظلوم پر نکال نکال کر کسے تھے وہ سب مع زائد ان پر اور ان کے موافقین پر بھی عائد ہوگئے۔ تفصیل اور تطویل کی ضرورت نہیں۔ اور ان کے فتوے ازالۃ العار کی بنا پر سب ہی کے نکاح باطل محض، زنا خالص اور حرامی بچے۔ معاذاللہ معاذاللہ۔

(٧) وصایا شریف ص۱۰ ملاحظہ ہو۔ قولہ رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے۔ انتہیٰ۔ دیکھو خاں صاحب کے نزدیک شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معمولی چیز ہے کہ جس کیلئے حتی الامکان کا لفظ لائے اور اس کے مقابلہ میں اپنے دین و مذہب کیلئے کس قدر سختی کیساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہاں سے خوب واضح ہوگیا کہ خاں صاحب کا دین و مذہب شریعت اسلامیہ سے ایک علیحدہ مذہب ہے جس کے لئے خاں صاحب مستقل وصیت کرتے ہیں۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ اور حسام الحرمین ص۲۵ میں ہے اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے انتہیٰ۔ اسی وصایا شریف ص۲۴ میں مولوی حسنین رضا خاں لکھتے ہیں قولہ کہ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا یہ زہد و تقویٰ آپ کا خود اپنے ہی دین و مذہب میں ہوگا ورنہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو فسق کا یہ عالم تھا کہ بموجب حدیث سباب المسلم فسوق الخ...... تمام ہی اُمت محمدیہ کو عموماً اور ہزاروں علماء باللہ کو خصوصاً اپنی حسام بے نیام اور زبان بے لگام سے بیجا شہید کیا اور بغیر حق تمام ہی اُمت کو زخمی کرکے اپنے نفس پر بھی

تکفیر کا خنجر چلایا) کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو (یعنی احمد رضا خاں کو) دیکھکر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا ۔ انتہیٰ ۔ ان الفاظ سے صحابہ کرام کی تحقیر تو ظاہر ہے ہاں چونکہ صحابہ کرام شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ستاروں کی مانند ہیں اور خاں صاحب کا مذہب اور دین جو ان کی کتب سے ظاہر ہے وہ تلبیس واماحاق سنت سنیہ یترویج بدعت سیئہ وشنیعہ ہے اور متبعین سنت کی تکفیر اور بازاری سب وشتم ہے جو ان کے بالکل مخالف واللتدان لایجتمعان تو کیسے ان کی زیارت کا شوق باقی رہ سکتا ہے لہٰذا صحابہ کرام کی نسبت ان کے قلوب سے سلب ہو جاتی ہے ورنہ جس میں ایمان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ بھی ہوگا وہ تو اپنے مال وجان اور دنیا ومافیہا سب سے زیادہ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی زیارت کو محبوب رکھے گا ۔ کما جاء فی الحدیث احب لہ ان برانی ۔ اور خاں صاحب کے مرید خاں صاحب پر مستقل طور پر درود بھی پڑھتے ہیں اللّٰھم صل وسلم وبارک علیٰ عبد المصطفیٰ مولنا احمد رضا وعلیٰ آل احمد رضا ۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیٰ اچھے میاں وعلیٰ آل اچھے میاں ۔ اور نغمۃ الروح میں یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں ؎ کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا ۔ جو دیا تم نے دیا احمد رضا ٭ جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے ٭ جام کوثر کا پلا احمد رضا ٭٭ ۲۸ (صاحب کو ترسائے گئے) میری حالت آپ پر ہے سب عیاں ٭ آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا ٭ تیری عبدیت میں چہرہ لکھ گیا ۔ منھ اجالا ہو گیا احمد رضا ٭٭ ؎ نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے ٭ ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا ٭٭ ۲۵ یعنی من ربک کے جواب میں احمد رضا خاں کا نام بتلایا جائیگا ۔ خاں صاحب خود تو عبد المصطفیٰ کہلاتے تھے ۔ اور مرید عبیدۃ الرضا نام رکھتے ہیں ؎ شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ ٭ ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا ۔ ٭٭ ۲۵ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے ۔

(۸) وصایا شریف ص۹ ملاحظہ ہو جو انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں ۔ **قولہ** اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں :۔ (۱) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ ۔ (۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے (۶) اور بالائی (۷) فیرینی (۸) اڑد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم (۹) گوشت بھری کچوریاں (۱۰) سیب کا پانی (۱۱) انار کا پانی (۱۲) سوڈے کی بوتل ۔ دودھ کا برف ۔ انتہیٰ ۔ شریعت اسلام میں ایصال ثواب کے یہ معنی ہیں کہ بندہ جو افعال نیک از قسم عبادات

؎ دیکھو وصایا شریف مطبوعہ مشین پریس آگرہ ۔ اسکے بعد کے ایڈیشن میں اپنی عادت کے مطابق تحریف کردی دیکھو وصایا شریف شائع کردہ حسنی رضوی کتب خانہ بریلی ۔

مالی وبدنی کرتا ہے خواہ قرآن شریف پڑھے یا کوئی دُعا یا درود شریف یا استغفار یا روپیہ پیسہ خیرات کرے یا کسی محتاج غریب ننگے کو کپڑا پہنائے یا بھوکے کو کھانا کھلائے ہر ایک کا ثواب اس کو ملتا ہے چاہے اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کر رکھے یا کسی مردے کی روح کو ثواب پہونچائے غرض وہاں ثواب پہونچتا ہے جو اللہ تعالے اپنے فضل سے نعیم جنت سے عنایت فرماتا ہے لیکن خانصاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ بذریعہ فاتحہ یہی کھانے مردے کو پہونچتے ہیں جنت میں اُن کو یہی دنیا کے کھانے اور یہی کپڑے بھیجے جاتے ہیں یہ اہل ہنود کا عقیدہ ہوگا۔ اسلامی عقیدہ نہیں ہے۔ اور خاں صاحب شریعت اسلام کے مقابلہ پر جس اپنے دین اور مذہب کی سخت ترین تاکید مضبوطی سے قائم رہنے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں اور تمام فرائض سے اہم فرض قرار دیتے ہیں۔ اس مذہب اور دین کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ باقی عقائد اور مسائل بالتفصیل باب اول و ثالث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) حسام الحرمین ص۲۳ و ۲۵ ملاحظہ ہو قولہ بہ گندی تقریر (یعنی حفظ الایمان والی) اگر علم اللہ عزوجل میں جاری نہ ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تکلف کے جاری ہے جیسے کوئی بے دین جو اللہ سبحانہ کی قدرۃ عامہ کا منکر ہو اس منکر سے کہ علم محمد صلعم کا انکار رکھتا ہے سیکھ کر یوں کہے کہ اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر قدرۃ کا حکم کیا جانا اگر بقول مسلمانان صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قدرت سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر۔ اگر بعض پر قدرت ہونا مراد ہے تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی داخل ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں انتہی۔ چونکہ خاں صاحب اس تقریر کو بغیر کسی تکلف کے قدرۃ الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم فرماتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہ تقریر بعینہ بلا تکلف جاری ہے۔ لہٰذا اگر آپ قدرت سے ذاتیہ مراد لیتے ہیں تو زید وعمرو صبی ومجنون بلکہ جملہ حیوانات کے لئے آپ نے قدرت ذاتیہ ثابت فرمائی یہ قطعی کفر ہے جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر قدرت سے مراد قدرت عرضیہ ہے جو ممثل لہ کے مطابق ہے تو پھر کیا کوئی مسلمان خدا کے لئے بھی قدرت عرضیہ ثابت کرتا ہے، آپ خواہ مخواہ مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ ایک امر کی بھی قدرت عرضیہ ثابت کرے چہ جائیکہ غیر متناہی

امور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقہ سے یعنی آپ کے طرز اختیار کرنے پر غیر متناہی وجہ پر کفر ثابت ہوگا۔ اور حدوث واحتیاج واستحمال بالغیر اس کے علاوہ۔

(۱۰) اور سنو! آپ فرماتے ہیں کہ کوئی بے دین اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرۃ باری سے خارج ہے اس لئے قدرت عامہ نہ رہی تو گویا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرت عامہ کا انکار ہے اور یہی اس کی بے دینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرت عامہ اس معنی کر جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے۔ ناظرین! آپ نے سنا کس قدر رب العزت عزشانہ کی جناب میں گستاخی کی ہے۔ یہ وہ عبارت ہے جس میں خاں صاحب نے مدۃ العمر غور وخوض کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نہایت گندے الزامات جو بیچارے علامہ شہید مظلوم پر بیجا اور غلط لگائے تھے جو نمبر ۱۰ اور نیز سبحان القدوس میں بعض شبہوں کے جواب میں مع جواب نقل کریگا وہ سب حقیقتاً آنجناب ہی کے عقیدہ ہیں اسی لئے مزے لے لے کر شمار کیا کرتے ہیں اور برنگ وظیفہ وورد اسما الٰہی جپا کرتے ہیں۔ ورنہ دنیا میں کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں جس کے ایسے گندے عقیدے ہوں، آپ خواہ مخواہ دوسروں پر زبردستی تھوپتے ہیں۔ ورنہ اگر کچھ غیرت ہو تو دکھلاؤ کہ کس مدعی اسلام نے آپ کی طرح اللہ جل شانہ کو مزے لے لے کر یہ خلطات سنائی ہوں بلکہ کسی کے وہم میں بھی آئی ہوں۔ ہاں آپ نے (بریلی کے پاگل خانہ میں) کسی پاگل سے (جب وہ بڑبڑ میں ہوگا) سن لیا ہو تو ممکن ہے مگر صحیح الدماغ انسان کے منہ سے یہ خرافات اور گھنونے الفاظ خداوند عالم کی نسبت نہیں نکل سکتے اور نہ وہم میں آسکتے ہیں۔

فرقہ رضاخانیہ کا فتنہ

اس جماعت نے اپنے سوا ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء اہل سنت پر کفر اور وہابیت کے الزام لگا کر اور جھوٹے کفر بہ بہتان رکھ کر کفر وارتداد کے فتوے دیئے	حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کافر ومرتد وہابی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سب کافر ومرتد۔ اور تمام

دیوبندی علماء اور اہلحدیث علماء اور وہابی نجدی علماء اور مولوی عبدالباری لکھنوی فرنگی محلی یہ سب

کافر و مرتد۔ جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے یا کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد ہے۔ ضلالات ندویہ کو جائز ٹھہرانے والے اور اس کے ارکان علامہ شبلی نعمانی۔ مولانا عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی و مولانا شاہ سلیمان پھلواروی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری خلیفہ ارشد حضرت مولانا گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی یہ سب کے سب کافر و مرتد۔

مسلمانوں کے بہی خواہ اور اسلام کی خدمت کرنے والے لیڈر بھی سب کافر شر اللیام ہیں

سر سید احمد خاں بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور ان کے رفقاء نواب محسن الملک مہدی علی خاں۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں۔ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین۔ مولوی الطاف حسین حالی شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ۔ مولوی مہدی حسن۔ سید محمود خاں۔ علامہ شبلی نعمانی اعظم گڈھی ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔ اور جنہوں نے باوجود اختلاف عقیدہ ان مشاہیر کو مسلمان سمجھا ہے وہ سب کافر و مرتد و بابیہ سے بھی اخبث وانجس ہیں جو ان کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد (تجانب اہل سنت ص ۲۳ و ص ۲۶)

مسٹر جینا لیڈر مسلم لیگ اپنے عقاید کفریہ قطعیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللیام ص ۱۲۲۔ سنی (یعنی رضا خانی) مسلمانوں کے سوا تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لیام ہیں۔ (مظاہر حق ص ۲۵) سیرت کمیٹی پٹی لاہور کا لیڈر ایسا کافر ہے کہ جو شخص اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے وہ بھی کافر مرتد ہے۔ مسلمانوں کو سیرت کمیٹی میں شامل ہونا حرام حرام ہے۔ (راز سیرت کمیٹی)

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔ ندوۃ العلماء۔ خدام کعبہ۔ خلافت کمیٹی۔ جمعیۃ علماء ہند۔ خدام الحرمین اتحاد ملت مجلس احرار۔ مسلم لیگ۔ اتحاد کانفرنس۔ مسلم آزاد کانفرنس۔ نوجوان کانفرنس۔ نمازی فوج۔ جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ۔ سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور۔ امارت شرعیہ بہار۔ آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انہیں کفرہ نے دہریت و الحاد پھیلانے کے لئے گڑھی ہیں (تجانب اہل سنت ص ۹۰) یعنی ان کمیٹیوں میں شامل ہونے والے اور ان کو مسلمان جاننے والے سب ملحد کافر ہیں۔

ان بے ایمانوں نے عوام مسلمین کے پھانسنے کے لئے (یعنی ملحد اور کافر بنانے کے لئے) کپڑے بننے والوں کی مومن کانفرنس۔ جمعیۃ المومنین۔ جمعیۃ الانصار۔ روئی دھنکنے والوں کی جمعیۃ المنصور

کپڑا سینے والوں کی جمعیتہ الادریسیہ۔ قصابوں کی جمعیتہ القریش۔ سبزی فروشوں کی جمعیتہ الراعین پٹھانوں کی افغان کانفرنس۔ میمنوں کی میمن کانفرنس۔ مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس۔ عباسیوں کی جمعیتہ آل عباس۔ کمبوہوں کی آل انڈیا کمبوہ کانفرنس۔ پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھی یا اپنے دام افتادوں سے گڑھوا ئیں (نجائب اہل سنت) یعنی ان سب کو کافر و مرتد بنایا۔

غرض ساری دنیا میں ہندوستان کے چند گنے چنے رضاخانی مسلمان باقی بچے ورنہ ہر طرف کافر ہی کافر ہیں۔ ان کے عقیدے میں جب سے وہابی نجدی کفرہ کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی ہے خاص مرکز اسلام اور حرمین شریفین بھی دار الکفر والالحاد بن گیا۔ حرمین میں مقررہ اماموں کے پیچھے ان کی نماز درست نہیں ہوتی۔ سکان حرمین اور حجاج ہندوستان گواہ ہیں کہ رضاخانی گروہ کے خاص لوگ خاص حرمین شریفین میں بھی عالم اسلامی کے حجاج کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ اور نیز وہابیوں کے تسلط کی وجہ سے شاید ان کے نزدیک حج کی فرضیت بھی ساقط ہوگئی ہو۔

فرقہ رضاخانی اپنے فتوے سے خود بھی کافر ہے

مظاہر الحق صـ۲۵ میں لکھتے اور اعلان کرتے ہیں کہ سنی (یعنی رضاخانی مسلمانوں کے سوا تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لیام ہیں۔ انتہی۔ اور فاضل بریلوی الکوکبۃ الشہابیہ صـ۱۲ میں شفا شریف سے فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھیرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے اور ان کے فتوے ازالۃ العار کی بنا پر سب ہی کے نکاح باطل محض زنا خالص اور حرامی بچے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔

باب ثالث

در ردِ بدعات ملقب بہ جہد المہتدی فی ارشاد المعتدی

نحمد اللہ العلی العظیم و نصلی علی رسولہ النبی الکریم وعلی آلہ الہادین واصحابہ الذین شادوا الدین اللہم اجعلنا الہدیہ وہدیہم متبحین۔ اما بعد اعقائد میں بحث کرنے کے بعد اب اُن اعمال اور افعال بدعیہ کو بھی بیان کرتا ہوں جو فی نفسہ مباح تھے مگر کچھ زمانے سے عموماً اختلاط امور ناجائز و حرام اور جہلا و عوام کے غلط اعتقاد اور تخصیص والتزام و خلاف سنت و رفع سنت

وتغیر مشروع کی وجہ سے ناجائز ہوگئے۔

نمازِ فجر و عصر و جمعہ اور عیدین وغیرہا کے بعد بالتخصیص مصافحہ یا معانقہ کرنا بدعت ہے، اور رافضیوں کا طریقہ ہے

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:۔ آنکہ بعضے مردم مصافحہ میکنند بعد از نماز یا بعد از نماز جمعہ چیزے نیست وبدعت است از جہت تخصیص وقت۔ انتہٰی۔

(۲) علامہ طیبیؒ ترشیح میں لکھتے ہیں۔ فی الملتقط یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ علی کل حال لانہا من سنن الروافض وھکذا الحکم فی المعانقۃ۔ انتہی۔

(۳) ایضاح المطالب میں ہے۔ المصافحۃ بعد الصلوٰۃ من سنن الروافض۔ انتہٰی

(۴) محک الطالبین میں ہے۔ مصافحہ بعد نماز از سنن روافض است۔ انتہٰی۔

(۵) خلاصۃ الفقہ میں ہے مکروہ است مصافحہ کردن بعد از فجر وعصر کذا فی الکافی۔ انتہٰی۔

(۶) وظائف النبی میں ہے۔ وما یفعل العوام من المصافحۃ بعد الجمعۃ او بعد الفجر او بعد کل مکتوبۃ او بعد العید فھو بدعۃ ممنوعۃ۔ انتہٰی۔ (۷) اور فتاویٰ ابراہیم شاہی میں ہے۔ یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد اداء الصلوٰۃ ولانہا من سنن الروافض۔ انتہٰی۔ (۸) اور فتاویٰ شامی فصل دفن میت میں ہے قد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقیب الصلوات مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا لکونہا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توھم العوام بانہا سنۃ فیہ۔ انتہٰی۔ اور جلد خامس میں اس کو طریقہ روافض بھی بنایا ہے۔ (۹) اور نیز خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ مصافحہ کردن بعد از نماز گذاردن عید مکروہ است بدرستیکہ یاران پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکردہ اند پس بدعت ونیز سنت رافضیان است کذا فی الملتقط والتاتارخانیۃ والکافی وحاشیۃ المصابیح۔ انتہٰی۔ (۱۰) شیخ المحدثین قاضی ابراہیم مجالس میں لکھتے ہیں۔ اما المصافحۃ فی غیر حال الملاقاۃ مثل کونہا عقیب صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین کما ھو العادۃ فی زماننا فالحدیث سکت عنہ فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعہ ان ما لا دلیل علیہ فھو مردود ولا یجوز التقلید فیہ بل یردہ ما روی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام قال من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ای مردود علی ان الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ صرحوا بکراھتہا وکونہا بدعۃ قال فی الملتقط

یکرہ المصافحۃ بعد الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد الصلوۃ ولانھا من سنن الروافض و قال[15] ابن حجر من الشافعیہ ما یفعلہ الناس من المصافحۃ عقیب الصلوات الخمس بدعۃ مکروھۃ لا اصل لھا فی الشریعۃ المحمدیۃ ینبہ فاعلھا اولا بانھا بدعۃ ویجذب ثانیا ان فعلھا۔ و قال[16] ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل ینبغی ان یمنع الامام ما احدثوہ من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح وبعد صلوۃ الجمعۃ و بعد صلوۃ العصر بل زاد بعضھم فعل ذلک بعد الصلوات الخمس وذلک کلہ من البدع وھذا التصریح منھم یشعر بالاجماع فلا یجوز المخالفۃ۔ و ما ذکرہ النوویؒ فی الاذکار وان کان مشعرا باباحۃ المصافحۃ بعد صلوۃ العصر و الفجر فلا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ لاکن لا باس بہ فانظر کیف اعترف بان لا اصل لہ فی الشرع وبعد ھذا الاعتراف لا یفید ما ذکرہ من قولہ ولکن لا باس بہ۔ الخ ولولم یصرح الفقھاء بکراھتھا بل کانت مباحۃ فی نفسھا فحکمنا فی الزمان بکراھتھا اذ واظب علیھا الناس واعتقدوھا سنۃ لازمۃ بحیث لا یحبۃ عن بترکھا انتھی ملخصا

الغرض علامہ نووی شافعی کے سوا کسی نے بالتخصیص مصافحہ بعد عصر و فجر و عیدین وجمعہ وغیرہ کو جائز نہیں کہا سب نے بدعت مذمومہ اور سنت روافض بتایا ہے۔ اور ان کے بعد جس کسی نے جائز نقل کیا اور مباح بتلایا ہے اس نے علامہ نووی ہی سے نقل کیا ہے۔ اور علامہ محققین مثل ملا علی قاری وصاحب مجالس نے علامہ نووی کے قول کی تردید کی اور ان کے کلام میں جرح کی اور علامہ نووی کا لا اصل لہ فی الشرع کہہ کر اور اعتراف کر کے پھر لا باس کہنا بالکل غیر مفید بتایا اور علامہ کے کلام میں صریح تناقض ہے۔ (۱۷) ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔ قال النووی اعلم ان المصافحۃ سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادہ الناس بعد صلوۃ الصبح والعصر لا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ ولاکن لا باس بہ وان اصل المصافحۃ سنۃ وکونھم محافظین علیھا فی بعض الاحوال ومفرطین فیھا فی کثیر من الاحوال لا یخرج ذلک البعض عن کونہ عن المصافحۃ التی ورد الشرع باصلھا وھی البدعۃ المباحۃ وقد شرحنا انواع البدع فی اول کتاب الاعتصام مسنونی۔ انتھی ولا یخفی ان فی کلام الامام نوع تناقض لان استنان السنۃ فی بعض الاوقات لا یسمی بدعۃ مع ان عمل الناس فی الموعنین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع فان محل المصافحۃ المشروع اول الملاقاۃ

وقد تكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام وبذاكرون العلم وغيره مدة مديدة ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروه حينئذ انها من البدعة المذمومة نعم لو دخل احد في المسجد والناس في الصلوة او على الشروع فيها فبعد الفراغ لو صافحهم لكن شرط سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة ومع هذا اذا مد مسلم يده للمصافحة فلا ينبغي الاعراض عنه بجذب اليد لما يترتب عليه من اذى يزيد على مراعاة الادب فحاصله ان الابتداء بالمصافحة حج على الوجه المشروع مكروه لا المجاسرة وان كان قد يقال فيه نوع معاونة على البدعة انتهى۔ خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ مصافحہ ہر ملاقات پر سنت مستحبہ ہے۔ اور جو عوام الناس فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس طرح پر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے اور بعض وقت اس کی حفاظت کرنا اور اکثر اوقات اس میں افراط کرنے سے وہ بعض سنت سے نہیں نکلے گا۔ ملا علی قاری اس پر فرماتے ہیں کہ دیکھو امام نووی شافعی کے کلام میں تناقض ہے جبکہ بعض اوقات مطابق طریقہ سنت مصافحہ کیا گیا تو بدعت کیونکر ہوگا۔ ہاں عوام الناس کا یہ مصافحہ طریقہ سنت پر نہیں ہے کیونکہ مصافحہ اوّل ملاقات پر مشروع ہوا ہے اور کبھی ایک جماعت کے لوگ بغیر مصافحہ کے تلاقی کرتے ہیں اور مدت تک آپس میں بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو آپس میں مصافحہ کرتے ہیں بھلا اس کو سنت مشروعہ سے کیا مناسبت؟ اسی لئے ہمارے بعض علماء نے (یعنی علمائے احناف نے) مکروہ اور بدعت مذمومہ ہونے کی تصریح کی ہے ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور لوگ نماز میں ہیں تو بعد فراغت سلام کر کے مصافحہ کرے تو یہ بلاشبہ مصافحہ مسنونہ ہے۔ باوجود اس کے جب کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ کو روکنا نہ چاہئے کیونکہ مراعات ادب سے اذیت مسلم کا زیادہ لحاظ ہے بہرحال ابتداء بالمصافحہ ایسی حالت میں مکروہ ہے نہ مجاسرہ اگرچہ اس میں معاونت علی البدعۃ بھی ہے اور معانقہ کی تو خود نووی نے بھی کراہت کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری و طیبی شرح مشکوۃ میں اور علامہ نووی شرح مسلم میں متفق اللفظ ہیں۔ المعانقة وتقبيل الوجه لغير القادم من سفر ونحوه مكروهان صرح به البغوي وغيره۔ انتهى۔ اور نووی اذکار میں لکھتے ہیں اما المعانقة و

تقبیل الوجہ لغیر الطفل ولغیر القادم من سفر ونحوہ فمکروہ ھان نص علی کراھتہما ای ابومحمد البغوی وغیرہ من اصحابنا ویدل علی الکراھۃ ما رویناہ فی کتاب الترمذی وابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ وصدیقہ اینحنی لہ قال لا قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم قال الترمذی ہٰذا حدیث حسن۔ انتہیٰ۔ اور جو حالت غیر قدوم میں معانقہ حدیث میں ثابت ہے اس کو منسوخ قبل از نہی یا حضور کے لئے مخصوص بتلاتے ہیں کما صرح بہ بعض الشراح۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ مختار مذہب ہمیں است کہ معانقہ وتقبیل در قدوم از سفر جائز است بے کراہت۔ انتہیٰ۔

قبر پر دفن کے بعد اذان دینا مکروہ اور بدعت ہے

(۱) فتح القدیر وبحر الرائق ونہر الفائق وعالمگیری سب میں قریب قریب یکساں ہے۔ یکرہ عند القبر ما لم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ انتہیٰ یعنی جو چیز معہود سنت سے نہیں ہے وہ قبر کے پاس مکروہ ہے اور جو سنت سے معہود ہے وہ زیارت قبر اور اُس کے پاس کھڑے ہو کر دُعا مانگنا ہے جیسے حضور علیہ السلام جب بقیع تشریف لیجاتے تھے تو فرماتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ پس حضور سے دو چیزیں ثابت ایک زیارت دوسرے دُعا۔ اور اس جگہ دُعا بمعنی ذکر یہ صرف فاضل بدایونی اور بریلوی کے دماغ کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور بس اسی لئے قراءت قرآن میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ معہود سنت سے نہیں ہے لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔ اتخاذ القاری عند القبر بدعۃ (نصاب الاحتساب) اور بعض کہتے ہیں کہ قراءت قرآن بھی دُعا کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں سے ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ واختلف فی اجلاس القاری لیقرأ عند القبر والمختار عدم الکراھۃ انتہیٰ اور اذان لغت میں بمعنی خبر دادن اور شرع میں اعلام بدرآمدن وقت نماز با لفاظ مخصوص کذا فی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور اذان مولود بھی نوع اعلام ہے لہٰذا اذان باعتبار ہر دو معنی یہاں بے اصل اور غیر مستقیم ہے اور اگر بالفرض دُعا بمعنی ذکر مراد لیا جائے تاہم اس کا غیر معہود

ہونا یقینی۔ اور وہ جو قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے زیارۃ القبور تعظیم صحیح ہے
اس کا مطلب یہ ہے کہ قبروں پر چراغ وغیرہ جلانا تعظیم نہیں جیسے کہ جہلا خیال کرتے ہیں
بلکہ خود زیارت قبر تعظیم ہے۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں سوائے تکبیر اور تسبیح کے اور کچھ مفہوم نہیں ہوتا۔ اذان
علی القبر پر دلالت تو کیا اشارہ بھی نہیں ہے اور اس میں احتمال ہے کہ حضور علیہ السّلام نے
حضرت سعد بن معاذ کا حال مشاہدہ فرما کر بطور تعجب واستغراب تکبیر و تسبیح کہی تھی کما صرّح
بہ الشیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فی ترجمتہ۔ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں ہے۔ سبّح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل التسبیح کان للتعجب او للتنزیہ لارادۃ
تنزیہ اللہ تعالیٰ من ان یظلم احدًا ثم رأیت ابن حجر قال ومناسبۃ تسبیحہ
بمشاہدۃ التضییق علی ھذا العبد الصالح ظاہرۃ اولشہود ذالک یسحض الانسان
مقام جلال اللہ وعظمتہ وانہ یفعل مایشاء لمن یشاء وھذا المقام مناسبۃ
التنزیہ لانہ مقام العبرۃ الکبری المقتضیۃ لذلک التنزہ فتامل لہ۔ فسبّحنا
ای طیبًا لہ طویلًا قید للفعلین ای زمانًا او تسبیحا طویلا یعنی کثیرًا ثم کبّر وکل
التکبیر کان بعد التفریج فکبّرنا ای عقب تکبیرہ اقتداءً بہ وقال ابن حجر ولم
یقل ھھنا طویلًا اما للاکتفاء بذکرہ اولانہ ھھنا لم یطول لانہ انما کبر عند
وقوع التفریج عن سعد وھذا ھو الظاہر لان التکبیر یغلب ذکرہ عند مشاہدۃ
الامر الباہر انتہی۔ اور بخاری و مسلم میں تصریح ہے۔ اذا اذن للصلوۃ ادبر الشیطان۔
یعنی جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور حکیم ترمذی کی موضوع
روایت سے استدلال فاضل بریلوی کے فضل کے خلاف ہے کیونکہ یہ روایت اصول
اسلامیہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ شیطان کا تسلّط انسان پر وقت موت تک ہے نہ کہ مرنے
کے بعد بھی۔ لہٰذا شیطان کا اغواء کے لئے آنا قبر میں بالکل بے اصل ہے۔ ہاں شر شیطان سے
جو مردے کے قلب پر اثر جما چکا ہے پناہ کی دعا مانگ سکتے ہیں کہ اے اللہ اس کو اثر شیطان
سے محفوظ رکھ۔

(۲ و ۳ و ۴) خیر رملی حاشیہ بحر میں اور علامہ شامی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ بعض
شافعیہ نے اذان قبر کو اذان مولود پر قیاس کر کے مسنون کہا تھا۔ ابن حجر نے شرح عباب میں ان کا

خوب رد لکھا ہے۔ ورأیت فی کتب الشافعیۃ انہ قد سن الاذان بغیر الصلوٰۃ کا ذان المولود والمھموم والمفزوع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان وبھیمۃ ومزدحم الجیش وعند الحریق وقیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ من الدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب انتہی ص۲۳ اور علامہ شامی نے کتاب الجنازہ ص۔۔۔ میں لکھا ہے قد صرح ابن حجر فی فتاواہ لا باخبابدعۃ۔

(۵) در البحار میں ہے من البدع التی شاعت فی بلاد الھند الاذان علی القبر بعد الدفن۔ انتہی۔

(۶) توشیح شرح تنقیح محمود البلخی میں ہے۔ ماتی الا ثو من الاذان علی القبو لیس بشئ۔ انتہی۔

زیارت قبر کیلئے میلا کرنا عید کی طرح جمع ہونا ناجائز ہے جیسا کہ آجکل جہلا میں مروّج ہے اور تاریخ معینہ پر تعین و تخصیص کیساتھ یا التزام کر کے مجمع کرنا یعنی عُرس کرنا بھی ناجائز ہے

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجعلوا بیوتکم قبرا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی (مشکوٰۃ) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو قبر کی طرح نہ بنالو اور میری قبر کو عید کی طرح نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجو اور تمہارا درود جس جگہ سے بھی تم بھیجوگے میرے پاس پہونچ جایگا۔ (۱) اس حدیث کی شرح میں مجمع البحار میں ہے۔ لا تجعلوا قبری عیدا ای لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا او قبری مظھر عید ای لا تجتمعوا للزیارۃ کاجتماعکم للعید فانہ یوم لھو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ وکان داب اھل الکتاب فاورثھم القسوۃ ومن ھو جر عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات۔ انتہی (ترجمہ) میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنالو یا میری قبر کو مظہر عید نہ بناؤ۔ یعنی قبر کی زیارت کے لئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے عید کے لئے جمع ہوتے ہیں کیونکہ عید کا دن کھیل اور خوشی کا ہے۔ اور زیارت کا حال اس کے خلاف ہے اور زیارت قبر کے لئے عید کی طرح جمع ہونا اہل کتاب کی عادت تھی سو اُس نے ان کے دل کو سخت کردیا اور بت پرستوں

کی عادت تھی یہاں تک کہ مُردوں کو پوجنے لگے۔ (۲) اور ابن حجر شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔
او المعنی لا تجعلوا قبری مظھر عید من حیث الاجتماع کالیھود والنصاری۔ انتھی
(۳) اسی حدیث کے تحت میں ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں۔ العید ھو الوقت الذی
یجتمع فیہ الناس بصلوۃ کعید الفطر والاضحی۔ انتھی (۴) تورپشتی شرح مصابیح
میں لکھتے ہیں:۔ ویجوز ان یکون العید اسما من الاعتیاد و یقال عادہ واعتادہ وتعودہ
ای صار عادۃ لہ یعنی لا تجعلوا قبری محل اعتیاد تعتادونہ لما یؤدی ذلک الی سوء
الادب وارتفاع الحشم ویؤید ھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوا علیّ فان صلوٰتکم
تبلغنی حیث کنتم ای لا تتکلفوا المعاودۃ الی فقد استغنیتم عنہ بالصلوۃ علیّ۔ انتہی
(۵) مشکوۃ کی شرح مرقاۃ ص۲ میں ہے:۔ وقیل العید اسم من الاعتیاد یقال عادہ و
اعتادہ وتعودہ ای صار عادۃ والعید ما اعتادک من ھم او غیرہ ای لا تجعلوا قبری
محل اعتیاد فانہ یؤدی الی سوء الادب وارتفاع الحشمۃ ولئلا یظن ان دعاء الغائب
لا یصل الیّ ولذا عقبہ وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی ای لا تتکلفوا المعاودۃ الی
قبری فقد استغنیتم عن ھذا بالصلوۃ حیث کنتم۔ انتہی۔ (۶) اور طیبی شرح مشکوۃ
میں ہے:۔ واقول بان نظم الحدیث ان یقال ان قولہ لا تجعلوا بیوتکم قبوراً معناہ
لا تجعلوا بیوتکم کالقبور الخالیۃ عن ذکر اللہ وعبادتہ لا غیر صالحۃ لھا وکذلک
لا تجعلوا القبور کالبیوت محلاً للاعتیاد ولحوائجکم ومکاناً للعبادۃ والصلوۃ ومرجعاً
للسرور والزینۃ کالعید۔ انتہی۔ (۷) امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔ لما کان
یوم الفطر والنحر یعود کل سنۃ والناس یعودون الیہ اجتماعاً واجتماعاً من الآفاق
سمی عیداً العودہ مرۃ بعد اخری فنھی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ عن الاجتماع علی
قبرہ الکریم کاجتماعھم لاقامۃ مواسم العید کفعل اھل الکتاب ودیدنھم بقبور
انبیاءھم والمعنی ان لا تجعلوا قبری کالعید تزیناً وتصنعاً واجتماعاً۔ انتھی (۸) اور
امام سبکی فرماتے ہیں:۔ ویحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا لہ وقتاً مخصوصاً لا یکون
الزیارۃ الا فیہ انتہی از منتہی المقال۔
حاصل کلام یہ ہے کہ لا تجعلوا قبری عیداً کے معنی بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ قبر کی زیارت کیلئے
عید کی طرح مجمع زینت اور لہو و سرور کے ساتھ نہ کرو۔ عرف میں ایسے ہی اجتماع کو عرس کہتے

ہیں جیساکہ آج کل مروج ہے۔ پس ایسے مجمع کے لئے دن مقرر کرنا بھی قبیح وغیرہ ہوا۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ مطلقاً عید کی طرح مجمع نکرو کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے ۔ اس صورت میں نفس اجتماع برقبر کی ممانعت ہے خواہ قرآن پڑھنے اور ایصال ثواب کے لئے ہو تتمہ حدیث کہ تمہارا درود مجھ پر ہر جگہ سے پہونچ جائے گا اس پر شاہد ہے۔ اس میں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور نیز عید کا مجمع خاص نماز کے لئے مشروع ہے اور لوگ نماز ہی کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ نہ لہو ولعب کے لئے اگرچہ لہو اس دن مباح ہے لیکن اجتماع صرف نماز ہی کیلئے ہے۔ لہٰذا قبر پر درود اور ایصال ثواب کے لئے جمع نکرو۔ کیونکہ ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور بعض کے نزدیک عید بمعنی اعتیاد یعنی عادت پکڑنا ہے یعنی زیارۃ قبر کو عادت نہ بناؤ کہ ہر سال تاریخ و یوم معینہ پر حاضر ہونے کو عادت بنالے کہ اسمیں سوء ادب کا بھی احتمال ہے۔ اسمیں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ اور بعض کے نزدیک قبر کو عید نہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ قبور کو محل عبادت نہ بناؤ اس صورت میں قراءۃ قرآن وغیرہ عبادات کے لئے اجتماع اور عرس کرنے کی ممانعت بھی بخوبی ظاہر ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کو عید نہ بناؤ کہ ہر سال وقت مخصوص پر زیارت کیلئے آؤ جیسے عید ہر سال اپنے وقت مقررہ پر لوٹ کر آتی ہے۔ اس صورت میں بعینہ محض زیارت کے لئے تخصیص و تعین عرس کی ممانعت ہے اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کے لئے عید کی طرح کہ سال میں دو دفعہ آتی ہے نہ آیا کرو بلکہ کثرت سے آیا کرو۔ یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ زیارتہ ولا یجعل کالعید الذی لایاتی فی العام الا مرتین (از مرقاۃ) مگر تتمہ حدیث فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم تمہارا درود جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر پہونچ جائے گا۔ لہٰذا قبر پر آنے کی چنداں ضرورت نہیں) اس کے منافی ہے۔ لہٰذا یہ معنی صحیح نہیں۔

(۲) قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں پانچ اشیاء کو ناجائز فرماتے ہیں قولہ لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا و اتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا۔ انتہی اور ارشاد الطالبین صـ۲۲ میں فرماتے ہیں قولہ قبور اولیاء را بلند کردن۔ وگنبد بران ساختن وعرس وامثال آن وچراغان کردن ہمہ بدعت است بعضے ازان حرام است وبعضے مکروہ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر چراغ افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ وفرمودہ

کہ قبر مرا عید و مسجد نکنید در مسجد سجدہ میکنند و روز عید برائے مجمع روزے در سال مقرر کردہ قبور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کند و ہر جا کہ تصویر بیند اورا محو کند۔ انتہیٰ۔

قاضی صاحب کے بیان سے واضح ہے کہ زیارت قبر کے لئے سال میں ایک دن مقرر کر کے جیسے عید کا سال میں ایک دن مقرر ہے مجمع کرنا بدعت اور ممنوع ہے اور اس کو عوام عرس کہتے ہیں اگر یہ مجمع زینت و سرور کے ساتھ ہو تو پھر کسی طرح بھی اس کے بدعت اور فعل عبدۃ الاوثان ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی طریقہ آج کل عوام کالانعام بلکہ خواص میں مروج ہے۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ فتاویٰ عزیزی ص۹۶ ج۱ میں ہے:- سوال برائے زیارت قبور روز معین نمودن یا روز عرس ایشان کہ معین است رفتن درست است یا نہ جواب برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز و تعین وقت در سلف نبود و این بدعت ازاں قبیل است کہ اصلش جائز است و خصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است و روز عرس برائے یاد دہانیدن وقت دعا برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آں روز نیز (مثل تعیین وقت) بدعت ازہماں قبیل کہ گذشت۔ انتہیٰ۔ (نوٹ) شاہ صاحب کے فتویٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ عرس بوجہ تخصیص یوم و خصوصیت وقت بدعت ناجائز ہے۔ اور اگر بطور یادداشت کوئی دن مقرر کر لے تو مضائقہ نہیں لیکن اگر فعل میں اسی دن کا التزام کر لیا کہ اس کے خلاف کبھی نہیں کرتا تو بھی بدعت ہے۔ اور وہ حدیث جو جلال الدین سیوطیؒ نے کتاب ابن جریر سے شرح الصدور میں روایت کی ہے قال محمد بن ابراہیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول کہ حضور ہر سال کے سرے پر قبور شہداء پر تشریف لیجایا کرتے تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمان و علی بھی۔ یہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور طبقہ رابعہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں۔ نہ اثبات عقیدہ میں قابل حجت اور نہ کسی عمل میں قابل تمسک ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ طبقہ چہارم احادیثیکہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہارا اصلے نیافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و دران قدح و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا۔ علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ چند سطر بعد لکھتے ہیں و درین قسم احادیث کتب بسیار

مصنف شدہ برخے را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔ کتاب الضعفاء للعقیلی کتاب الکامل لابن عدی۔ تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف او۔ تصانیف ابی نعیم۔ تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابوالشیخ۔ تصانیف ابن نجار۔ چند سطر بعد لکھتے ہیں۔ و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و فوادر خود ہمیں کتابہا است و اشتغال باحادیث این کتب و استنباط احکام ازانہا لاطائل مے نماید۔ انتہیٰ۔ دوسرے یہ حدیث مجمل ہے قابل عمل نہیں۔ راس حول سے نہ معلوم کیا مراد ہے آیا محرم کہ راس حول ہے کیونکہ یہ قول محمد بن ابراہیم کا ہے اور ان کے زمانہ میں محرم سے ابتدائے سال مقرر تھی یا ربیع الاول کہ راس حول سن ہجرۃ ہے یا شوال کہ راس حول شہادت ہے اور باوجود اس کے پھر بھی اس حدیث سے تعیین یوم موت ہرگز ہویدا نہیں بلکہ دلالت حدیث صرف زیارت پر ہے کیونکہ سال کا حساب مہینوں سے ہوتا ہے نہ دنوں سے پس ہر سال کا شروع کسی مہینہ سے ہوگا جو ایام ایک ماہ کو شامل ہے اس صورت میں تخصیص یوم موت کہاں سے سمجھی جائے گی بلکہ سال کے ابتدائی مہینہ کے تمام ایام کی تخصیص نکلے گی فافہم۔ اور نیز تین چار آدمیوں کے زیارت کرنے کو جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے عرس نہیں کہتے فافہم۔

پس شاہ صاحب کا حدیث راس حول والا فتویٰ جو ملا عبدالحکیم کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور ان کے ابہام التزام کو بھی دفع کیا ہے ماؤل ہے یعنی محض الزاماً یہ روایت شاہ صاحب نے نقل کردی ہے ورنہ اچھا کیونکہ شاہ صاحب اور ان کے ہم طریقت ہر سال بطور یادو ضبط کسی نہ کسی دن مقرر کر کے خصوصاً یوم مذکور موت کو بلا تعیین یوم خاص بالدوام اور بلا التزام فعل کے عرس یعنی ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔ ملا عبدالحکیم پنجابی نے عرس کا نام سن کر عرس مروجہ جو تعیین والتزام یوم موت ہی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے سمجھ کر التزام اور فرضیت کا اعتراض کر دیا تھا۔

اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۳ میں فرماتے ہیں طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا بدعت ہے اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ اور ص۲ میں ہے ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے۔ کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں، اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں انتہیٰ۔ پس بعض بزرگوں کا عرس کرنا ایسا ہی تھا نہ التزام اور تخصیص کے ساتھ

اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی اسی بنا پر مستحسنات متاخرین فرمایا ہے ورنہ تخصیص یوم اور التزام فعل بالاتفاق بدعت ہے اور ایہام تخصیص للعوام بھی موجب کراہت ہے۔ شامی بحث تعیین سورۃ اور فتح القدیر دیکھو۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور علیہ السلام کی مروجہ فاتحہ اور محرم میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ بوجہ تعیین بدعت سیئہ ہی اور گیارہویں ربیع الآخر کو بھی اس پر قیاس کرو۔

سوال: پختن طعام در ایام ربیع الاول برائے خدا و رسانیدن ثواب آن بروح پر فتوح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین علیہما السلام در ایام محرم و دیگر آل اطہار سید مختار صحیح است یا نہ۔ جواب۔ برائے این کار وقت و روز تعیین نمودن ولازم مقرر کردن بدعت است، آرے اگر وقتے بعمل آرند کہ دران ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندۂ مومن بہ ہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بران ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر چیز کہ بران ترغیب صاحب شرع و تعیین وقت نباشد آن فعل عبث است و مخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد و اگر دش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روز یکہ باشد تا نمود نشود۔ انتہی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۹۳) اور یہ فتویٰ بعینہٖ گیارہویں ربیع الآخر میں بھی جاری ہے۔ فافہم۔ بلکہ تمام بدعات مروجہ میں جاری ہی فتامل۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور صاحب اصول الصغار و صاحب جامع الرموز و ابن حجر مکی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ خاص عاشورہ کے دن بوجہ تشبہ روافض خاص شہادت حسنین کا بیان کرنا جائز ہی الا یا ذالہ التشبہ بوجہ من الوجوہ اور یوم وفات اور یوم ولادت کو حزن اور سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے

اصول الصغار میں ہے سئل رضی اللہ عنہ عن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشوراء ایجوز ام لا۔ قال لا لان ذلک من شعار الروافض۔ انتہی۔ اور اسی طرح جامع الرموز میں ہے:۔ الا یا ذالہ التشبہ۔ اور بعینہ اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ میں ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ کربلا اور وفات وغیرہ کے موسم میں بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے۔ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے۔ انتہی۔ اور ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ فمن ذکر ذلک الیوم مصابہ لم ینبغی ان یشتغل

الا باللہ سترجاع امتثالاً لاہ ، وایاہ ان یشتغل ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ و الحزن اذلیس ذلک اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاۃ رسول اللہ صلعم اولیٰ بذلک واحری انتہی۔ لہٰذا ہادی المضلین اور نور العین وغیرہ میں جو کسی نے شاہ صاحب کا ایک خط لکھا ہے اور فتاوی عزیزیہ میں بھی مندرج کر دیا گیا ہے قابل حجت نہیں کہ شاہ صاحب سال میں باالتزام دو مجلسیں کرتے تھے۔ محرم کی دسویں تاریخ کو خاص شہادت کا بیان اور مرثیہ قرآنی اور رونا اور ربیع الاول کی بارہ کو ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان پھر یا حضر پر پنج آیت بڑھ کر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ شاہ صاحب کی ایسی حکایات بے بنیاد بہت مشہور ہیں۔ ان کی کتب کی تصریحات اور فتاویٰ معتبرہ کے صریح خلاف ہیں اور ان حکایات کے بطلان پر صریح دال۔

تنبیہ ۔ حضرت پیر پیران رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں عاشورے کے دن اظہار حزن وغم اور سوگ کرنے کی سخت ممانعت لکھی ہے۔ اور لکھا ہے کہ رغماً للروافض شہادت کی فضیلت کے برابر اظہار سرور کرنا چاہیئے۔ ملاحظہ ہو بحث بدعات عاشورا۔

(۱) حدیث شریف میں ہے:۔ ان اللہ یحب ان یوتی رخصہ کما یحب ان یوتی عزائمہ (ا مرقاۃ ۲/۵ و ترجمۃ شیخ للمشکوۃ)۔ (۲) اور مسلم شریف میں حدیث ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام

؛عادیث میں بھی ہے اور فقہاء نے بھی تصریح کی ہے کہ تخصیص اور اصرار اور التزام اور مواظبت اور مداومت فعل مباح میں مکروہ ہے اور فعل مباح میں مواظبت بدعت ہے اور جہاں فعل مباح کے دوام میں تغیرّ مشروع ہو یا عوام جہلا کے سنت اعتقاد کر لینے کا توہم ہو تو بھی وہ فعل مکروہ ہو جائے گا۔ اتباع سنت جیسے فعل میں ہے ایسی ہی ترک میں بھی ہے۔

من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم۔ (۳) بخاری میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا قبل صلوۃ المغرب۔ قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھۃ ان یتخذہ الناس سنۃ (۴) قولہ علیہ السلام احب الاعمال مادیم علیہ الحدیث المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ یعنی لا المنطقیۃ (کرمانی وقسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶) یعنی اس حدیث میں دوام منطقی مراد نہیں بلکہ استعمال اکثر مع ترک فی بعض الاحیان مراد ہے نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو۔

(۱) شرح وقایہ میں ہے کرہ توقیت سورۃ بصلوۃ ای تعیین سورۃ لصلوۃ بحیث

لا یقرأ فیہما الا تلک السورۃ۔ انتہی۔ (۲ و ۳) تاتارخانیہ اور عالمگیری میں ہے۔ یکرہ للانسان ان یختص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلے فیہ۔ انتہی۔ (۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸) زاہدی اور عالمگیری بیان سجدات میں ہے:۔ ما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فہو مکروہ کذا فی الزاہدی۔ درمختار و کبیری اور شامی میں بھی انہی بعض افعال مباحہ کو بوجہ اعتقاد عوام مکروہ لکھا ہے بیان سجدات و صلوٰۃ الرغائب دیکھو (۹) فتاویٰ شامی دفن میت میں ہے۔ قد صرح بعض علمائنا وغیرہم بکراہۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلوۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا لکونہا لم تؤثر فی خصوص ہذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توہم العوام بانہا سنۃ فیہ۔ انتہی۔ (۱۰ و ۱۱) مجمع البحار اور قسطلانی میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعودؓ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ لکھا ہے۔ استنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ انتہی۔ (۱۲ و ۱۳) طیبی اور مرقاۃ ص۱۴ ج ۲ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔ فیہ ان من اصر علی مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر۔ انتہی۔ یعنی اس حدیث سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ بے شک امر مندوب مکروہ بنجاتا ہے جب کہ اس کے رتبہ سے بڑھ جانے کا خوف ہو اور یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جس شخص نے کسی امر مندوب پر اصرار کیا اور اس کو مثل واجب قرار دے لیا۔ اس طرح پر کہ رخصت پر عمل نکیا۔ یہی ہے واجب قرار دینا) اس سے شیطان نے بہکانے کا حصہ لے لیا۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت پر یا منکر پر اصرار کرے (۱۴) اور فتح القدیر میں تصریح ہے والحق ان المداومۃ مکروہۃ مطلقا سواء راٰہ حتما اولا۔ انتہی۔ (۱۵) اور بحر الرائق میں ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا مالم یرد بہ الشرع (نوٹ) وعظ چونکہ فرض ہے اور عقد مجلس وعظ یہ تعین یوم خصوصا جمعہ نجعرات سہ شنبہ وغیرہ شارع سے ثابت ہے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ جو شارع سے ثابت ہے اُس سے معارضہ کرنا جہالت ہے۔ فتدبر (۱۶) تارک المستحب لا یلام۔ اُصول کا کھلا مسئلہ ہے پس مباح اور مستحب کے تارکین کو ملامت کرنا یا قابل ملامت سمجھنا مستحب

کو اس کے رتبہ سے بڑھا دیتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی وہ فعل مباح یا مستحب مکروہ ہو جائیگا۔ (نوٹ) اب حاصل کلام یہ ہے کہ تخصیص کم ازکم ترجیح علی غیرہ پر تو یقیناً دلالت کرتی ہے اور شرعیات میں بجز شارع کوئی مرجح نہیں ہو سکتا اور کسی کو ترجیح کا منصب نہیں ہے پس بے شک شرعیات میں تخصیص غیر شارع ممنوع و مکروہ و بدعت و احداث فی الدین ہوگی اور بالفرض اگر اس کو ترجیح نہیں دیتا تو تخصیص کی کوئی وجہ ہی نہیں ورنہ کیا تخصیص اور التزام محض جنون سے ناشی ہوگا۔ ہاں امور دنیاویہ عقلیہ میں مثلاً ایک شخص ایک ہی مکان کو بسبب اس کے کہ وہ زیادہ آرام دہ ہے یا ایک ہی لباس کو بسبب اس کے کہ وہ اس کو بھلا معلوم ہوتا ہے یا ایک ہی غذا کو جو اس کو زیادہ مرغوب ہے استعمال کرتا ہے وغیر ذلک یہ تخصیص یا التزام ممنوعہ میں ہرگز داخل نہیں بلکہ مثلاً ایک شخص ایک زیادہ آرام دہ مکان کو کم آرام دہ مکان پر قابل ترجیح سمجھتا ہے اور اس کا یہ ترجیح دینا عقلاً واقع کے مطابق ہے۔ ہاں اگر اس کو شرعاً موجب زیادتی ثواب یا ضروری جانتا ہے یا عمل میں اصرار کر کے تارک پر ملامت کرتا ہے تو شرعیات میں داخل ہو کر تخصیص اور التزام کی فہرست میں یہ بھی داخل ہوگا۔ فتدبر۔ (۱۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں اول ہی حدیث انما الاعمال بالنیات کے تحت میں لکھتے ہیں ہ اتباع ہم چنانکہ در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود کذا قال المحدثون۔ انتہیٰ۔ (۱۸) ملا علی قاری مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: سو المتابعۃ کما تکون فی الفعل یکون فی الترک ایضاً فمن واظب علی فعل لم یفعلہ الشارع فھو مبتدع انتہی۔ (۱۹) مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ تلفظ بالنیۃ کی بحث میں ہے والاتباع کما یکون فی الفعل یکون فی الترک فمن واظب علی ما لم یفعل الشارع صلی اللہ علیہ وسلم فھو مبتدع لشمول قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد انتہی۔ (۲۰) وصرح السید جمال الدین المحدث فی بحث: لنیۃ ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ کما ان فعلہ سنۃ انتہی (ایضاً فی مواہب لطیفۃ) (۲۱) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت والد مرحوم نے مکرر فرمایا ہے کہ سنن رواتب کے عمل میں اسقدر تاکید و تشدید کہ عوام جہال کے اذہان میں قریب فرض کے پہونچ گئیں نوعے از تحریف شریعت است۔ (فتاوی عزیزی صلا) (۲۲) اور بوجہ رسم بڑھ جانے لیعنی محض رسماً کسی فعل کو کرنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اہل میت کو اول روز طعام دینا مستحب تھا، اب بسبب رسم کے ممنوع ہو گیا۔ ابن ماجہ

میں ہے قال ابوعبد اللہ فما زالت سنۃ حق کان حدیثا فترک۔ انتہی۔

(نوٹ ۲) بطور یادداشت وضبط بمصلحت خود کسی دن کو مقرر کر سکتا ہے لیکن اس دن کا التزام اور اصرار جائز نہیں اور تارک پر طعن نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود بطور یادداشت وضبط بمصلحت خود تقرر ایام میں تغیر وتبدل کرتا رہے گا کیونکہ مصالح کے بدلنے سے تقرر ایام کا تبدل ضروری ہے اور پھر اس تقرر میں ہر شخص کی مصالح مختلف ہوں گی اور ہر ایک کا بطور یادوضبط تقرر ایام بھی مختلف ہوگا ورنہ تمام دنیا کے لوگوں کی وہ کون سی مصلحت ہے جو تمام دنیا کو ایک ہی دن پر بطور یادداشت و ضبط کے تقرر پر مجبور کر رہی ہے۔ فتدبر حق التدبر۔

جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں وہ غیر مشروع و ناجائز ہے اکثر فقہاء نے عدم نقل کو حجت گردانا ہے عدم نقل اور نقل عدم حکماً متحد ہیں

(۱) بخاری میں ہے: عن عکرمۃ مولی ابن عباس قال ابن عباس وانظر السیحح من اللہ علوفاجتبہ فانی عہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ لایفعلون۔ انتہی۔ (۲) صحیح مسلم میں عمارہ بن رویبہ سے روایت ہے:- انہ رای بشر بن مروان علی المنبر رافعا یدیہ فقال قبح اللہ ھاتین الیدین لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایزید علی ان یقول بیدہ ھکذا واشار باصبعۃ المسبحۃ انتہی۔ (۳) اور ترمذی میں ہے عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھذا علمنا رسول اللہ صلعم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال۔ انتہی۔ اور ایک دوسری حدیث یاد متصل میں سالم بن عبید سے روایت ہے: عطس رجل فقال السلام علیکم فقال اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العلمین انتہی۔ (۴) مسند امام احمد میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر۔ انتہی۔ (۵) طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے:- انہ سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علی النبی جھرا فراح الیھم فقال ماعھدنا ذلک علی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد انتہی۔ وھکذا فی مجالس الابرار وفتاوی بزازیہ۔ (۶) امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں:- روی ان علیا رضی رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد

وعن ابن عمر مثلہ مراز بحر الرائق بیان تثویب) (۷) مجمع البحرین میں ہے ان رجلاً
یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنہاہ علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین
انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یثیب
علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوٰتک
عبثاً والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بہ لمخالفتک لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان نے تمام بدعات کو یک لخت خاک میں ملا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
(۸) ابن طاہر تذکرۂ موضوعات میں لکھتے ہیں: کان عبد اللہ الانصاری لا یصوم رجباً و
ینہیٰ عنہ ویقول لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیء۔ انتہی۔ (۹)
ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ فصل الاوقات التی یکرہ فیہا الصلوٰۃ میں ہے: قال یکرہ ان یتنفل بعد
طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ
علی الصلوٰۃ انتہی۔ اور باب العید میں ہے لا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ علیہ السلام
لم یفعل مع حرصہ علی الصلوٰۃ انتہی۔ اور صلوٰۃ الکسوف میں ہے: لیس فی الکسوف خطبۃ لانہ
لم ینقل اور صلوٰۃ الاستسقاء میں ہے لا یقلب القوم اردیتہم لانہ لم ینقل انہ صلی اللہ علیہ وسلم
امرہم بذلک انتہی اور باب النوافل میں ہے وفی الجامع الصغیر لم یذکر الثمانی فی صلوٰۃ اللیل
ودلیل الکراہۃ انہ علیہ السلام لم یزد علی ذلک ولولا الکراہۃ لزاد تعلیماً للجواز۔ انتہی۔
(۱۰) طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے۔ رفع الصوت بالذکر بدعۃ یعنی یوم عید الفطر
فیقتصر ای علی مورد الشرع فانہ مکروہ عند العامۃ تحریماً علی الظاہر لتعلیلہم
بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ انتہی (۱۱) منیۃ المصلی میں ہے الزیادۃ علی الثمان
مکروہۃ بالاجماع ای باجماع ابی حنیفۃ وصاحبیہ وہذا القید انما تحریمیۃ کذا فی
النہر الفائق وقال صاحب البدائع انہ یکرہ لانہ لم یروِ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی
(۱۲) بحر الرائق میں ہے۔ یکرہ ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانہ لم یثبت عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی (۱۳) سید شریف جرجانی شرح خلاصہ کیدانی باب المحرمات میں لکھتے ہیں:۔
والزیادۃ فی التکبیر بان یقال اللہ اکبر الاعلیٰ لانہ غیر منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ولا من الصحابۃ۔ انتہی (۱۴) تحفۃ الفقہاء میں ہے لا یزید المجیب علی قولہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
لانہ لم یرو فیہ الاثر انتہی۔ (۱۵ و ۱۶) امالی او رکفایہ شعبی باب الصوم میں ہے الامام اذا اتم التراویح

بعشر تسلیمات وقام وشرع فی الحادی عشر علی ظن انها عاشر ثم علم انه زیادۃ فالواجب
علیه وعلی القوم ان یفسدوا انتم یقضون وحدانا لان الصحابة اجتمعوا علی هذا المقدار
فالزیادۃ علیه محدث وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار الا تری
انه لا یجوز ان یصلی التراویح اربعا اربعا وان کان المذهب عند ابی حنیفة الافضل فی صلوٰۃ
اللیل ان یکون اربعا لما ان الصحابة اجتمعوا علی الرکعتین وعمرؓ هکذا فعل وکذلک علی
بن ابی طالبؓ وغیرهما هکذا اصلوا التراویح فلا یجوز لنا ان نخالفهم من العدد والموضوع
ومن صلی وحده فی بیته او فی المسجد فانه یجوز له ان یصلی اربعا اربعا فاما فی الجماعة
فلا یجوز الزیادۃ علی الرکعتین لاجل المخالفة انتہی۔ (۱۷ تا ۲۱) فتاوی کبری اور درمختار اور
فتاوی عجیب اور فتاوی ابراہیم شاہی اور کنز العباد شرح اوراد میں ہے۔ یکرہ الدعاء عند ختم القران
فی شهر رمضان وعند ختم القران بجماعة لان هذا لم ینقل عن النبی صلی اللہ علیه
وسلم ولا من الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین انتہی۔ (۲۲ تا ۲۴) محیط اور نصاب
الاحتساب اور عالمگیری میں ہے۔ قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة لانها بدعة لم
ینقل عن الصحابة والتابعین۔ انتہی۔ (۲۵ تا ۳۳) یکرہ المصافحة بعد الصلوٰۃ بکل حال
لان الصحابة ما صافحوا۔ انتہی۔ (ملتقط۔ ترشیح۔ ایضاح المطالب۔ محک العابدین۔ وظائف النبی
وخلاصۃ الفقہ از ناصری وکافی وحاشیہ مصابیح)۔ (۳۴ و ۳۵) جامع الروایات باب الجنائز میں ہے
در واقعات آوردہ کہ فاتحہ بعد مکتوبہ برائے مہمات وغیرہ مکروہ است زیرا کہ منقول از صحابہ تابعین
نیست بدعت است انتہی۔ (۳۶) خزانۃ الروایۃ میں ہے۔ دود رسانیدن برگل کیوڑہ وچمپا نہادن پس
نشاید انتہی۔ (نوٹ) دیکھو فقہاء رحمہم اللہ نے ان بعض اعمال مذکورۃ فی العبارات کو محض عدم ثبوت ہی کی بناء پر
غیر مشروع اور ناجائز بتلایا ہے۔ لہٰذا فاضل بریلوی کا یہ فرمانا کہ غایت یہ ہے کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم
اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم انتہی مردود ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اہل میت کے ہاں لوگوں کا اجتماع اور
اہل میت کا اُن کیلئے کھانا تیار کرنا نوحہ جاہلیت میں داخل ہے اور
فقہائے تصریح فرمائی ہے کہ تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں
ششماہی، برسی وغیرہ جو تخصیص ایام مخصوص ایصال ثواب
مروج ہیں مکروہ اور بدعت ہے اور بلا تخصیص ایصال ثواب نہایت مستحسن ہے

(۱) عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنه قال کنا نری الاجتماع
الی اهل المیت وصنعهم الطعام
من النیاحة رواه الامام احمد فی
مسنده وابن ماجه انتہی حضرت جریر

ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور اہل میت کا ان کے لئے کھانا تیار کرنا ہر دو کو نوحہ جاہلیت سے سمجھتے تھے غرض اس حدیث میں دو چیزوں کو نوحہ جاہلیت میں فرمایا ہے ایک اہل میت کے ہاں برادری کا اجتماع (دفن میت کے بعد) خواہ کسی دن ہو۔ خواہ قبر پر ہو یا ان کے گھر۔ دوسرے اہل میت حاضرین مجمع کو کچھ کھانے کی قسم کھلائیں جیسے تیجے کے چنے کہ سب حاضرین غنی و فقیر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ اوّل جزء تکرار تعزیت کو بھی مشتمل ہے۔ اور غرض آخر قراءۃ قرآن والیصال ثواب وغیرہ کیلئے اہل میت کے ہاں اجتماع برادری کو بھی، کیونکہ ممانعت اجتماع الی اہل المیت مطلق ہے۔ (۲) فتح القدیر اور کبیری اور درمختار اور شامی میں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اهل المیت وهی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح الخ انتہیٰ (نوٹ) یہ مسئلہ دوسرے جزء کی بنا پر ہے۔ (۳) سفر السعادت میں ہے۔ عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور ونہ غیر آن واین مجموعہ بدعت است انتہیٰ۔ (نوٹ) یہ مسئلہ باعتبار جزء اوّل ہے۔ دراصل پہلے جزء کا ترجمہ ہے۔ اور اجتماع الی اہل میت کے اطلاق کو ظاہر کیا ہے۔ اور برائے میت سے مراد یہ ہے کہ خاص اہل میت کی خاطر میت کے ایصال ثواب کے لئے برادری کا اجتماع ہو پھر خواہ قبر پر ہو یا اہل میت کے کسی متعینہ جگہ پر ہو کیونکہ اس میں تکرار تعزیت اور خلاف حدیث لازم آتا ہے (۴) فتاویٰ جامع الروایات اور شرح منہاج علامہ نووی میں ہے:۔ الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ انتہیٰ۔ شرح منہاج میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ تیسرے دن جمع ہونا قبر پر جو حدیث جریر میں مطلقا اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے۔ اس کا فرد ہے جو اُن کے زمانہ میں رواج ہوگا جیسے ہمارے زمانہ میں تیسرے دن اجتماع الی اہل المیت ان کے گھر پر ہوتا ہے اور حدیث میں مطلق اجتماع الی اہل المیت کو خواہ کسی دن ہو خواہ قبر پر ہو یا غیر قبر پر نوحہ میں شمار فرمایا ہے۔ اور تقسیم ورد وعود اور گلاب اور کیوڑہ وغیرہ بوجہ میت کے جو یہ ایک مستقل رسم تھی رفع سوگ کے لئے حاضرین مجلس کو تقسیم کی جاتی تھی یہ بھی بدعت ہے خواہ کسی دن ہو قبر پر ہو یا گھر پر اس بدعت کی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ کو جبکہ اُن کے والد ابوسفیان کی خبر موت پہونچی تو انھوں نے خوشبو کا استعمال کیا اور فرمایا کہ

حضور علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ تین روز سے زیادہ کسی عورت مومنہ پر سوگ کرنا حلال نہیں مگر زوج پر دس روز چار ماہ تک سو اصل خوشبو کی یہ تھی رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہنچی۔ اور بدعت ہو گئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے۔ تیسری بدعت یہ ہے کہ ایام مخصوصہ میں بالتخصیص کھانا کھلانا جیسے تیجا، پانچواں۔ نواں۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسی۔

(۵) فتاویٰ بزازیہ اور مستملی شرح منیۃ المصلی اور درمختار اور شامی میں ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم اوقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القراٰن لاجل الاکل یکرہ وفیھا فی کتاب الاستحسان ان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا۔ انتھی۔ اس میں چار مسئلہ ہیں۔ اول تخصیص یوم یعنی پہلا اور تیجا اور آٹھواں میت کا کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے ایام مقررہ میں قبروں پر کھانا لیجا کر تقسیم کرنا اور کھلانا اور تیسرے اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القراٰن۔ چوتھے صلحاء اور قراء کو ختم قرآن یا سورہ انعام یا سورۂ اخلاص کے پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور اتخاذ طعام عند قراءۃ القراٰن کی کراہت کے یہ معنی ہیں کہ قاریوں کے کھانے کے لئے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اور اگر فقراء کیلئے تیار کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں حسن ہے۔ مولانا سید عبدالغنی نابلسی اور علامہ خادمی حدیقہ ندیہ اور بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ قصاع ثالث امور مبتدعہ کی بحث میں اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں: ۔ وان اتخذ الطعام للفقراء کان حسنا ثم قال ولا تظن ان المعتاد فی زماننا مبنی علی قول قاضی خاں فانہ ظن باطل اذ المعتاد دعوۃ المشائخ والائمۃ والموذنین والجیران بلا تمییز بین الفقراء والاغنیاء بل اکثرھم الاغنیاء ویتظفون لھم مکانا مخصوصا ویبسطون فرشا کثیرۃ ووسدا رفیعۃ فھل للضیافۃ معنیً غیر ذلک (بریقہ للخادمی)۔

(نوٹ) شارحِ منیہ کا اس کے بعد روایت جریر پر فیہ نظر کہنا خود منظور فیہ ہے چنانچہ ردالمحتار بعد نقل روایت شرح منیہ قولہ لا یخلو عن نظر لکھتا ہے۔ اقول فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ الخ الغرض شارح منیہ کا فیہ نظر خود منظور فیہ اور مخدوش ہو چکا۔ فتدبر۔

(۶) اور علامہ شامی نے معراج سے لکھا ہے کہ یہ سب کام بطور ریا اور سمعہ کے ہوتے ہیں۔

جیسے آجکل مشاہدہ ہے لہذا ان افعال سے منع کیا جائے کیونکہ یہ لوجہ اللہ نہیں ہوتے۔ والطال فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فتحرز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ انتھٰی۔ (۷) شیخ کبیر علی متقی استاد شیخ عبدالوہاب متقی استاد شیخ عبدالحق دہلوی اپنے رسالہ رد بدعات تعزیت میں لکھتے ہیں:۔ الاول الاجتماع للقراءۃ بالقرآن علی المیّت بالتخصیص فی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ لانہ لم ینقل من الصحابۃ رضی اللہ عنھم شیئا وفیہ ترک الآداب بالانواع وفی تخلیص السنن قال مؤلفہ علیہ الرحمۃ ان ھذا الاجتماع فی الیوم الثالث خصوصا لیس فیہ فرضیۃ ولا فیہ وجوب ولا فیہ سنۃ ولا فیہ استحباب ولا فیہ منفعۃ ولا فیہ مصلحۃ فی الدین بل فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف حیث لم یبینوا لہ بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث ترک حقوق المیّت بل علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیث لم یکمل الشریعۃ وقد قال اللہ تعالیٰ فی تکمیل الشریعۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا، وقد قال اللہ تعالیٰ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فیکون حراما ما تتضمنہ ھذہ القبائح وغیرھا کما سیاتی۔ انتھٰی۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مقالۃ الوصیت میں فرماتے ہیں دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و سیوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ و ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز و اطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے نباشد انتھٰی۔ (۹) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جامع البرکات میں اور شیخ الاسلام کشف الغطاء میں لکھتے ہیں و آنکہ بعد از سالے و ششماہی یا چہل روز دیں دیار نزد درمیان برادران بخش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند انتھٰی۔

(۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔ و از کلمہ و درود و ختم قرآن و استغفار و از مال حلال صدقہ لفقراء باخفا امداد فرمایند۔ انتھٰی۔ (۱۱) شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں۔ عادتِ نبوی نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و ایں مجموع بدعت است و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب

است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام۔ انتہی۔ (نوٹ) اس میں تین امور مذکور ہیں۔ اوّل اجتماع مخصوص روز سوم جو بحدیث جریر نوحہ جاہلیت میں داخل ہے یہ بدعت ہے۔ دوسرے ارتکاب تکلفات دیگر۔ تیسرے صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ یہ دونوں حرام ہیں۔ (۱۲) ملا علی قاری مرقاۃ میں تحت حدیث لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما الخ فرماتے ہیں۔ واصطناع اهل البیت له لاجل اجتماع الناس علیه بدعة مکروهة بل صح عن جریر رضی اللہ عنه کنا نعده من النیاحة وهو ظاهر فی التحریم قال الغزالی ویکره الاکل منه قلت هذا اذا لم یکن من مال الیتیم والغائب والا فهو حرام بلا خلاف۔ انتہی۔

(۱۳) نوادر الفتاوی میں ہے:۔ اجابت کردن طعامیکه از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ است رسم روز و ہفتہ و ماہیانہ وسالیانہ وآں طعام مر علماء و فضلاء را مکروہ است قال علیه السلام طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض بمرض القلب ودر نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشند۔ انتہی۔ (نوٹ) طعام المیت الخ یہ حدیث نہیں معلوم ہوتی۔ شاید مشائخ صوفیہ کا قول ہو ورنہ یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں مذکور نہیں ہے واللہ اعلم بہرحال اس فتاوی سے معلوم ہوا کہ جو طعام مردے کے واسطے رسماً پکایا جاتا ہے تیجے اور ہفتہ اور ماہیانہ اور برسی کو اس کی اجابت مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر میں اس کو نیاحت کہا ہے اگرچہ اس کی اجابت سب کو مکروہ ہے مگر علماء و فضلاء کو خصوصاً مکروہ ہے۔

(۱۴) اور مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں بحوالہ فتح العزیز و نصاب الاحتساب لکھتے ہیں۔ مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واو را ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ رسم و راہ تخصیص بگذارند وہر روزیکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند الخ (۱۵) نصاب الاحتساب میں ہے ان ختم القرآن جهراً بالجماعة ویسمی بالفارسیة سیپارہ خواندن مکروہ۔ انتہی۔ کیونکہ اس میں آوازیں لڑتی ہیں جو مخل سمع قرآن ہے۔ اکثر اسی طرح مروج ہے جو صاحب نصاب کے نزدیک مکروہ ہے بعض نے تیسرے دن کی تخصیص میں یہ عذر لنگ پیش کیا ہے کہ مردہ زمانہ قرب موت میں ضغطہ قبر و توحش و سوال نکیرین کی وجہ سے ثواب کا محتاج تر ہوتا ہے اسی وجہ سے تیسرا دن متعین کر لیا جاتا ہے۔ جواب سبحان اللہ اس کی رُو سے تو مرنے کے بعد ہی پہلا دوسرا دن زیادہ مناسب تھا جب بیچارے کی خوب مٹی

ہو چکی اب ہوش آیا۔ **اور بعض** نے کہا کہ تین دن تعزیت کے ہیں اس لئے تیسرا دن مقرر کر لیا تا کہ تعزیت کے لئے آنے والے سب مل کر ایصال ثواب میں شریک ہو جائیں۔ **جواب** جناب من بیفقر رسم کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں ورنہ اس وجہ کی رُو سے مرنے کے بعد ہی سے برابر تینوں دن ثواب پہونچانا چاہیئے۔ تخصیص سوم کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ کوئی تعزیت کے لئے پہلے دن آئے گا، کوئی دوسرے دن، کوئی تیسرے دن، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کیونکہ ایک دفعہ تعزیت کے بعد دوبارہ تعزیت جائز نہیں (درمختار) اور جو لوگ کفنانے دفنانے کے وقت موجود تھے اور جو نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے ان کی تعزیت ختم ہو گئی وہ دوبارہ کیسے آسکتے ہیں۔ **اور نیز** تیجا دسواں، بیسواں و چہلم، سہ ماہی، ششماہی۔ برسی اور طریق ایصال کی جملہ تخصیصات بنا بر تحریر مولانا عبید اللہ نو مسلم مرحوم مصنف تحفۃ الہند اہل ہنود کی مذہبی رسمیں ہیں اور حدیث شریف میں ہے۔ ابغض الناس الی اللہ مبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ (مشکوٰۃ کتاب الاعتصام) اسی لئے یہ سب رسوم اب بھی دیگر ممالک اسلامیہ میں رائج نہیں۔ ورنہ تمام مسلمانان ہند کی کونسی ایسی مصلحت دینی یا دنیاوی ہے جو سب کو انہی ایام مخصوص میں ایصال ثواب پر مجبور کرتی ہے اور متفقہ طور پر سب کو انہی ایام میں وہ مصلحت پیش بھی آتی ہے۔ فتفکر۔ **ہاں** یہ مصلحت ضرور ہے کہ سال بھر ثواب پہنچائیں یا علی الخصوص ایک چلہ تک کہ تبدل حالت سے پہلے بہت نافع ہے۔ بیشک یہ بدیہی ہے کہ مرنے کے بعد ایک سال تک علی العموم اور ایک چلہ تک علی الخصوص انسان کا بہت کچھ تعلق اس جانب رہتا ہے۔ ایصال ثواب کا زیادہ منتظر ہوتا ہے اور ایسا ہی زندوں کا بھی حال ہے کہ زمانہ قرب موت اقارب میں زیادہ تعلق ہوتا ہے ایصال ثواب کی قدرتاً کوشش کرتے ہیں ایک چلہ تک علی الخصوص اور ایک سال تک علی العموم لیکن اس سے تخصیص بیوم چہلم یا سال ثابت نہیں ہو سکتی۔ بینما یون بعید جیسے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ تفسیر پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور خلاصہ اُن کے الفاظ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ اول حالتے کہ بمجرد جدا شدن رُوح از بدن خواہد شد فی الجملہ از حیات سابقہ و اُلفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است و آں وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف و چیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان درین حالت زود تر میرسد و مردگان منتظر الحوق مدد ازیں طرف می باشند صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازین ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔ انتہی۔

دفع اہل بدعات کا عقیدہ اور عمل احادیث موضوعہ پر ہے لعن اللہ علی واضعہا۔ اہل علم سب یقینی جانتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں مگر چونکہ موضوع حدیث پر عقیدہ اور عمل حرام ہے اور اس کا بیان کرنا بغیر جتلانے وضع کے بھی حرام ہے لہٰذا ان کے اہل علم اور طرح سے ان تخصیصات کی وجوہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کم علم اور بے علم بدستور ان موضوعات پر عمل اور عقیدہ رکھتے ہیں

مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنفیہ ص۹۲ مصنفہ مولوی امداد حسین صاحب دہلوی میں ہے: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروح حمزہ رضی اللہ عنہ در طعام تمام سوم روزہ دہم روزہ و چہلم روز وششماہانہ وسالیانہ دادہ است وصحابہ نیز ہم چنیں کردہ ہر کہ منکر از یں باشد بس اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع صحابہ را منکر شدہ باشد۔ انتہی از کنز فارسی۔

اور پیر جی مولوی عبد السمیع صاحب نے بھی انوار ساطعہ ص۱۴۲ میں یہی حدیث موضوع بحوالہ حاشیہ خزانۃ الروایات از مجموع الروایات نقل کی ہے۔ اور دبی زبان سے کہہ گئے۔ اگر یہ حدیث کسی قدر قابل اعتماد ہے تو یہ رسمیں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگئیں۔ انتہی۔ اور انوار ساطعہ ص۱۴۱ میں دقائق الاخبار سے حدیث نقل ہے۔ اذا مات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شہرا وینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یؤدی دینہ فاذا تم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من ید عولہ ومن یحزن علیہ فاذا تمت سنۃ رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور۔ انتہی۔ (نوٹ) الغرض فاضل بریلوی نے باوجود کحاطب اللیل ہونے کے ان موضوعات سے تمسک نہیں کیا۔ مگر عرف اور عادت کو واسطہ ڈال کر انہی موضوعات پر عمل کرنے کی تائید خوب کی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

بہ تخصیص جمعرات اور عیدین اور شب برات اور عشرہ محرم کی فاتحہ بھی بدعت اور ان ایام میں ارواح کا اپنے اقارب کے گھر آنا بالکل غلط، اور اس کے ثبوت میں جو حدیثیں بیان کیجاتی ہیں وہ سب مجہول الاسناد اور غیر موثوق اور بے سند ہیں اور انکا مضمون خلاف قواعد شرعیہ اور معارض احادیث صحاح کے ہے جو انکے موضوع ہونے پر دال ہے لیکن افسوس اہل بدعت کیلئے وہ سب قابل حجت اور قابل عمل و موجب عقیدہ ہوگئیں،

(۱) دستور القضاۃ میں ہے من الفتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ و یوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی و اولادی و اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا

قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ۔ انتھی۔ (منقول از انوار ساطعہ ص۹۴ واتیان الارواح للفاضل البریلوی ص۵)۔ (۳) اور خزانۃ الروایات میں ابن عباس سے ہے۔ یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا ویا من سعد بما شقینا ویا من اقمتم فی اوسع قصورنا ونحن فی ضیق قبورنا ویا من استذللتم ایتامنا ویا من نکحتم نساءنا ھل من احد یتفکر فی غربتنا وفقرنا کتبنا مطویۃ وکتبکم منشورۃ۔ انتھی (منقول از انوار ساطعہ ص۹۴ واتیان الارواح ص۵) اور شیخ الاسلام نے کشف الغطاء میں حدیث اول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتی در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور میں صرف یہ لکھا ہے۔ در بعض روایات آمدہ است الخ اور خزانۃ الروایات میں لکھا ہے کہ بعض علماء سے یہ روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ کو چھوڑی جاتی ہیں الخ (ھکذا فی اتیان الارواح للفاضل البریلوی) پس شیخ دہلوی اور خزانۃ الروایات سے تو معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ بعض علماء سے روایت ہے۔ اور شیخ الاسلام کا کلام اس مقام میں بایں ہیچ کہ اکثرے خالی از ضعف نیست اس روایت کی تضعیف پر تو دلیل صریح ہے ورنہ اس کلام کا اس مقام پر کچھ مفاد نہ ہوگا۔

اب سنو! کہ اول تو ان روایات کی توثیق خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ اُن کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں یا نہیں اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی پھر دوسرے اُنکی سند ندارد جس پر اعتماد ہو۔ تیسرے شیخ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علماء ہی سے نقل کرتا ہے نہ معلوم کون ہیں اور کیسے ہیں اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے۔ اور دستور القضاۃ میں فتاوی نسفیہ سے نقل ہے۔ نہ رفع نہ توثیق نہ سند اور نہ یہ معلوم کہ کس کا قول ہے۔ بھلا ایسی روایتیں تو ضعیف حدیث بھی نہیں کہی جا سکتیں اس کے علاوہ قواعد شرعیہ کے خلاف اور احادیث صحاح کے معارض ہیں۔

(۱) اول باتفاق اُمت ورثاء پر ایصال ثواب کا حق واجب نہیں بلکہ مستحب اور احسان محض ہے

کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا کہ زندہ پر مردہ کا حق واجب ہے۔ یا حق تعالیٰ نے ایصال کو واجب کیا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو مستوجب ثواب ہے اور نہ کیا تو قابل ملامت نہیں لہٰذا ان ایام میں اگر زندہ نے مردوں کو ایصال ثواب نہ کیا تو شرعاً اس نے کوئی ظلم مردے پر نہیں کیا، ہاں احسان بھی نہیں کیا تو احسان نہ کرنے پر سخت بددعا کرنا کہ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کر شرعاً کس قدر ظلم اور صریح حرام ہے اور قابل سزا اور سرزنش کے ہے۔ پس مسلمان مردہ باوجودیکہ ظلمت نفس اور شیطان سے چھوٹ گیا اس کو برزخ میں سب خیر و شر کی حقیقت واضح ہو گئی۔ کیا اب بھی وہ معصیت اور ارتکاب منکرات میں گرفتار ہے کہ دیدہ دانستہ ناحق سخت بددعا کرتا ہے کیا حق کے کھلنے اور آخرت کے منکشف ہو جانے کے بعد اب بھی کہ بے معاصی میں گرفتار اور شر نفس میں مبتلا ہو معاذ اللہ۔ پس ان سے مشاہدہ کے بعد حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں لہٰذا یہ روایت قطعاً متہم ہے۔ (۲) دوسرے مومن کی قبر میں مدّ بصر تک کشادگی کی جاتی ہے اور نور ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں یہ سب احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور دنیا کے گھروں کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت لیکن باوجود اس کے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں ہیں، صریح خلاف احادیث صحیحہ کے ہے۔ (۳) تیسرے صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے۔ نم کنومۃ العروس اور اس روایت میں کربت کا رونا ذکر ہے۔ (۴) چوتھے اعمال صالح اور روح جنت سے انس مومن کا صحاح میں مذکور ہے اور اس میں غربت اور وحشت کا اظہار ہے۔ (۵) پانچویں ارواح کا دنیا میں اپنے اقارب کے گھر آنا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں نسائی سے اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی روح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب کا حال پوچھتے ہیں تو وہ جو پہلے مر چکا تھا اس کو کہتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مر چکا تھا الخ۔ اور اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو ان کو استفسار کی کیا حاجت تھی بلا آنکھ سے تو سب حال دیکھ دیکھ آتی ہیں۔ یوم جمعہ میں بیشک صدقہ کا استحباب وارد ہوا۔ مگر شب جمعہ یا یوم جمعہ میں ایصال ثواب کا استحباب کسی روایت معتبرہ میں وارد نہیں ہے۔ (۶) حدیث بخاری میں ہے کہ جس کو جنت مل گئی اگر دنیا وما فیہا اس کو دیویں تو دنیا میں آنا قبول نہ کرے مگر شہید دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے کو آنا چاہتا ہے اور ارواح جنتی کے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے روح وریحان برابر چلا آتا ہے اور حور و سرور اور نم کنومۃ العروس اور سیر جنت ان کو حاصل ہے تو پھر بہشتی روح بہشت کو چھوڑ کر دنیا دار الکدار میں ایک منٹ کے لئے آنا بھی پسند نہ کرے گی اور اگر دوزخی روح ہے تو ملائکہ عذاب سے اور عذاب

۔سلط قبر سے کس طرح نکل سکتا ہے۔ لہٰذا ارواح کے آنے میں بہت تامل ہے۔(۷) یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح ان ایام مقررہ میں عالم برزخ اور سیر جنت اور حور و سرور چھوڑ کر جو قطعیات سے ثابت ہے اپنے اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا۔ اور جو فاضل بریلوی نے اپنے تفضل کے جوش میں اتیان الارواح میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ عقائد کا نہیں ہے صریح تحکم ہے کما ہو ظاہر۔ اور فاضل بریلوی کا بیان عن سلمان قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت بین السماء والارض یا ان ارواح المؤمنین مرسلة تذهب حیث شاءت اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں ابن ابی الدنیا از مالک روایت کرد کہ ارواح ہر جا کہ خواہند میروند وغیرذالک۔ دنیا میں آنے کے ثبوت میں اُن کے فضل کے خلاف ہے کیونکہ ان روایات سے ارواح کا برزخ کے زمین و آسمان میں چلنا پھرنا ثابت ہے کہ جہاں چاہیں سیر کریں کیونکہ برزخ کا بھی زمین و آسمان ہے نہ دنیا میں۔ اور اکثر کاملین نے جو ارواح اولیاء کو چلتے پھرتے دیکھا ہے ان کو اس دنیا میں نہیں دیکھا ہے بلکہ عالم برزخ میں دیکھتے ہیں ان کی نظر کبھی کبھی عالم برزخ میں پڑتی ہے فافہم۔

(۸) جبکہ طبقہ رابعہ کی سند احادیث پر عقیدہ اور عمل جائز نہیں جیسا کہ عجالہ نافعہ سے مذکور ہو چکا اور کسی عمل کے جواز پر ان سے تمسک جائز نہیں تو یہ بے سند حدیثیں جن کا حدیث ہونا بھی معلوم نہیں مثبت عمل کیسے ہو سکتی ہیں۔ اور حدیث ضعیف بھی مثبت عمل نہیں ہو سکتی بلکہ فضائل اعمال میں معتبر ہے یعنی عمل جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے اس کی فضیلت میں اگر کوئی ضعیف حدیث آجائے تو معتبر ہے کہ عمل ثابت شدہ کی فضیلت ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں کسی عمل کو ثابت نہیں کر سکتی۔ فافہم۔

واضح ہو کہ اہل بدعت نے فاتحہ مروجہ میں اس قدر تعدی کی ہے کہ سنت تک ثابت کرنے میں کوشش کی۔ اس کے اثبات میں حدیثیں گھڑی ہیں	فاتحہ مروجہ یعنی ایصال ثواب میں التزاماً کھانا روبرو رکھنا اور اس پر خاص سورۃ فاتحہ و قل و درود بطور ایصال ثواب پڑھنا متعین اور لازم ہو اور تارکین کو مستحق ملامت سمجھا جائے ناجائز اور بدعت ہے

چنانچہ مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنفیہ صفحہ ۹۳ میں ہے۔ اور فتاویٰ آذر جندی (ایک فرضی کتاب ہے) میں ملا علی قاری یہ حدیث لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو ایک اعرابی تیسرے روز کچھ کھجوریں اور جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ لایا تو حضرت صلعم نے اس کو سامنے

رکھکر پانچ آیتیں پڑھیں اور تین بار سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ پڑھکر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا کہ اس کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کو پہونچا اور ہاتھوں کو منھ پر ملا۔ اور ابو ذر غفاری سے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دو پس وہ تقسیم کیا گیا صحابہ میں اور سب نے اس کو کھایا۔ لعن اللہ علیٰ واضعہا۔ اور صاحب انوار ساطعہ نے صـ۲۴۲ وصـ۵۰ میں مشکوٰۃ کتاب المعجزات۔ سے بے محل وہ حدیثیں لکھیں جن میں حضور نے زیادتی طعام کے لئے دُعاء برکت فرمائی تھی۔ اور فاضل بریلوی نے بھی ان تخصیصات کو عادی وعرفی ومصلحتی کی آڑ میں جائز قرار دیکر اس گھڑی ہوئی حدیث پر عمل کرنے کی تائید فرمائی ہے۔ افسوس، موضوع حدیث پر عمل کرنا اور عمل کرانا بالاتفاق حرام ہے اور فاضل بریلوی نے خواہ مخواہ شرعی اور عادی کی بحث لگائی ہے۔ پس تشقیق ہی کو اپنا کمال سمجھ لیا ہے۔ واعجبا۔ بالفرض اگر عوام جہلاء کے خیالات کی یہ ترجمانی صحیح ہے تو براہ مہربانی ذرا عوام کو یہ سمجھا کر تجربہ کیجئے کہ یادداشت اور ضبط اوقات کے لئے ہر ہر شخص نعم التزام اور اصرار کے بمصالح خود اپنے اپنے لئے کوئی اور تاریخیں اور مہینے اور دیگر طریقے اختیار کر لیں اور تخصیص اسی کو یک لخت ترک کرا دیا جائے تاکہ ایصال ثواب سے بھی غفلت نہو اور یہ رسوم دنیا و یہ مخصہ بھی مٹ جاویں۔

(۱) فتاوی سمرقندیہ میں ہے قراءة الفاتحة والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعة انتہی

(۲) شرح کبیری میں ہے ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکره یعنی میت کے لئے کھانا تیار کرنا ایصال قرأۃ قرآن کے وقت اُن کے کھانے کیلئے مکروہ ہے یعنی اتخاذ طعام للمیت لاجل القراءة اور قراءۃ قرآن للمیت دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں جیسے قرآن کی بے ادبی ہے اسی طرح آداب طعام کے بھی خلاف ہے کہ لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام الحدیث اکرموا الخبز الحدیث حضور کے پاس جب روٹی آتی تھی تو سالن کا بھی انتظار نہ کرتے تھے الحدیث هذا کله مستفاد من انوار ساطعہ صـ۲۴۲ لکن من خلافہ۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز سے کسی نے سوال کیا۔ سوال کسے کلام اللہ یا آیت کلام مجید را بر طعام خواند چہ حکم است شخصے میگوید کہ کلام اللہ بر طعام آنچنان است کہ کسے در جائے ضرور بخواند نعوذ باللہ منہا۔ جواب یا ایں طور گفتن روا نیست بلکہ سوء ادبی است اگر ایں چنیں گفت کہ در ہمچوں اینجا خواندن سوء ادبی است مضائقہ ندارد و آن ہم وقتے است کہ بطریق وعظ و پند نخواند واما بطور وعظ و پند د منع از شرک وبدعت خواندن در ہر جا روا است بلکہ برائے رد بدعت گاہ واجب می شود (فتاوی عزیزی صـ۹۲) اس فتوی سے معلوم ہوا کہ کھانے کے اوپر کلام مجید

یا آیت کلام مجید کو پڑھنا بے ادبی ہے ۔
(۴) اور نیز تفسیر عزیزی میں شاہ صاحب نے صاف فرمادیا ہے کہ عوام کے نزدیک یہ طریق ایصال کا متعین ہے ۔ شرح آن ست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور ہر گونہ کہ مقرر ست متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کسے کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ وقل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح الخ پس جب شاہ صاحب کے نزدیک عوام جہلا کا یہ فعل بوجہ تعین طریقہ خاص مذموم ٹھہرا تو سوالات عشرہ کا نواں جواب اس صورت میں ہے کہ جب تخصیص اور التزام نہ ہو یا نویں جواب میں کچھ تسامح یا تصرف ہو گیا ہے کہ فی نفسہ جائز ہے کی جگہ متبرک لکھا گیا جیسا کہ اس سے پہلے سوال کے جواب میں ہے کہ فاتحہ و درود خواندن فی نفسہ درست است لیکن دریں قسم نوعے بے ادبی می شود زیرا کہ نجاست معنوی دارد فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی (ملخصاً) اس طریقہ متعینہ میں نجاست باطنی ظاہر ہے ورنہ ان تصریحات اور صحیح حدیث الصدقۃ اوساخ الناس کے بالکل مخالف ہے جبکہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں یہاں تک کہ آل رسول کو اسی وجہ سے دینا اور لینا جائز نہیں تو صدقات متبرک کیسے ہو جائیں گے ۔ زکوٰۃ مفروضہ تک تو وسخ ہے ۔ فتدبر حق التدبر ۔ **الغرض** اہل حق تخصیص اور التزام کو منع کرتے ہیں ورنہ ایصال ثواب میں کسی کو کلام نہیں ۔ خود علامہ شہید صراط مستقیم میں لکھتے ہیں :- نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل است غرض آنست کہ مقیداً برسم نباشد بے تعین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب فاتحہ اخلاص بہتر بن تواںہا است در تعین تاریخ و روز قسم و وضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خواہ نخواہ انچہ کردن دشوار بے بود سرانجام آن ضرور مے افتد ۔ انتہی ۔ اور فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۵۵ میں ہے :- ایصال ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب ہے ۔ اور قید و تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص کے ساتھ ایصال ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا بلکہ اگر بخلوص نیت ہو، ریا اور محض رسم دنیوی مقصود نہ ہو تو ثواب بھی پہونچتا ہے (براہین ص ۸) گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہوگی ۔ انتہی ۔ اب اہل بدعت نے طعام کے ایصال ثواب کو کلام اللہ پر موقوف کر دیا ہے اور یہی تخصیص و التزام بدعت ہے ورنہ اباحت فی نفسہ میں کلام نہ تھا ۔ اور جب اس کے متعلق حدیث بھی گھڑ دی گئی اور افتراء علی الرسول کیا

گیا اور سنت رسول اللہ قرار دیا گیا تو بے شک اب واجب الترک ہے۔

فاتحہ مروجہ میں جن امور کا اہل حق کو انکار ہے وہ یہ ہیں:- (۱) خاص تاریخ اور خاص کھانا اور خاص وضع کی تخصیص اور اس کو لازم جاننا۔ اگر یہ نہ ہو تو فاتحہ معتبر نہ ہو۔ (۲) کھانے کی عدم موجودگی میں اور روبرو نہ ہونے کی صورت میں فاتحہ خوانی غیر معتبر (۳) بغیر فاتحہ خوانی کھانا کھانا او تنہا اس کا ایصال ثواب ممنوع اور اس کی تقسیم ناجائز (۴) یہی طرز مخصوص علامت سنیت جو اس طرز مخصوص پر عامل نہ ہو وہ وہابی اہل سنت سے خارج۔ (۵) نذر لغیر اللہ یعنی دیوتاؤں کے بھینٹ کی طرح بزرگوں کو نذر دینا (۶) کھلانے والوں کی رعایت ملحوظ نہ ہو بلکہ وہی کھانا دم پخت ہو جو بزرگ اور میت کو زندگی میں مرغوب تھا گویا یہی کھانا بزرگ اور میت کو جنت میں کھلایا جاتا ہے۔ (۷) فاتحہ مروجہ کو سنت رسول اللہ صلعم سمجھنا۔ ان حضرات کی یہی خصوصیات ہیں جن پر علماء اہل حق کو اعتراض ہے ورنہ کیف ما اتفق کھانا کھلا کر یا قرآن مجید پڑھ کر ثواب پہونچانے کا کون منکر ہے۔ اب ان کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس ظاہری اور سادہ مقصد کو ایک دو روایات سے ثابت کر کے عوام پر یہ اثر ڈالتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں اور نہایت سادگی کے ایصال ثواب کی روایات فاتحہ مروجہ کے ثبوت میں لے آتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بدعتی قوم کی اصل زد طریقہ اسلام اور سنت نبویہ پر ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنی ایجاد کردہ طریقہ اور رسوم کی اشاعت منظور ہوتی ہے۔

(**نوٹ**) کہیں فاتحہ بر طعام خوانده کا لفظ دیکھکر دھوکہ نہ ہو کیونکہ مجاز متعارف کے طور پر یا عرف عام کی وضع پر اس کے معنی مطلق طعام کے ایصال ثواب کے ہوتے ہیں نہ تخصیصات اور التزام اور اعتقاد سنت کے ساتھ کہ اس کے خلاف کبھی فعل نہ ہو اور مباح کو حد اباحت سے نکال دیا جائے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ بقول حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رض و ہر چیز کہ بر آں ترغیب صاحب شرع وتعین وقت نباشد آں فعل عبث است ومخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد الخ (فتاوی عزیزی ص۹۳) اور یہ حضرت علی کا اثر میں مجمع البحرین سے نقل کر چکا ہوں فلیتنبہ فانہ قمع لکل بدعۃ۔ فاضل بریلوی الحجۃ الفائحہ ص۱۶ میں خود مقر ہیں کہ وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر نا جائز اور ناروا نہیں (ملخصاً) اور بقول علی رض بیکار اور عبث حرام ہے دیکھو مجمع البحرین۔ اس سے زیادہ عبث اور لغو کیا ہوگا کہ مساکین کو دیکر ابھی ثواب الطعام حاصل نہیں کیا گیا لیکن الطعام کا

ثواب قبل حصول ہی بخش دیا جاتا ہے۔ یاللعجب۔ (نوٹ) فاضل بریلوی بھی فضل اہل ہنود کی طرح شاید یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بذریعہ فاتحہ یہی کھانے مردے کو پہنچتے ہیں جنت میں انکو یہی دنیا کے کھانے بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں۔ فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیجدیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا۔ شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اُردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف انتہٰی۔ (وصایا شریف ص۹) سچ ہے ؎

ہر آن چیزے کہ با آن تشغل داری　　بمرگ خویش آنرا یاد آری
شنیدستم یکے خیاط مردے　　بوقت مرگ سوزن یاد کردے

سوال:۔ اگر یہ تمام امور شریعت میں ثابت نہیں تو ان کی ممانعت بھی صراحتاً موجود نہیں بغیر ورود نہی جائز ناجائز کیسے بن جائیگا لہٰذا یہ امور مباح ہوں گے۔

جواب:۔ ان امور کا جائز اور مباح ہونا بدون قول اور فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر ثبوت شرعی کہاں سے معلوم ہوگا۔ کیونکہ اباحت شرعیہ بغیر حکم شارع کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشارع بالتخییر انتہٰی۔ بحر الرائق اور در مختار اور طحطاوی وطوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ مولوی محمد مبین شرح سلم تعریف مباح میں لکھتے ہیں المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعلہ وترکہ انتہٰی۔ تلویح حاشیہ توضیح میں ہے: فان المباح ما اذن الشارع فی فعلہ وترکہ من غیر رجحان انتہٰی۔ ملا نظام الدین شرح سلم میں لکھتے ہیں:۔ ان المباحۃ الاصلیۃ التی یقولون ھھنا لیست من الاباحۃ الشرعیۃ فانھا خطاب الشارع بالتخییر والاباحۃ الاصلیۃ لیست بخطاب ولذلک قالوا انھا لیست بقابلۃ للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحۃ باباحۃ اصلیۃ بمعنی لاحرج فی فعلھا وترکھا فان اریدبھا اذن فیہ فھذا حکم اخر انتہٰی۔ یعنی اباحت اصلیہ تو قبل بعثت زمانہ فترت میں ہوتی ہے اور حضور کی بعثت کے بعد اباحۃ شرعیہ ہے جو بغیر حکم اور فعل شارع کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ فتدبر۔

سوال:۔ بدعت شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ بدعۃ حسنہ، بدعۃ سیئہ۔ ان اعمال کو بدعت حسنہ

میں کیوں نہیں شمار کرتے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ فمارآہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن الخ اور من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا الخ

جواب۔ بدعت شرعیہ حسنہ نہیں ہوتی۔ بدعت سیئہ ہی کا نام بدعت ہے جس کو بغیر ثبوت شرع اور سند کے دین میں احداث و اختراع کیا ہو۔ حدیث بخاری و مسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ اور من عمل عملًا لیس علیہ امرنا فھو رد میں صاف ظاہر ہے اطلاقات شرعیہ میں اکثر بدعت سے یہی بدعت مراد لیتے ہیں۔ جامع صغیر کی شرح مناوی میں ہے۔ ان البدعۃ غلبت علی مالم یشھد الشرع بحسنہ انتہٰی اور ابن اثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں اکثر مایستعمل البدعۃ عرفًا فی الذم انتہٰی۔ اور ذخیرۃ السالکین میں ہے۔ چند جا لفظ بدعت مطلق می آید مراد ازیں غالبًا قبیح است انتہٰی اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ میں بظاہر یہی بدعت منصوص ہے اور جس کا وجود خارجی بعد کو ہوا لیکن اس کا ثبوت شرع میں پایا گیا اور اس کے جواز کی دلیل شرع میں ہے خواہ صراحتًا ہو خواہ دلالتًا یا اشارۃً وہ سنت میں داخل ہے بدعت شرعی ہرگز نہیں۔ اس کو باعتبار لغوی معنی کے بدعۃ حسنہ کہتے ہیں۔ اسی کی پانچ قسمیں کرتے ہیں۔ بدعت شرعیہ سنت کے مقابل اور مخالف سنت اور رافع سنت ہوتی ہے اور بدعت حسنہ سنت کے موافق اور سنت میں داخل ہوتی ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بالحنفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منی۔ سید اور ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں کل مخالفۃ للسنۃ ضلالۃ انتہٰی۔ ابن اثیر جزری نہایہ میں لکھتے ہیں۔ فما کان فی خلاف ما امر اللہ ورسولہ فھو فی حیز الذم والانکار۔ انتہی

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے تحت حدیث شر الامور محدثاتہا المراد بھا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع یسمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل یدل علیہ الشرع فلیس ببدعۃ فالبدعۃ فی عرف الشرع مذمومۃ بخلاف اللغۃ فان کان شیء احدث علی غیر مثال یسمی بدعۃ سواء کان محمودًا او مذمومًا وکذا القول فی المحدثۃ وفی الامر المحدثات قال الشافعی البدعۃ بدعتان محمودۃ ومذمومۃ فما وافق السنۃ فھو محمود وما خالفھا فھو مذموم انتہی۔ (۲) قاضی عیاض شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:۔ کل ما احدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو بدعۃ والبدعۃ فعل مالم یسبق الیہ فما وافق اصلًا من السنۃ او یقاس علیھا فھو محمود وما خالف اصول السنن فھو ضلالۃ انتہی

(۳) اور شیخ دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :- ہر چہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر صلعم بدعت است پس آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست صلی اللہ علیہ وسلم و قیاس کردہ شدہ است براں آنرا بدعت حسنہ گویند و آنچہ مخالف آن باشد بدعۃ ضلالۃ خوانند انتہی۔ اور ما لیس منہ فھو رد حدیث کی شرح میں ہے مراد چیزی است کہ مخالف و مغیر دین باشد انتہی۔ (۴) شرح اربعین نووی لمحیین بن صفی میں ہے والمراد بالبدعۃ ما احدث وما لا اصل لہ فی الشریعۃ یدل علیہ و اما ما کان لہ اصل فلیس ببدعۃ شرعا وان کان بدعۃ لغۃ۔ انتہی۔ اور شرح حدیث خامس میں لکھتے ہیں ثم اذا دریت ما تلوت علیک فاعلم ان الحدیث علی عمومہ ولا تخصیص فی قولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بین جمیع ما فیہ اصلاح الدین والدنیا وما اھمل وعین ما ھو فیہ فساد الدین والدنیا وحذر وکیف لا وقد قال اللہ تعالٰی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکت من شیٔ یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم وما ترکت من شیٔ یبعدکم من النار الا وقد حدثتکم بہ ترکتکم علی البیضۃ لیلھا کنھار لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک انتہی۔ اور اسی مقام میں یہ بھی لکھا ہے فان قلت قد اشتھر البدعۃ نوعان حسنۃ وسیئۃ فکیف کل بدعۃ ضلالۃ بلا تخصیص قلت المراد من البدعۃ فی الحدیث البدعۃ الشرعیۃ وھی عمل لیس لہ دلیل شرعی و کل ما فعلہ او امرہ الشارع صلوات اللہ علیہ فعلہ او لم یفعلہ وسواء قد فعل علی عھدہ او لم یکن علی عھدہ لانتفاء شرط الفعل او وجود مانعہ امر ایجاب او استحباب فھو لیس ببدعۃ شرعیۃ و اشتھر ان البدعۃ نوعان بدعۃ لغویۃ وھی ما ابدع واخترع اعم من البدعۃ الشرعیۃ وقول عمرؓ فی التراویح نعم البدعۃ مرادہ بدعۃ لغویۃ الخ۔ (۵) فتاوی جامع الروایات میں لکھا ہے۔ در نصاب الفقہ می آرد ہر آنچہ کہ بدعت حسنہ مجتہدان قرار دادہ اند ہماں صحیح است و اگر کسے دریں زمانہ چیزے بدعت حسنہ قرار دہد خلاف است زیرا کہ در مصفی میگوید کہ کل بدعۃ ضلالۃ فی زماننا۔ انتہی۔

(۶) مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کہ بخواجہ عبد الرحمٰن مفتی کابلی صدور یافتہ مکتوبات صد و ہشتاد و ششم ص۵۶ دفتر ۲ حصہ ششم میں ہے از حضرت حق سبحانہ و تعالٰے بتضرع و زاری و التجا و افتقار و ذل و انکسار در سر و جہار مسئلت می نماید کہ ہر چہ در دین محدث شدہ

است و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود این ضعیف را با جمعے کہ با و مستند اند گرفتار عمل آن محدث نگرداناد و مفتون حسن آن مبتدع نکناد بحرمۃ السید المختار و آلہ الابرار علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ و سیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنسرور و خلفاء راشدین علیہ و علیہم من الصلوات اتمہا و التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رفع سنت نماید و سیئہ آن کہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتے از ین بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نضارت بیند فردا کہ حدید البصر گردانند کہ خسارت و ندامت نتیجہ نداشت۔ اور اسی مکتوب میں ہے و ایضاً آنچہ از احادیث مفہوم میگردد آن ست کہ بدعت رافع سنت است تخصیص بہ بعض ندارد پس ہر بدعۃ رافع سنت بود۔ باید دانست کہ بعضے از بدعتہا کہ علماء و مشائخ آن را حسنہ دانستہ اند چون نیک ملاحظہ نمودہ مے آید معلوم میشود کہ رافع سنت اند الخ۔ فاما القیاس والاجتہاد فلیس من البدعۃ فی شیٔ فانہ مظہر لمعنی النصوص لا مثبت امر زائد فاعتبروا یا اولی الابصار والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات۔ انتہی۔ (۷) بحر الرائق و در مختار کتب فقہ میں ہے۔ البدعۃ ما احدث علی خلاف الحق المتلقٰی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ او استحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما۔ انتہی

(۸) ترویج الجنان میں ہے۔ ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ لغویۃ وبدعۃ شرعیۃ فالاول ھو المحدث مطلقا عادۃ کانت او عبادۃ وھی التی یقسمونھا الی الاقسام الخمسۃ والثانی وھو ما زید علی ما شرع من حیث الطاعۃ بعد انقراض الازمنۃ الثلاثۃ (المشھود لھا بالخیر) بغیر اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا ولا صریحا ولا اشارۃ وھی المرادۃ بالبدعۃ المحکوم علیھا بالضلالۃ۔ انتہی۔

اور یہ بھی معلوم ہو کہ حکم مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کرنا اور حکم عام کو خاص یا حکم خاص کو عام اور حکم غیر لازم کو لازم یا لازم کو غیر لازم یا مباح کو سنت واجب جاننا یا مطلق کے ساتھ مقید کا معاملہ اور عام کے ساتھ خاص کا معاملہ اور غیر لازم کے ساتھ لازم کا معاملہ کرنا اور مباح کے ساتھ سنت کا معاملہ کرنا بھی مقید اور خاص اور لازم اور سنت قرار دینا ہے۔ غرض جس سے

تغیر حکم شرع کا لازم آوے اور حدود اللہ سے تعدی ہو سبب احداث ما لیس منہ اور من یتعد حدود اللہ فاولئك هم الظالمون میں داخل ہیں۔ کما لایخفی۔ اور بعض بدعات حسنہ بحکم الضرورات تبیح المحذورات فقہا معتمدین وعلماء معتبرین ارباب اجتہاد واصحاب استنباط نے ضرورت شدیدہ دیکھکر مباح قرار دی ہیں باوجودیکہ ان چیزوں کو سلف نے مکروہ کہا تھا مسئلہ تلفظ بالنیۃ اور تثویب بھی انہیں میں ہے۔ قنیہ میں ہے:۔ التلفظ بالنیۃ بدعۃ الا انہ لا یمکن اقامتها فی القلب الا باجرائها علی اللسان فحینئذ یباح انتہی۔ ابن ہمامؒ۔ ملا علی قاریؒ۔ ابن قیمؒ ودیگر اکابر نے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے (مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ ومرقاۃ وغیرہ) اور تہاون وتساہل کے رفع کے لئے تثویب ایجاد ہوئی تھی۔ مگر فی زماننا جبکہ یہ خود موجب تہاون وتساہل ہے تو یہ بدستور بدعت ہوگئی۔ اور درود التحیات میں لفظ سیدنا کی زیادتی خود ماوردبہ الشرع میں داخل ہے۔ کیونکہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما سے خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے تعظیم فخر عالم کی طلب کرتا ہے کیونکہ صلوٰۃ کے معنی تعظیم کے بھی ہیں اور دعا اور درود کو بھی تعظیم لازم ہے لہٰذا جو صیغہ تعظیم کے معنی دیگا وہ خود عند الشرع مطلوب ہے اور فقہاء نے جو زیارت مدینہ منورہ میں لکھا ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا وہ بھی اسی آیت اور آیت توقروا سے ماوردبہ الشرع میں داخل ہے بہرحال عوام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ جو چاہیں بہوائے نفس خود مباح قرار دیں اور بدعت حسنہ اختراع کریں۔ فافہم۔

اور حدیث فما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ سے بدعات مروجہ پر حجت پکڑنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ ایک بڑی حدیث موقوف کا ٹکڑا ہے وہ یہ ہے ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ یقاتلون علی دینہ فما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن الخ رواہ احمد فی مسندہ اور حضرت انس سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ نظر فی قلوب العباد فلم یجد اتقیٰ من اصحابی فذلك اختارھم فجعلھم اصحاباً فما استحسنوا فھو عند اللہ حسن وما استقبحوا فھو عند اللہ قبیح (کتاب العلل المتناھیۃ لابن الجوزی) یہ ہر دو روایت کنز العمال صفۃ صحابہ میں بھی موجود ہیں الغرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو صحابہ کرام اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے۔ مرفوع

حدیث اس پر دال ہے اور حرف فا جو فما رآہ المسلمون پر داخل ہے اسی کا مؤید ہے اور جن کی نظر صرف اسی ٹکڑے پر پڑی ہے وہ اس سے کاملین فی الاسلام یعنی مجتہدین مراد لیتے ہیں یا اجماع کل اُمت بوجہ لام استغراق (مجالس الابرار و تعلیق المجد)

اور حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا شریعت میں دلالۃً اشارتاً حسن ثابت ہوا ہو اس کے اجرا کرنے میں ثواب ملے گا۔ چنانچہ اس حدیث میں حسنۃ کی قید موجود ہے اور اہل سنت کے نزدیک کسی امر شرعی میں حُسن یا قبح نہیں پایا جا سکتا جب تک شریعت سے اس کا ثبوت نہ ہو (نوٹ) آلات حرب جدیدہ اور اشغال مشائخ اور مدارس اسلامیہ کے جزوی انتظامات سب کا شرع سے ثبوت ہے کیونکہ اصل مقصود کا جو فرض ہیں عادۃً موقوف علیہ ہیں اُن سے معارضہ کرنا حمق ہے۔ فتدبر۔

اور نیز ایصال ثواب کا طریقہ مروجہ زائد سے زائد فی نفسہ مباح ہو سکتا ہے نہ واجب نہ سنت مؤکدہ اور فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کے ادا سے بدعت لازم آوے یعنی سنت اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت بھی ترک کر دیوے ترک لازم ہے اور اگر واجب کے ادا سے بدعت لازم آوے یعنی واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے شامی میں بحرالرائق سے نقل ہے لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتھی۔ اور طریقہ محمدیہ میں ہے:۔ ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقھاء قالوا اذا تردد فی شیء بین کونہ سنۃ و بدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب ھل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرحوا فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجباً انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ۔

سوال کفار سے جو تشبہ ممنوع ہے وہ بقصد تشبہ ہے نہ بلا قصد کیونکہ من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث میں باب تفعل ہے جس کے معنی میں ارادے اور قصد کو دخل ہے۔

جواب چونکہ صرف ایک حدیث من تشبہ بقوم۔ بیچارے سائل کی نظر میں ہے اور بس تو اپنے قیاس کے زور سے شرعی مسائل ثابت کرنے لگے۔ سنو خالفوا المشرکین الحدیث، خالفوا الیھود والنصاری الحدیث مطلق حکم خیر الانام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بوجہ عذر بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کی آپ نے فرمایا تم نے فارس اور روم کے کفار جیسا فعل کیا ایسا مت کرو (مسلم) اب بتلائیے کیا صحابہ کرام

کا یہ فعل بقصد تشبہ کفار تھا۔ خود جناب رسالتمآب صلعم مع صحابہ کرام جبتک مردہ دفن نہ کیا جاتا کھڑے رہتے تھے۔ ایک یہودی نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خالفوا الیہود واجلسوا (مسلم) کیوں صاحب کیا نبی کریم بھی بقصد تشبہ یہود کھڑے ہوتے تھے۔ نہایہ میں ہے اگر امام مصحف سے دیکھکر پڑھے فیکرہ للتشبہ۔ اگر امام محراب میں کھڑا ہو یکرہ لانہ یشبہ صنع اھل الکتاب۔ اور آگ کا مصلے کے سامنے ہونا موجب تشبہ مجوس کا ہے۔ حالانکہ ان سب امور میں مسلمان کا قصد تشبہ ہرگز نہیں۔ الغرض جب فاعل کا قصد مشابہت ہو مطلقاً مکروہ تحریمہ۔ یا وہ فعل اہل باطل کا شعار و علامت خاصہ ہو بالقصد قطعی حرام اور اگر بلا قصد ہو یا کوئی اور فعل مذموم میں ہو تو مکروہ تحریمہ۔ اور کسی امر غیر ضروری یعنی مباح یا مستحب میں بلا قصد تشابہ واقع ہو جائے باوجود علم کے مکروہ۔ اور اگر تشابہ کا علم نہیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ ہاں فرض، واجب، سنت مؤکدہ امور عادیہ طبیعیہ میں تشابہ کا اعتبار نہیں نھینا عن التشبہ بھم مالنا بد منہ (غایہ) سے ظاہر ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ اور جو درمختار میں بحر سے ہے التشبہ بھم لا یکرہ بل فیما یقصد بہ التشبہ اس کے یہ معنی نہیں کہ بدون قصد تشبہ تشبہ ممنوع نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ایسے امور میں تشبہ کا اعتبار ہے جن میں تشبہ کا قصد کیا جا سکے۔ اور ان ہی مصالح قصد تشبہ ہوں اور جن امور میں تشبہ کا قصد نہیں کیا جا سکتا یعنی مالابد منہ ان میں تشبہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ فافہم۔

جس امر کا ثبوت شارع اور مجتہدین سے متحقق نہ ہوا ہو یعنی شریعت میں مسکوت عنہ ہو اس امر کو اصل پر رکھا جاتا ہے اور اصل شئے میں اختلاف ہے۔ حرمت، توقف، اباحت	(۱) تفسیر احمدی تحت قولہ تعالےٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً الآیہ لکھا ہے

یمکن ان یستدل بھا علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کما ھو مذھب طائفۃ بخلاف الجمھور فان عندھم الاصل ھو الحرمۃ وعند الشافعی الاصل ھو الحرمۃ فی کل حال انتھی

(۲) درمختار کتاب الوضوء میں ہے وعرفھا (ای السنۃ) الشمنی بما ثبت بقولہ صلعم وبفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ما ھو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف الا ان الفقھاء کثیرا ما یلھجون بان الاصل الاباحۃ والتعریف بناء علیہ انتھی۔ اور طحطاوی اور طوالع الانوار میں ہے۔ اورد علیہ ای علی تعریف الشمنی فی البحر المباح وذلک لانہ ثابت بقولہ وفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولیس بواجب ولا مستحب فلم یکن التعریف مانعا وھذا الایراد بناء علی ما ھو المنصور ای المؤید بالادلۃ القویۃ

من ان الاصل فی الاشیاء التوقف فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ (طوالع) قولہ بناء علی ما ھو المنصور۔ ای حال کون صاحب البحر بانیا اشکالہ علی القول المنصور ای المؤید من اقوال ثلاثۃ الحظر والاباحۃ والتوقف قولہ التوقف۔ ای فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (طحطاوی)

(۳) اور درمختار کتاب الجہاد باب استیلاء الکفار میں ہے لان الصحیح من مذھب اھل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ انتھی۔ (۴) اشباہ میں ہے ھل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم الاباحۃ وھو مذھب الشافعی او التحریم حتی یدل الدلیل علی الاباحۃ ونسبہ الشافعیۃ الی ابی حنیفۃ ؒ وفی البدائع المختار ان لا حکم للافعال قبل الشرع والحکم عندنا وان کان ازلیا فالمراد بہ ھھنا عدم تعلقہ بالفعل قبل الشرع فانتفی التعلق لعدم فائدتہ۔ انتھی۔ وفی شرح المنار للمصنف ؒ الاشیاء فی الاصل علی الاباحۃ عند بعض الحنفیۃ ومنھم الکرخی وقال بعض اصحاب الحدیث الاصل فیھا الحظر وقال اصحابنا الاصل فیھا التوقف بمعنی انہ لابد لھا من حکم لکنا لم نقف علیہ بالفعل انتھی وفی الھدایۃ من فصل الحداد ان الاباحۃ اصل انتھی ویظھر اثر ھذا الاختلاف فی المسکوت عنہ ویخرج علیھا ما اشکل حالہ۔ انتھی۔

(۵) امام فخر الاسلام بزدوی بحث معارضہ میں لکھتے ہیں۔ ان الاباحۃ اصل فی الاشیاء عند الکرخی وابی بکر الرازی وطائفۃ من الفقہاء الحنفیۃ والشافعیۃ وجمھور المعتزلۃ انتھی

(۶) تعلیقات شرح منار المصنف میں ہے قولہ قال اصحابنا الاصل فیھا التوقف الخ ھذا اصح شیء عندی فی ھذا الباب لان التوقف اصل التقوی فی الامر المسکوت عنہ وھو مذھب ابی بکر ؓ وعمر ؓ وعثمان ؓ واشباھھم من الصحابۃ رضی اللہ عنھم والصحیح ان الاصل فی الافعال التحریم وھو مذھب علی ؓ وائمۃ من اھل البیت ومذھب الکوفیین منھم ابو حنیفۃ وھو المروی عن علی ؓ فی خلافتہ کما سیجیء۔ والمتروک ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وھو مذھب معاویۃ ؓ ومن معہ کمروان وابنہ یزید وغیرھم وان قولہ بانہ مذھب الشافعی ؒ لیس عندی شیء لانہ لم ینقل عنہ فی صحیح الاما توافق التوقف قال صاحب مجمع البحرین فی شرحہ ان رجلا یوم العید اراد ان یصلے قبل صلوٰۃ العید فنھاہ علی ؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالی لایعذب علی الصلوٰۃ فقال علی ؓ وانی

اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یثیب علیٰ فعل حتی یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والحث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بمخالفتک لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔ (۷) مسلّم میں ہے واما الخلاف المنقول عن اھل السنۃ ان اصل الافعال الاباحۃ کما ھو مختار اکثر الحنفیۃ والشافعیۃ او الحظر کما ذھب الیہ غیرھم ومال صدر الاسلام الی الاباحۃ فی الاموال والحظر فی الانفس انتھی مصنف کے حاشیہ میں ہے قولہ اکثر الحنفیۃ الخ منھم العراقیون قولہ غیرھم منھم ابو المنصور الماتریدی وصاحب الہدایۃ وعامۃ اھل الحدیث انتھی۔ (۸) اور منہاج الاصول میں ہے الفرع الثانی الافعال الاختیاریۃ قبل البعثۃ مباحۃ عند المعتزلۃ البصریۃ وبعض الفقھاء ومحرم عند المعتزلۃ البغدادیۃ وبعض الامامیۃ وابن ابی ھریرۃ من الشافعیۃ وتوقف الشیخ ابو الحسن الاشعری وابو بکر الصیرفی الشافعی۔ انتھی۔ (۹) تلویح حاشیہ توضیح میں ہے۔ الشئ الذی لم یوجد لہ دلیل المنع ولا دلیل عدمہ ای لم یعلم تعلق حکم شرعی بہ بناء علی عدم ورود الشرع لان ھذہ المسئلۃ انما ھی لبیان حکم الافعال قبل البعثۃ فان کان اضطراریا کالتنفس ونحوہ فھو لیس بممنوع الا عند من جوز تکلیف المحال وان کان اختیاریا کاکل الفواکہ فحکمہ حکم الاباحۃ عند بعض المعتزلۃ وبعض الفقھاء من الحنفیۃ والشافعیۃ والحرمۃ عند المعتزلۃ البغدادیۃ وبعض الشیعۃ والتوقف عند الاشعری والصیرفی۔ انتھی۔

(۱۰) علامہ طیبی شرح مشکوۃ تحت حدیث کان اھل الکتاب یقرءون التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاھل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم الخ لکھتے ہیں۔ ھذا اصل فی وجوب التوقف عما یشکل من الامور والعلوم فلا یقضی فیہ بجواز ولا بطلان وعلی ھذا کان السلف۔ انتھی۔

(۱۱) اور علامہ طیبی نے بذیل حدیث ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر ثلاثۃ امر بیّن رشدہ فاتبعہ وامر بیّن غیہ فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فکلہ الی اللہ لکھتے ہیں یعنی ماعلمت کونہ حقا بالنص فاعمل بہ وما علمت بطلانہ بالنص فاجتنبہ ومالم یثبت حکمہ بالشرع فلا تقل فیہ شیئا وفوض امرہ الی اللہ مثل متشابھات القران وامر الصناعۃ انتھی۔ اور ترجمہ شیخ عبد الحق میں ہے۔ فکلہ الی اللہ پس بسپار اور ابخدا و توقف کن دران وطلب کن رشد و ہدایت را دران۔ انتھی۔ (۱۲) اور حدیث ابی ثعلبہ خشنی قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا رواہ الدار قطنی بھی دلیل توقف ہے کیونکہ لا تبحثوا عنھا توقف پر صریح دال ہے۔(۱۳) اور جو فاضل بریلوی نے جامع ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوۃ۔ مستدرک سے اثر سلمان فارسیؓ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ اقامۃ القیامہ میں نقل کیا ہے یہ بھی توقف پر دلالت کرتا ہے نہ اباحت پر ما سکت عنہ کے حکم کو ما احل اللہ کے حکم سے علیحدہ بیان کرنا دلیل روشن ہے کہ یہ نہ حلال میں داخل ہے نہ حرام میں بلکہ متوقف علیہ ہے۔ ہاں اشیاء متوقفہ میں احتمال عفو کا ہے کہ شاید جہل عذر ہو جائے بعض نے جو اس اثر سے اباحت کو استنباط کیا ہے بعید ہے۔ فلیتامل۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اکثر کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اباحت مذہب معتزلہ اور بعض فقہاء حنفیہ وشافعیہ کا ہے۔ اور حرمت مذہب ائمہ اہل بیت وعلیؓ وابو حنیفہ وعامہ اہل حدیث وابو منصور ماتریدی وصاحب ہدایہ اور اکثر فقہاء معظم حنفیہ وشافعیہ اور معتزلہ بغدادیہ اور بعض شیعہ کا ہے۔ اور توقف مذہب ابوبکر صدیق وحضرت عمر وحضرت عثمان واکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابوالحسن اشعری اور ابوبکر صیرفی کا ہے۔ اور منہیہ مسلم الثبوت سے ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ کا مذہب حرمت کا ہے۔ توقف کا مذہب منصور ومؤید بدلائل قویہ ہے کیونکہ اباحت اور حرمت کا قول ان کے قاعدہ مقررہ مسلمہ لا حکم قبل الشرع کے متناقض ہے اسی لئے تلویح میں لکھا ہے وھذہ المسئلۃ تورد فی اصول الشافعیۃ والاشاعرۃ علی التنزل الی مذھب المعتزلۃ فی ان للعقل حکما بالحسن والقبح والا فالفعل قبل البعثۃ لا یوصف عندھم بشیء من الاحکام انتھی اور بعض حواشی تلویح میں ہے ھذا طعن علی الشافعیۃ والاشاعرۃ من جھۃ التنزل الی مذھب المعتزلۃ انتھی اور نیز جبکہ اباحت اور حرمت میں جو اقوال اصولیین وفقہاء منقول ہیں باہم متخالف اور بسیار متزلزل اور احادیث بھی اس باب میں متعارض پس بموجب قاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا باقی نہ رہا مگر توقف۔ اور توقف کی تفسیر تین طرح کی جاتی ہے۔ اول عدم الحکم۔ ثانی عدم العلم بالحکم یعنی نفی تصدیق ثبوت حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں حکم ہے یا نہیں۔ ثالث عدم العلم بالحکم یعنی نفی تصور حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں حظر کا حکم ہے یا اباحت کا۔ اور یہی مختار امام الشریعۃ کا ہے اور اول تفسیر پر دونوں باطل ہیں۔ تلویح حاشیہ توضیح میں ہے۔ اما التوقف فقد فسر تارۃ بعدم الحکم وتارۃ بعدم

العلم بالحکم اما بمعنی نفی التصدیق بثبوت الحکم ای لا یدرک ان ھناک حکما ام لا۔ واما بمعنی نفی تصور الحکم علی التعیین مع التصدیق بثبوت الحکم فی الجملۃ ای لا یدرک ان الحکم حظر او اباحۃ وھذا ھو المختار عند المصنف اما الاول وھو التوقف بمعنی عدم الحکم فباطل من وجوہ الخ واما الثانی وھو التوقف بمعنی عدم العلم بان فی ذلک الفعل حکما للہ تعالی ام لا فباطل الخ واما الثالث وھو التوقف بمعنی عدم العلم بان حکمہ الاباحۃ فحق الخ اور شرح شیخ کمال الدین منہاج الاصول بیضاوی میں ہے:۔ وفسرہ الامام فخر الدین الرازی ای فسر التوقف بعدم الحکم والاولی ان یفسر بعدم العلم لان الحکم عندہ قدیم۔ انتہی

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک بعد بعثت اباحت ثابت نہیں ہوتی مگر باذن شارع بتخییر بین فعلہ وترکہ (۱) مسلم الثبوت میں ہے الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع بالتخییر انتہی۔ (۲) بحر الرائق میں ہے۔ اما فی التفاتہ من انھا ما ثبت بقولہ وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بواجب ولا مستحب ففیہ نظر لشمولہ المباح۔ انتہی۔ (۳) طحطاوی اور طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے:۔ لا تعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ علیہ السلام انتہی۔ (۴) شرح مسلم ملا مبین میں ہے۔ انت تعلم ان الاباحۃ علی ثلاثۃ انحاء الاول الاباحۃ الاصلیۃ الثابتۃ قبل ورود البعث ولا شک انھا لیست بحکم لانہ لم یتعلق بھا خطاب الشرع وان تعین الخطاب بھا بعد البعث الثانی الاباحۃ الثابتۃ بعد البعث بالدلیل بدون طریان العذر کالصید لقولہ تعالی فاصطادوا۔ والنکاح لقولہ تعالی فانکحوا۔ والثالث ما ثبت مع العذر کاباحۃ المیتۃ مع المخمصۃ ولا شک ان الاخیرین من الاحکام الشرعیۃ وھذا علی طور اھل الحق انتہی۔ کلامہ ملخصا۔ اور تعریف مباح میں لکھا ہے المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعلہ وترکہ۔ انتہی۔

(۵) شرح مسلم ملا نظام الدین میں ہے۔ ان الاباحۃ الاصلیۃ التی یقولون ھھنا لیست من الاباحۃ الشرعیۃ فانھا خطاب الشارع بالتخییر والاباحۃ الاصلیۃ لیست بخطاب ولذلک قالوا انھا لیست بقابلۃ للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحۃ باباحۃ اصلیۃ بمعنی انھا لا حرج فی فعلھا وترکھا فان ارید بھا اذن فیہ فھذا حکم آخر۔ انتہی۔

(۶) تلویح حاشیہ توضیح بحث تفسیر توقف میں ہے۔ فان المباح ما اذن الشارع فی فعلہ وترکہ من غیر رجحان۔ انتہی۔ (۷) قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس

منہ فھو رد۔ الحدیث۔ من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد الحدیث (بخاری ومسلم)۔
وکل بدعۃ ضلالۃ۔ الحدیث ای بدعۃ شرعیۃ کما مر۔

سوال:- فی زماننا اہل بدعت کا عام شعار ہے کہ اذان واقامۃ میں کلمہ شہادت سن کر انگوٹھے یا انگلیوں کے ناخن چومتے ہیں۔ اول شہادت پر صلی اللہ علیک یارسول اللہ۔ اور دوسری شہادت پر قرۃ عینی بک یارسول اللہ پھر ابہامین کو آنکھوں پر رکھ کر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہتے ہیں اور ثواب وطاعۃ اور سنت ومحبت رسول سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اقامت پنج آیات اور ذکر ولادت وغیرہ وغیرہ میں بھی نام نامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں شریعت غرا میں اسکا کیا حکم ہے؟

جواب (۱)۔ اول تو اذان میں بھی اس طرح پڑھ کر انگوٹھے چومنا کسی صحیح حدیث میں نہیں۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ثم ذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء۔ اور علامہ ابن الطاہر نے تذکرہ میں فرمایا کہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی روایتیں غلط ہیں صحیح نہیں۔ اور علامہ شوکانی نے اپنی موضوعات میں ان دونوں کو درج فرما کر موضوع فرمایا۔ بہر حال موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے۔ بالاتفاق اگر یہ روایتیں ضعیف ہی تسلیم کرلی جائیں تو ایسی ضعیف حدیثیں مثبت عمل اور عقیدہ نہیں ہوتیں۔ (عجالہ نافعہ)۔ (۲) دوسرے حدیث صحیح مشہور کے خلاف ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول المؤذن الحدیث والظاہر ان الاجابۃ باللسان واجبۃ لظاہر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تظہر قرینۃ تصرفہ عنہ کذا فی بحر الرائق وغرر الفائق ودر مختار وفتح القدیر ناقلا عن المحیط۔ ولاکن علی قول الحلوانی الاجابۃ باللسان مندوب (شامی) در مختار میں ہے۔ ویجیب وجوبا من سمع الاذان بان یقول بلسانہ کمقالتہ الا فی الحیعلتین۔ جب حدیث صحیح مشہور سے سامعین پر موذن کی شہادتین کا جواب لفظ شہادتین ہی سے دینا اکثر فقہاء محققین احناف کے نزدیک واجب ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے تو صحیح حدیث مشہور کے خلاف ایسی غیر صحیح اور موضوع یا ضعیف پر عمل کب جائز ہے۔ (نیز) اکثر فقہاء کے نزدیک اذان سننے اور اجابت لسانی میں چلنے سے ٹھہرنا اور دیگر اعمال وحرکات اور کلام سے رکنا مستحب افضل واولی ہے۔ ومن سمع الاذان وھو یمشی فالاولی ان یقف ساعۃ ویجیب کذا فی القنیہ عن القاضی عبد الجبار وھکذا عن الشامی عن البزازیہ۔ لیکن بعض فقہاء کے نزدیک ہر کلام وحرکت خواہ کوئی حرکت یا کلام ہو اثناء اذان

واجابت لسانی مکروہ تحریمہ ہے۔ ویکرہ الکلام والذھاب عند الاذان۔ ھکذا فی خزانۃ الروایات ناقلا عن حاشیۃ السراجیۃ عن فتاوی الحجۃ۔ وعن جامع العلوم عن عائشۃ اذا سمع الاذان فما عمل بعدہ فھو حرام۔ وابراھیم الصائغ یلقی المطرقۃ من ورائہ وردّ حلف شاھد لاشتغالہ بالتسبیح حالۃ الاذان۔ وعن اسامانی کان الامراء یوقفون اذا سمعوہ ویجیبون۔ وروی عن النبی صلعم من تکلم عند الاذان خیف علیہ زوال الایمان۔ (ھذا الحدیث لم یثبت بسند یحتج بہ)۔ (از نفع المفتی ص۶۴ و ۶۵)

(۳) تیسرے اذان کے سوا اقامت۔ پنج آیت۔ ذکر ولادت وغیرہ دیگر مواقع میں حضور کا نام نامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا اس کو ثواب اور طاعۃ اور سنت اور محبت رسول سمجھ کر کرنا باتفاق فقہا بالکل بے اصل اور بدعت ہے۔ نقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامشۃ نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع۔ (شامی)

اور اذان میں بھی درا صل اس موقوف اور ضعیف روایت میں اس عمل کا طاعت ہونا ذکر نہیں ہے بلکہ مرض رمد کی حفاظت کا اس کو رقیہ بنایا ہے جو یہ رقیہ صرف اذان کی شہادتین کے ساتھ ہی مختص ہے۔ من قبل ابھامیہ عند الشھادتین فی الاذان ووضع علی عینیہ لم یرمد ابدا او کما قال لیکن اہل بدعت اذان میں ہی اس کو بطور رقیہ عمل نہیں کرتے بلکہ سنت اور موجب ثواب بنا بر احادیث موضوعہ جانتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ فعل اور عقیدہ بدعت شرعیہ محضہ ہے۔ اور نیز اصولاً ہر امر مباح اور مندوب بھی ایسی تحدی اور غلط عقیدے سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ کما صرح فی کتب الفقہ۔ فقط

مولود شریف تین طریقوں پر ہے۔ اوّل مستحب ہے، ثانی مولود مرّوجہ فی زماننا بدعت اور مکروہ ہے تیسرا طریقہ علما اہل حق میں ۱۳۰۶ھ سے مختلف فیہ رہا لیکن صحیح اور قوی یہ ہے کہ یہ بھی بدعت ہے، بوجہ تخصیص وتقیید بہ بعض امور مباحہ۔ اگر تقیید نہ کیجائے امور مباحہ کے انضمام کو حد اباحت میں رکھا جائے تو مباح ہوگا اسکا اختلاف، اختلاف نظر پر مبنی ہے۔

(۱) زمانہ صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین بلکہ چھ سو برس تک فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر اور قبل ولادت اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر وغیرہ کا بیان بطور مذاکرہ اور وعظ اور تدریس اور تحدیث کے طریقہ پر ہوتا تھا۔ نہ خاص ذکر ولادت کیلئے کوئی مجلس منعقد کیجاتی تھی نہ اطعام طعام

اور نہ کوئی اور امر ہوتا تھا۔ لہٰذا اسی طرح اب بھی جائز اور مستحب اور موجب برکات وحسنات ہے۔
(۲) دوسرے اگر امور ناجائز غیر مشروع مخلوط کردیئے جائیں مثلاً روایات موضوعہ بیان کیجائیں پڑھنے والے امارد خوش الحان صبیح الوجہ مجمع شباب وفسقہ میں ہوں۔ حضور فساق بلباس وزی حرام وغیر مشروع۔ ترک امر بالمعروف ونہی عن المنکر، قیام وقت ذکر ولادت بعقیدہ فاسدہ آرائش و روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف وحرام ہے، تفاخر وریا وغیرہ وغیرہ تو باتفاق فقہا ناجائز ہے اور ایسی مجلس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔ فقہاء کا کلیہ ہے اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام (اشباہ) شامی میں مولود مروجہ کے متعلق لکھا ہے۔ اقبح منہ النذر بقرأۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ اور ملا علی قاری کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں لکھتے ہیں۔ واما ما یتبعہ من السماع واللھو وغیرھما فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحًا بحیث یعین السرور بذلک الیوم فلا بأس بالحاقہ وما کان حرامًا او مکروھًا فیمنع۔ انتہی۔
اور بعض امور وہ ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں لیکن کسی عارض کے سبب کراہت عارض ہو جاتی ہے مثلاً حکم شرع کا تغیر کیا جاوے۔ کسی مباح پر اصرار التزام اور ہٹ کریں۔ سنت یا واجب اعتقاد کریں۔ غیر لازم کو لازم قرار دیں۔ تقیید مطلق کریں۔ مباح اور مستحب کے تارک پر طعن کریں، امر مباح پر مثل فرض اہتمام سے تداعی ہو یا تشابہ کفار عارض ہو جائے تو باتفاق فقہا ہر امر مباح اور مستحب ناجائز ہو جائے گا۔ مورد الروی کی عبارت کراہت ذاتی اور عارضی دونوں کراہتوں کو شامل ہے فتدبر کما صرح فی المرقاۃ من اصر علی امر مندوب الخ کما مر۔ البتہ فرض۔ واجب۔ سنت مؤکدہ انضمام امور ناجائز سے ناجائز نہیں ہوتے بلکہ ان امور کا ازالہ کرکے اصلاح واجب ہوتی ہے پس فی زماننا اکثر بلاد مروجہ میں یہ سب کچھ خرابیاں موجود ہیں، علاوہ قیود محرمہ اور مکروہہ کے فرض کی طرح اہتمام سے تداعی بھی کیجاتی ہے۔ مباح پر اصرار والتزام بھی ہوتا ہے، تارک پر طعن کیا جاتا ہے۔ تارک المستحب لا یلام اصول فقہ کا مسئلہ ہے۔ حکم مطلق کو مقید بنایا جاتا ہے اور عقائد بھی فاسد ہیں۔ پہلے علماء میں جن کے اقوال سے استدلال لایا جاتا ہے۔ یہ بات کہاں تھی، بلکہ طریقہ جواز پر عمل فرماتے تھے اور بعضوں نے قیود بھی بڑھائیں تو وہ بھی مباح حد اباحت سے غیر متجاوز اگر وہ بھی اس زمانہ میں ہوتے تو منع ہی فرماتے کیونکہ تقیید مطلق اور اصرار والتزام اور تغیر حکم شرع بالاتفاق بدعت سیئہ اور ممنوع ہے۔

سوال:- علماء اہل بدعت نے بہت سے رسائل لکھے اور ثابت کیا ہے کہ احتفال میلاد مع قیودات مروجہ مستحسن ہے اور اقوال مانعین کا رد بھی کیا ہے؟ جواب۔ واضح ہو اکثر رسائل کو دیکھا مؤلفین نے خوب زور لگایا ہے لیکن احتفال میلاد مروجہ ہند کا استحسان ثابت نہ کر سکے نہ مانعین کے اعتراضوں کا جواب بن پڑا۔ کہیں تحدیث نعمت کا بیان، کہیں آپ کی نعمت ولادت کا ذکر، کہیں ولادت پر شکر و اظہار سرور، کہیں ربیع الاول کے فضائل، غرض اجزاء مباحہ کے استحسان کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے مرکب مولود مروجہ من حیث المرکب کے استحسان کا ثبوت پیش کر دیا۔ والمرکب ربما یغائر حکمہ من اجزائہ منفرداً۔ اور بعض نے بعض امور محرمہ اور مکروہہ کی اباحت میں بھی جرأت کی ہے حالانکہ اہل حق کو نہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے انکار اور نہ تعظیم حضور علیہ السلام کے مخالف اور نہ اظہار سرور و شکر کے مانع اور نہ فضائل یوم و شہر ولادت کے منکر اور نہ اطعام طعام کے خلاف، بلکہ ان سب امور کو جائز اور موجب حسنات جانتے ہیں حضور علیہ السلام کے ذکر کا تو کیا کہنا ہے۔ آپ کے خچر کے پیشاب کا ذکر بھی موجب برکات سمجھتے ہیں۔ الغرض امور مباحہ کے بڑھانے سے یہ مجلس ناجائز نہیں ہوئی بلکہ ان قیود کے التزام و تقیید سے اور ان پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے اور تغیر مشروع اور فساد عقائد عوام کی وجہ سے ناجائز ہوئی۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں آجکل کی طرح علاوہ قیود محرمہ و مکروہہ کے امور مباحہ میں بھی عام طور پر تقیید و تخصیص و التزام و اصرار و سختی سے رواج پا کر تغیر مشروع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس ہیئت و تقیید کراہت کا فتویٰ اور بغیر تقیید و تغیر مشروع کے استحباب کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اس سے قبل عام طور پر یہ بات نہ تھی مگر ہاں پھر بھی جس کسی عالم کو کوئی خرابی مخفی نظر پڑی اور اطلاع ہوئی تو اس نے منع ہی کیا اور بیشک اگر پہلے علماء بھی اس زمانہ میں ہوتے تو سب بالاتفاق منع ہی کرتے۔ دیکھو اہل بدعت کا ایک مشہور و معتبر مجموعہ فتاویٰ یعنی غایۃ المرام کے ص۵۵ و ص۵۶ و ص۶۷ و ص۱۰۷ میں صاف لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا کافر ہے حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ افسوس ان مفتیوں نے تو تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اور تمام امت کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک کافر بنایا نعوذ باللہ منہا۔

(تنبیہ) بیشک اجتماع بلا تداعی روضۃ من ریاض الجنۃ میں داخل ہے۔ نہ تداعی کے ساتھ

ہاں اگر وعظ کے ضمن میں ذکر ولادت بھی بیان کیا جائے (یا بقصد نشر علم ہکذا فی نشر الطیب للعلامۃ التہانوی) تو تداعی جائز ہے کیونکہ وعظ فرض ہے اس کے لئے تداعی جائز ہے ورنہ امر مستحب اہتمام کے ساتھ مثل فرض کے تداعی کرنے سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ دیکھو جماعت نوافل فی نفسہ مباح ہے لیکن تداعی سے مکروہ تداعی اس کی کراہت کی علت مقرر ہے (کبیری وشامی) حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے آپ نے صرف تداعی کی وجہ سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ میں ہم لوگ ختنہ میں بلائے نہیں جاتے تھے رواہ احمد فی سندہ[۲۱۷] مدخل شریف میں ہے۔ فان خلی منہ وعمل طعاماً فقط ونوی بہ المولد ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین الخ۔

(۳) تیسری صورت وہ ہے جو ۶۰۴ھ میں سلطان ابو سعید مظفر اور ابو الخطاب ابن وحیہ نے بعض خصوصیات کے ساتھ ایجاد کیا تھا اس ایجاد میں تعیین تاریخ بارہ ربیع الاول، اجتماع علماء وصلحاء اور اطعام طعام تین قیدیں اس ذکر کے ساتھ اضافہ ہوئیں لظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا۔ زمانہ علامہ سیوطی اور ملا علی قاری اور ان کے بعد تک ایسا ہی رہا۔ اور سلطان مظفر وابن وحیہ میں مورخین کا اختلاف ہے۔ کسی نے ان کو فاسق کذاب کسی نے عادل ثقہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم

اس وقت ایجاد میں علامہ فاکہانی اور ان کے ساتھیوں نے ان تخصیصات کی بنا پر شرکت سے عذر کیا اور بدعت سیئہ قرار دیا اور اکثر نے بوجہ انضمام امور مباحہ اس کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ علامہ فاکہانی نے ثابت کر دیا کہ اس کی اصل کہیں شرع میں نہیں کہ یوم حدوث نعمت کو ہر سال بالتخصیص یوم سرور ٹھیرایا جاوے اور مطلق امر کو زمانہ اور ہیئت کے ساتھ مقید کیا جاوے بلکہ منع اس کا موجود ہے۔ مگر آج تک سات سو سے زیادہ سال گذرے کسی نے کوئی آیت یا حدیث صحیح اس کے ثبوت میں کہ تقیید مطلق اور تغیر شرع جائز ہے پیش نہ کی مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے۔ البتہ ابن حجر اور جلال الدین سیوطی نے دو اصل پیش کئے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے جن کے اقوال سے مجوزین سند لاتے ہیں۔ عندی ان اصل المولد الذی ہو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدء امر النبی علیہ السلام وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم مد لہم سماطا یأکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ۔ یعنی میرے نزدیک اصل مولود بدعت حسنہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگ[۱] جمع ہوں اور جس قدر ہو سکے[۲]

قرآن شریف پڑھیں اور ولادت شریف کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کیجائیں پھر کھانا کھلایا جائے اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہو پھر لکھتے ہیں لیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین پس جب سیوطی جیسا شخص باین وسعت نظر نص کا انکار کرتا ہے تو کس کا حوصلہ ہے کہ جواز کی نص پیش کرے۔ اس قول سے اجماع کا بھی انکار ہے ورنہ اجماع کے ہوتے قیاس کی کیا ضرورت تھی، محل اجماع میں قیاس کب درست ہے منار میں ہے والشرط اجماع الکل و خلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر۔ اور نیز جمہور کے نزدیک بغیر کسی سند کے اجماع بھی جائز نہیں۔ تلویح میں ہے والجمھور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطا اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء۔ انتہی اور نیز فرع میں نص کے ہوتے قیاس صحیح نہیں اور اگر فرع میں قیاس کسی نص کے مخالف ہو یا فرع میں قیاس حکم نص کو بدل دے مطلق کو مقید کر دے تو بھی قیاس صحیح نہیں۔ توضیح میں ہے ولا یصح القیاس ان کان فی الفرع نص لانہ ان کان موافقا للنص فلا حاجۃ الیہ وان کان مخالفا یبطل وان لا یغیر القیاس حکم النص۔ اور تغییر حکم شرع و تقیید مطلق احادیث صحیحہ و اجماع امت سے ممنوع ہے پس مطلق نصوص ندب ذکر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً قولہ تعالی اما بنعمۃ ربک فحدث الایۃ و اشکروا نعمۃ اللہ الایۃ وغیرہا کو قیاس سے متغیر کرنا اور کسی ہیئت میں مقید کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اور حسب قاعدہ اصول یہ قیاس ہی باطل ہے کہ حکم نص کے مخالف اور متغیر ہے لہذا یہاں کوئی قیاس بھی صحیح نہیں۔ پس یہاں چاروں حجتیں شرعیہ ندارد۔ لہذا محققین علماء نے قبول نہ کیا۔

اب ان دونوں اصلوں کو دیکھو سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

(۱) اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پر جود کا کیا تھا اور اس ذبح کو اس پر حمل کیا جاویگا اور تشریع امت کے واسطے یہ شکریہ کیا تھا پس یہ ہیں قیاس ہم کو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع و اطعام کرنا مستحب ہوا۔ انتہی۔

الجواب اول سنو کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ سفر السعادۃ میں اور اس کی شرح میں شیخ عبد الحق نے فرمایا اما در اسنادآں ضعفے ہست وخالی از بعدے ہم نیست انتہی۔ اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے۔ بہر حال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی پس اس سے قیاس کرنا

بھی لائق اعتماد کے نہ ہوگا۔ (۲) اس حدیث ضعیف عقیقہ میں کوئی قید زمانہ کی نہیں کہ کس تاریخ وماہ میں کیا تھا۔ پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ نفس ذبح ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اراقۃ الدم نہ اطعام نہ سرور باجتماع نہ اور کوئی صدقہ۔ (۳) سیوطی نے اس اصل سے صرف نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس میں صرف ذبح کا ذکر ہے، تاریخ ولادت اور مہینہ اور اجتماع واطعام کا اس میں کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب ان کے نزدیک بھی اصل بدعت وکراہت اور انکار پر باقی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کے زمانہ میں اس استحباب کو درجہ تاکد کا بھی نہ تھا اور عوام نے مباح کو اپنی جہالت سے تغیر بھی نکیا تھا۔ بہرحال اس اصل سے وقتاً فوقتاً اعادہ شکر اور استحباب نفس شکر مالی کا معلوم ہوا اور بس۔ اور کلام اعادہ سرور میں ہے نہ اعادۂ شکر میں، اور پھر تاریخ معینہ پر اجتماع وہیئۃ معینہ میں نہ مطلق شکر میں۔ (۴) عقیقہ کے معنی لغوی وشرعی دونوں کو سیوطی نے ترک کر کے ایک معنی مجازی لیئے کہ دم شکر یہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم ندب کا اس سے نہیں ہوسکتا۔ (۵) اس ہیئت شکر یہ پر کسی صحابی اور تابعین سے عملدرآمد نہیں ہوا اگر یہ فعل تشریع کے واسطے تھا تو کیوں ان قرون میں بالکل متروک ہوا۔ اب چھ سو برس کے بعد اس پر عمل ہوا۔ یہ اول دلیل اس کی ہے کہ یہ کچھ اصل نہیں رکھتا۔ (۶) حق تعالیٰ نے ولادت وبعثت فخر عالم علیہ السلام کو اپنے بندوں پر منت اور احسان فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم الایۃ اس منت کا شکر بندوں پر واجب کہا ہے واشکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم اور دیگر آیات سے بھی ثابت ہے پس طلب شکر کو حق تعالے نے مطلق رکھا ہے کسی وقت اور ہیئت میں مقید نہیں کیا۔ پس اب قید کسی وقت اور ہیئت کی مغیر اس نص کی ہوگی تو بھی قیاس باطل، اور جو محل نص میں قیاس ہوا تو بھی باطل۔ اور خلاف حکم نص کے تقیید ہوئی تو بھی باطل ہوگیا، ہاں مطلق شکر مطلق اوقات میں فرض منصوص ہے سو اس میں کلام ہی نہیں اور جو کچھ بحث ہے تو قیود وتعینات میں ہے اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے حال پر ہیں۔ کہ اس غیر صحیح حدیث سے بھی ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ پس علامہ فاکہانی کا اعتراض کہ اس اطلاق حکم شکر کو زمان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے۔ کس طرح رفع ہوا۔

(۲) دوسری اصل شیخ ابن حجر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا

حضور نے ان سے پوچھا کہ اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے انھوں نے کہا کہ اس دن موسٰی علیہ السلام
اور قوم موسٰی کو فرعون سے نجات ملی ہے اور فرعون غرق ہوا۔ پس موسٰی علیہ السلام نے اس دن
بطور شکر یہ روزہ رکھا ہے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم زیادہ مستحق ہیں موسٰی کے
ساتھ تم سے۔ چنانچہ آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا امر فرمایا پس اس سے
معلوم ہوا کہ جس دن کوئی نعمت وارد ہوئی ہو ہر سال اسی دن بالتخصیص اظہار شکر و اظہار سرور کا
اعادہ جائز ہے۔ انتہٰی۔ الجواب۔ تحقیق اس واقعہ کی سُنو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں بھی رکھتے تھے عن عائشۃ قالت کان یوم
عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما
قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی واقر ایضاً ابن حجر فی شرح البخاری) وامر
الناس بصیامہ فلما فرض رمضان ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہ روزہ مدینہ میں یہود سے سن کر حضرت موسٰی علیہ السلام کی
نجات کے شکریہ میں نہیں رکھا تھا بلکہ بعادۃ سابقہ رکھا تھا۔ قسطلانی علی عادتہ لکھ رہا ہے۔
اور خود ابن حجر شرح بخاری میں اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تھا کیونکہ عاشورہ
کا روزہ پہلے فرض تھا۔ پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا گیا۔ مگر فرضیت کا حکم اب زائد ہوگیا۔ پھر دوسرے
سال فرضیت منسوخ ہوگئی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسٰی کی وجہ سے یہ روزہ
نہ رکھا تھا بلکہ علی عادتہ و بافتراض اللہ تعالیٰ تھا۔ اور یہود کا کہنا کہ فنحن نصومہٗ (ای اتباعًا
لموسٰی یعنی خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسٰی علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے
پس فخر عالم کا روزہ بھی شکر کا نہ ہوا بلکہ اتباع حضرت موسٰی کی سنت کا ہوا۔ اور آپ نے فرمایا نحن
احق بموسٰی منکم یعنی ہم اتباع سنت موسوی میں تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ قول بطریق الزام
کے تھا کہ تم کس امر میں موسٰی کے متبع ہو تم تو ہر امر میں اپنی ہوٰی کے تابع اور مخالف شرع و حکم
موسٰی کے ہو پھر دعوٰی اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم متبع موسٰی کے ہیں۔ پس یہ الزام تھا نہ وجہ
صوم۔ بہرحال یہ روزہ اعادہ شکر و سرور کا نہ ہوا بلکہ علی عادتہ بافتراض اللہ تعالٰے تھا اور اس میں
اتباع حضرت موسٰی علیہ السلام کی سُنّت کا بھی اتفاق ہوا۔ صحیح مسلم میں ہے۔ عن ابی موسٰی قال
کان یوم عاشوراء یومًا یعظمہ الیھود وتتخذہ عیدًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صوموہ انتم وفی روایۃ وخالفوا الیھود۔ سو یہود اس دن دو کام کرتے تھے۔ ایک روزہ

جو طریق سنت موسوی کے تھا یا اُن پر مفروض من اللہ ہوگا۔ دوسرے سور و عید لیوم النجاۃ،
پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے۔ ہاں روزہ رکھو کہ صوم عید کے منافی اور خلاف ہے
پھر قیاس کس چیز پر کیا جاتا ہے کیا نص کے خلاف پر۔ علاوہ اس کے ہیئت اجتماعی کا بدعت
ہونا تو اب بھی رفع نہ ہوا فتدبر۔ (۲) یہاں بھی وہی تقریر سابق ہے کہ شکر وجود پُر جود آپ کا
نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس اس فرع میں قیاس غلط ہے اور بہ سبب تغیر حکم نص
کے اطلاق سے تقیید کی طرف یہ قیاس باطل ہے۔ لہٰذا قاکہانی کا یہ اعتراض قائم رہا۔ اور مولود
مروجہ کو تو یہ دونوں اصلیں کسی وجہ سے بھی مفید نہیں۔ فتدبر فی التدبر۔

(نوٹ) میں پہلے لکھ چکا کہ مانعین نفس مولود کو جائز کہتے ہیں۔ البتہ قیود زائدہ کی کراہت
اور بدعت کے قائل ہیں اور قیود محفل مروجہ کی دو قسم ہیں۔ بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ و حرام
ہیں اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب لیکن شرعاً کراہت عارض ہوگئی۔
پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح اور جائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ
پر رہیں اور جس وقت خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت انداز اباحت و ندب سے
بڑھی وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ایسی محفل کی شرکت اور اس کا عقد مکروہ ہو جاتا ہے اور وہ
عمل مولد جو ۶۰۴ھ میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے جو جلال الدین سیوطی
کے رسالہ حسن المقصد سے نقل کر چکا کہ جمع ہو کر کچھ قرآن پڑھیں اور آپ کا ذکر کر کے کھانا کھا کر
چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو۔ انتہیٰ تو اس عمل میں ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین
اور اطعام طعام زائد ہوا سو یہ دونوں امر باصلہ مباح ہیں اور کوئی امر منکر نہیں تھا۔ محض یہ
دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہیں خارج ہوئے تھے تو وہ
محافل مباح رہے اور ابتدا ایجاد سے آخر تک یہی وضع مباح رہی اگرچہ جن علماء کو اس میں
خدشہ تھا، انھوں نے اس کو مکروہ سمجھا۔

اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو۔ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔
وکنت قبل ذالک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس
یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارھاصاتہ التی ظھرت فی ولادتہ
ومشاھدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتھا
ببصر الجسد ولا اقول ادرکتھا ببصر الروح واللہ اعلم کیف الامر بین ھذا وتلک

فتاملت تلک الانوار فوجدتھا من قبل الملائکۃ المؤکلین بامثال ھذہ المشاھد و بامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہی۔ ناظرین غور فرماویں کہ شاہ ولی اللہ صاحب جو مولد النبی میں اپنا ہونا بیان فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپ کی جائے پیدائش ہے جہاں قبہ بنا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ شاہ صاحب اور جو لوگ وہاں جمع ہوئے تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلوٰۃ وسلام اور آپ کے حالات کا ذکر تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا۔ نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا نہ وہاں طعام و شیرینی و قیام کا ذکر ہے نہ وہاں فرش و بخور کا نشان ہے نہ وہاں امردان صبیح الوجہ نہ فسقہ بلباس وزی مکروہ کا تہہ ہے فقط وہاں ولادت کے دن لوگوں کا خود بخود جمع ہو جانا اور آپ کے ذکر اور صلوٰۃ کا ہونا مذکور ہے۔ ذرا انصاف درکار ہے کہ اس میں تو وہ امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد میں منقول تھے وہ بھی نہیں۔ اب دیکھو کہ یہ عمل مولود ابتداء ایجاد سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا اہل بدعت زمانہ کی محفل اور دعوے کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اس وقت کی محافل میں منکرات شرعیہ جو باصلہ مکروہ و حرام ہیں۔ موجود ہوتے ہیں اور وہ امور کہ باصلہ مباح تھے اور ان کے عقیدے اور عمل میں علماً یا عملاً واجب یا سنّت ہو گئے ہیں اور مکروہ و بدعت بن گئے ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں۔ اگر پہلے علما اس وقت موجود ہوتے تو بالاتفاق سب کے سب منع ہی فرماتے۔ ابتداء ایجاد ۶۰۴ھ میں جو بعض امور مباحہ کا اضافہ کیا گیا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں یہ امور عمل میں موکد نہ تھے۔ علماً و عملاً حد اباحت سے خارج نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا اس میں حسن ظن تو یہی ہے کہ ان علماء کے زعم میں خواص تو کیا عوام کو بھی اس سے مضرت نہ تھی۔ اگرچہ جن علماء کو اس میں تردد تھا انھوں نے اس کو مکروہ کہا تھا۔ چنانچہ ایک مختصر فہرست مع عبارات ان علماء مانعین کی ہدیہ ناظرین ہے یہ سب عالم اپنے زمانہ میں علم و فضل و فقہ میں شہرہ آفاق اور اقران میں ممتاز تھے۔

(۱) علامہ تاج الدین فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ جو اجلہ فقہاء سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لا اعلم لھذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنۃ ولا ینقل عملہ عن احد من العلماء الائمۃ الذین ھم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل ھو بدعۃ احدثھا البطالون و شھوۃ نفس اعتنی بھا الاکالون بدلیل انا ادرنا علیھا الاحکام الخمسۃ قلنا اما ان یکون واجباً او مندوباً او مباحاً او مکروھاً او محرماً لیس بواجب اجماعاً ولا مندوباً لان حقیقۃ

المندوب ما طلبہ الشرع من غیر ذم علی ترکہ وھذا لم یاذن فیہ الشرع ولا فعلہ الصحابۃ
ولا التابعون المتدینون فیما علمت وھذا جوابی عنہ بین یدی اللہ عزوجل ان عنہ سئلت
ولا جائز ان یکون مباحًا لان الابتداع فی الدین لیس مباحًا باجماع المسلمین فلم
یبق الا ان یکون مکروھًا او حرامًا۔ انتہی (۲) امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے
اکابرین مستندین سے ہیں مدخل شریف میں لکھتے ہیں ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع
مع اعتقادھم ان ذلک من اکثر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر
الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات الخ بدعتوں اور محرمات اور
قبائح وذمائم کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں۔ فان خلا منہ وعمل طعامًا فقط ونوی بہ المولد
ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک
زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف المتقین واتباع السلف اولٰی ولم ینقل عن
احد منھم انہ نوی المولد ونحن تبع فیسعنا ما وسعھم انتہی۔ (۳) اور علامہ
عبدالرحمٰن المغربی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ ان عمل المولد بدعۃ
لم یقل بہ ولم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء والائمۃ انتہی کذا فی الشرعۃ الالٰہیۃ۔
(۴) اور علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بجواب سائل لا یفعل لانہ
لم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلاثۃ فی الزمان الطالح ونحن
لا نتبع الخلف فیما اھمل السلف لانہ یکفی بھم الاتباع فای حاجۃ الی الابتداع
انتہی وھکذا قال ابو الحسن علی بن الفضل المقدسی المالکی فی کتابہ جامع المسائل۔
(القول المعتمد)۔ (۵) اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان
ما یعمل بعض الامراء فی کل سنۃ احتفالا لمولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فمع اشتمالہ علی
التکلفات الشنیعۃ بنفسہ بدعۃ احدثہ من یتبع ھواہ ولا یعلم ما امرہ صلی اللہ
علیہ وسلم صاحب الشریعۃ ونھاہ انتہی کذا فی القول المعتمد (۶) اور قاضی شہاب الدین
دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں سئل القاضی عن مجلس المولد
الشریف قال لا ینعقد لانہ محدث وکل محدث ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وما یفعلون
من الجھال علی راس کل حول فی شہر الربیع الاول لیس بشیء ویقومون عند ذکر مولدہ
صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم مجیء وحاضر فزعمھم باطل

بل ھذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمۃ الاربعۃ عن مثل ھذا انتہی۔ (۷) اور علامہ فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشیء بل ھو مکروہ انتہی۔ (۸) اور قاضی نظیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں۔ وقد احدث بعض جھال المشائخ امورًا کثیرۃ لا تجد لھا اثرا ولا رسما فی کتاب ولا فی سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام انتہی۔ (۹) حافظ ابو بکر بغدادی الشہیر با بن نقطہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں ان عمل المولد لم ینقل عن السلف ولا خیر فی ما لم یعمل السلف انتہی۔ (۱۰) سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا انتہی۔ اور ظاہر ہے کہ جس بدعت کی کوئی اصل نہیں ہے وہ بدعت سئیہ ہوتی ہے۔ کما مر سابقًا۔ (نوٹ) علامہ احمد بن محمد مصری مالکی نے اپنی نفیس کتاب القول المعتمد میں مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء کے اقوال نفس انعقاد مجلس مولود کی ممانعت و مذمت میں نقل کئے ہیں جس کا جی چاہے مطالعہ کرے اور لکھا ہے قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ علی ذم العمل بہ۔ (۱۱) ذخیرۃ السالکین میں ہے چیزے کہ نام آں مولد نامند از بدعتست چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچکس را بدین نفرمودہ است ونہ خلفاء ونہ ائمہ ونہ خود ایں فعل کردہ اند۔ انتہی۔ (۱۲) اور علامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں: وما احدثتہ الصوفیۃ الجھلۃ من مجلس المولد فی شھر الربیع الاول لا اصل لہ فی الشرع بل ھو بدعۃ مذمومۃ وفیھا مناکر کثیرۃ۔ منھا تخصیص یوم من الایام بفعل غیر معین وھو منصب الشارع فالتخصیص من عند نفسہ ادعاء منصبہ والقیاس علی تخصیص الشارع بدون علۃ مشترکۃ لیس بصحیح علی انہ یشترط فیہ الاجتھاد ومنھا فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف حیث لم یفعلوا فعلا فیہ خیر کثیر ویدل علی غایۃ المحبۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع انھا کھم فی محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث لم یبین لامتہ امرا فیہ غایۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ومحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم عین الایمان لقولہ علیہ السلام لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین فیوجب نسبۃ البخل بہ علیہ السلام عما ھو غایۃ الایمان والاسلام

بل علی اللہ حیث لم یکمل شریعتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال اللہ تعالیٰ فی تکمیل شریعتہ
صلی اللہ علیہ وسلم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وایضاً قال اللہ تعالیٰ وتمت
کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً ومنہا التشبہ بالنصاریٰ من اہل الکتاب فانہم یعظمون یوم
ولادۃ عیسیٰ علیہ السلام ویسمونہ باسم معناہ یوم عظیم ومنہا التشبہ بکفرۃ الہند
حیث یعظمون یوماً من ایام السنۃ ویقولون انہ ہذا الیوم ولادۃ کنہیا ویترجمونہ بالہندیۃ
بجنمہ دن الخ انتہیٰ۔ (۱۳) علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ اقبح منہ النذر بقراءۃ المولد
فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایہاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم انتہیٰ (۱۴) مواہب لدنیہ میں لکھا ہے۔ لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل
من لیلۃ القدر من وجوہ ثلاثۃ الخ اس کے تحت میں علامہ نور الدین سیر الحلبی شارح مواہب لدنیہ
لکھتے ہیں۔ قولہ افضل من لیلۃ القدر ذکر وامثل ہذا فی المفاضلۃ بین لیلۃ الاسراء و
لیلۃ القدر واجابوا منہ بان لیلۃ الاسراء بالنسبۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل و
لیلۃ القدر بالنسبۃ لامتہ افضل۔ وذکر ابن حجر الہیثمی فی مولدہ بعد ما ذکرہ
المصنف من الوجوہ الثلاثۃ ما نصہ ہذا غایۃ ما وجہ بہ ہذا القول وفیہ احتمال
واستدلال بما لا ینتج المدعی لانہ ان ارید تلک اللیلۃ ومثلہا فی کل سنۃ الی القیامۃ
افضل من لیلۃ القدر فہذہ الافضلیۃ لا تنتج ذلک کما ہو جلی وان ارید عین
تلک اللیلۃ فلیلۃ القدر موجودۃ وانی فضلہا فی الاحادیث الصحیح علی سائر لیالی
السنۃ بعد الولادۃ بل المبعث بل الہجرۃ فلم یکن اجتماعہما حتی یتأتی التفضل
بینہما وانما تلک انقضت وہذہ باقیۃ الی القیامۃ وقد نص الشارع علی افضلیتہا
ولم یتعرض للیلۃ مولدہ ولا لامثالہا بالتفضیل دلیلاً فوجب علینا ان نقتصر علی ما
جاء عنہ ولا نبتدع شیئاً من عند نفوسنا القاصرۃ عن ادراکہ الا بتوقیف منہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی انا لو سلمنا افضلیۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ فائدۃ اذ لا فائدۃ
بتفضیل الازمنۃ الا بفضل العمل فیہا واما تفضیل ذات الزمن الذی لا یکون العمل
فیہ فلیس لہ فائدۃ۔ انتہیٰ (۱۵) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب میں لکھتے ہیں:۔
الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا
بالحق علیہم من الصلوٰۃ اتمہا ومن التحیات اکملہا صحیفۃ التفات کہ از دوستِ مکرم نامزد

ایں حقیر ساختہ بودند بوصول آں مبتہج و مسرور گردیدہ جزاکم اللہ سبحانہ خیراً۔ اندراج یافتہ بود کہ اگرچہ بمبالغہ در منع سماع متضمن منع مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن ست نیز بود اخوی اعزی میر محمد نعمان و بعضے یاران اینجا کہ در واقعہ آنحضرت صلعم دیدہ اند کہ ازیں معرکہ مولود بسیار راضی اند بریشاں ترک شنودن مولود بسے مشکل است، مخدوما اگر واقعہ را اعتبار بود و بر منامات اعتبار باشد مریداں را بہ پیراں ہیچ احتیاج نباشد و التزام طریقے از طرق عبث می افتد چہ ہر مریدے موافق وقائع خود عمل خواہد کرد و مطابق منامات خود زندگی خواہد نمود آں وقائع و منامات موافق طرق پیر باشند یا نباشند و مرضی او بوند یا نبوند بریں تقدیر سلسلہ پیری مریدی برہم میخورد و ہر بو الہوسے بوضع خود مستقل میگردد مرید صادق ہزار وقائع را با وجود پیر بہ نیم جو نمی خرد و طالب رشید بدولت حضور پیر منامات را اضغاث احلام می شمرد و ہیچ التفات بآنہا نمی نماید شیطان لعین دشمنے است قوی منتہیان از کید او ایمن نیستند و از مکر او لرزاں و ترساں اند از مبتدیاں و متوسطاں چہ گوید غایۃ ما فی الباب منتہیاں محفوظ اند و از سلطان شیطان مصئون بخلاف مبتدیاں و متوسطاں پس وقائع ایشاں شایان اعتماد نباشند و از مکر دشمن محفوظ نبوند الخ اور اسی مکتوب میں ہے بنظر انصاف بہ بیبند کہ اگر فرضاً حضرت ایشاں در زمان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجلس و اجتماع منعقد می شد آیا بایں امر راضی می شدند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ یقین فقیر آں ست ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا و یاران آنجا بر ہماں وضع مستقیم باشند ما فقیراں را از صحبت ایشاں غیر از حرماں چارہ نیست زیادہ چہ تصدیع دہد والسلام اولاً و آخراً۔ انتہی۔

(۱۶) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:۔

نوع پانزدہم۔ امثال متجددہ را یک چیز بعینہ دانستن و ایں وہم خیلے بر ضعیف العقلاں غلبہ دارد حتی کہ آب دریا و شعلہ چراغ و آب فوارہ را اکثر اشخاص یک آب و یک شعلہ خیال کنند و اکثر شیعہ در عادات خود منہمک ایں خیال اند مثلاً روز عاشورا مدر ہر سال کہ بیاید آں را روز شہادت حضرت امام حسین گمان برند و احکام ماتم و نوحہ و شیون و گریہ و زاری و فغان و بیقراری آغاز نہند مثل زنان کہ ہر سال بر میت خود ایں عمل نمایند حالانکہ عقل بالبداہت میداند کہ زمان امر سیال غیر قارست ہرگز جزو او ثبات و قرار ندارد و اعادہ معدوم محال، و شہادت حضرت امام در روزے شدہ بود کہ ایں روز از آں روز فاصلہ ہزار و دوصد سال دارد ایں روز را با آں روز چہ اتحاد

وکدام مناسبت وروز عید الفطر وعید النحر را برین قیاس نباید کرد که در آنجا مایہ سرور شادمانی سال بسال متجدد است یعنی ادائے روزۂ رمضان وادائے حج خانہ کعبہ کہ شکراً للنعمۃ المتجددہ سال بسال فرحت وسرور نو پیدا می شود ولہذا اعیاد شرائع برین وہم فاسد نیامدہ بلکہ اکثر عقلاء نیز نوروز ومہرجان وامثال این تجددات وتغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا میشود وموجب تجدد احکام می باشد وعلی ہذا القیاس تعید بعید بابا شجاع الدین وتعید بعید غدیرو امثال ذلک مبنی برہمین وہم فاسد است ازینجا معلوم شد کہ روز نزول آیت الیوم اکملت لکم دینکم وروز نزول وحی وشب معراج را چرا در شرع عید قرار نہ دادہ اند وعید الفطر وعید النحر را قرار دادہ اند وروز تولد ووفات ہیچ نبی را عید نگردانیدند وچرا صوم یوم عاشورا کہ سال اول بموافقت یہود آنحضرت صلعم بجا آوردہ بودند منسوخ شد درین ہمہ ہمیں سر است کہ وہم را دخلے نباشد بدون تجدد نعمت حقیقتہ سرور وفرحت نمودن یا غم وماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است۔ انتہیٰ۔ (۱۷) ایک عبارت کبیری شرح منیہ سے نقل کرتا ہوں اس کو محفل مولود سے نہایت مناسبت ہے اور اس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہو جاتی ہے صلوٰۃ الرغائب ایک نماز نفل ہے جو ۴۸۰ھ کے بعد حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوٰۃ شب برات وصلوٰۃ لیلۃ القدر شارح منیہ نوافل منتخبہ بیان کرنے کے بعد ان کی کراہت کے بیان میں لکھتے ہیں:۔ وبعد ذلک فالصلوٰۃ خیر موضوع مالم یلزم منہا ارتکاب کراھۃ اعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوٰۃ الکسوف وصلوٰۃ الاستسقاء فعلم ان کلا من صلوٰۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب وصلوٰۃ البراءۃ لیلۃ النصف من شعبان وصلوٰۃ لیلۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بدعۃ مکروھۃ۔ وقال ابوالفرج ابن الجوزی وابوبکر الطرطوسی صلوٰۃ الرغائب موضوعۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ وقد ذکروا الکراھتہا وجوھا منہا فعلہا بالجماعۃ وھی نافلۃ ولم یرو بہ الشرع ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرو بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرھا وقد ورد النہی عن تخصیص یوم الجمعۃ لصیام ولیلۃ لقیام ومنہا ان العامۃ یعتقد ونہا انہا سنۃ من سنن النبی صلعم فیکون فعلہا سبباً لکذبہم علیہ علیہ السلام قلت بل کثیر من العوام ببلاد الروم یعتقدونہا فرضاً وکثیراً منہم یترکون الفرائض ولا یترکونہا

وھو المصیبۃ العظمٰی ومنھا ان فعلھا یُغری قاصد وضع الاحادیث بالوضع والافتراء علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومنھا ان الاشتغال بعدد السور مما یخل بالخشوع والتدبر وھو مخالف السنۃ ومنھا ان فی صلوٰۃ الرغائب مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفجر ومنھا ان سجدتیھا مکروھتان اذ لم یشرع التقرب بسجدۃ منفردۃ بلا رکوع غیر سجدۃ تلاوۃ عند ابی حنیفۃ ومالک وعند غیرھما غیرھا وغیر سجدۃ الشکر ومنھا ان الصحابۃ و التابعین ومن بعدھم من الائمۃ المجتھدین لم ینقل عنھم ھاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف وانما حدثتا بعد الاربع مائۃ ولیس لاحد ان یستدل علی شرعیتھما بما روی عنہ علیہ السلام انہ قال الصلوٰۃ خیر موضوع فان ذٰلک یختص بصلوٰۃ لا تخالف الشرع بوجہ من الوجوہ وقد صح النھی عن الصلوٰۃ فی الاوقات المکروھۃ۔ انتھی پس غور کرنا چاہیئے کہ صلوٰۃ نفل جو افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے۔ ان امور مذکورہ بالا کی بنا پر بدعت ہوگئی۔ اسی طرح انہی بعض امور مذکورہ بالا کی بنا پر یہ مجلس مولود مروّجہ بھی بدعت ہوگی۔ فتدبر وتشکر۔ (۱۸) وکان مالکؒ مبالغًا فی تعظیم العلم والدین حتی کان اذا اراد ان یحدث توضأ وجلس علی صدر فراشہ وسرح لحیتہ واستعمل الطیب وتمکن من الجلوس علی وقار وھیبۃ ثم حدث فقیل لہ فی ذٰلک فقال احب ان اعظم حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومرَّ یومًا علی ابی حازم وھو جالس یحدث فجازہ فقیل لہ فی ذٰلک فقال انی لم اجد موضعًا اجلس فیہ فکرھت ان اخذ حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانا قائم انتھی (الاکمال فی اسماء الرجال للعلامۃ الخطیب التبریزی صاحب المشکوٰۃ) **نوٹ ۱**:۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالکؒ باوجودیکہ اس قدر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرمایا کرتے تھے مگر کھڑے ہوکر حدیث وذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کو مکروہ اور خلاف ادب جانتے تھے۔ **نوٹ ۲**:۔ ماذیہ تفریح یہ خوشی اور یہ عید منانا اس مہینے کی اس تاریخ میں اسلئے کیجاتی ہے کہ خیال ہے کہ اس میں حضور تولد ہوئے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ اس مہینے کی اسی تاریخ کو حضور کا انتقال بھی ہوا بلکہ عوام میں تو اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات ہے تو کیا اس انتقال کا صدمہ کچھ نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہر قلب مسلم اس صدمۂ جانکاہ سے پارہ پارہ

ہو جائیگا۔ پس یہ مہینہ اور یہ تاریخ اگر اپنے ساتھ ایک بہت بڑی خوشی لائی ہے تو اسی کے برابر ایک بہت بڑا رنج بھی لائی ہے۔ پس حکمت الٰہی کا مقتضی یہی تھا کہ حضور کے یوم و ماہِ ولادت کو یوم سرور و عید نہ بنایا جائے۔ غرض اسی تاریخ و مہینہ میں آپ کے انتقال کی حکمت یہی ہے۔ پھر کس قدر مجرمانہ غفلت ہے کہ خوشی کو تو سامنے رکھا جاتے اور رنج کا خیال تک نہ آئے۔

(۱۹) امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتصام بالسنۃ جلد اول صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں: فالبدعۃ عبارۃ عن طریقۃ فی الدین مخترعۃ تضاھی الشریعۃ یقصد بالسلوک علیھا المبالغۃ فی التعبد للہ سبحانہ تعالیٰ قولہ تضاھی الشریعۃ۔ یعنی انھا تشابہ الطریقۃ الشرعیۃ من غیر ان تکون فی الحقیقۃ کذلک بل ھی مضادۃ لھا من اوجہٍ متعددۃٍ منھا وضع الحدود ومنھا التزام الکیفیات والھیئات المعینۃ کالذکر بھیئۃ الاجتماع علی صوتٍ واحدٍ و اتخاذ یوم ولادۃ النبی عیدًا وما اشبہ ذلک۔ انتہی۔

سوال:۔ تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول کی بلکہ پیر کے دن کی جب افضلیت ثابت ہے تو اس میں بہ نسبت اور دنوں کے عبادت بھی افضل ہوگی۔ پس یہی وجہ اس تخصیص کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا فیہ وُلدتُ یعنی اسلئے کہ میری ولادت کا دن ہے اور ابولہب سے بوجہ سرور ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دن عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

الجواب:۔ اس روایت میں تو فیہ ولدت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن اعمال پیش ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ عمل بھی پیش ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے یہ علت بیان نہیں کی نفی بلکہ حکمت بیان کی ہے۔ بہرحال ربیع الاول یا یوم ولادت یا یوم الاثنین کی افضلیت سے اور اس دن میں روزہ رکھنے کی تخصیص سے ہر عبادۃ کا افضل ہونا اور ہر عبادت کی تخصیص ثابت نہیں ہو سکتی۔ سنو جمعہ اور شب جمعہ سب دنوں سے افضل ہے مگر ان عبادات کے سوا جو شارع علیہ السلام نے اس میں مقرر کر دیں دوسری عبادت اور دنوں کی بہ نسبت افضل نہیں بلکہ دوسری عبادات کو جمعہ یا شب جمعہ میں خاص کرنا مکروہ ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من اللیالی۔ اور لا تختصوا یوم الجمعۃ بصوم من بین الایام۔ اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو۔ کیونکہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرمادئے ہیں وہی ان میں افضل و مستحب ہیں۔ اور روزہ اور نماز نوافل مطلق اوقات میں یکساں

ہیں خصوصیت اور تقیید کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں۔ بحر الرائق میں ہے
لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت اوبشئ دون شئ لم یکن مشروعًا
مالم یرد بہ الشرع اور تخصیص سورۃ اور تخصیص رکعات کی کراہت جمیع کتب فقہ میں
موجود ہے۔ لہذا ربیع الاول یا یوم ولادت کی افضلیت سے اس میں مجلس مروجہ کی تخصیص
اور افضلیت کس طرح جائز ہو سکتی۔ باقی رہا آپ کی ولادت پر سرور کرنا تو ہر وقت ہر مسلمان کا ایمان
ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ بحث تخصیص اور تغیر حکم مطلق شرع میں ہے۔ دیکھو شرح مواہب
لدنیہ للعلامۃ نورالدین سیرا ماسیؒ۔ کما مرفی ص ۱۷۹

سوال۔ گو فقہاء نے التزام اور اصرار اور تخصیص کو مکروہ لکھا ہے لیکن امر مندوب پر التزام
واصرار و تخصیص جائز بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے سورۂ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اور اس پر
اصرار تھا چنانچہ یہ مقدمہ حضور علیہ السّلام کے حضور میں پیش ہوا، آپ نے بھی اجازت دی۔ پس
جب کسی مباح یا مستحب کے فعل پر التزام اور اصرار جائز ہے تو دوام اور مواظبت بدرجۂ اولیٰ جائز ہے
لہذا فقہاء کا مطلق التزام و اصرار کو اور ایسے دوام کو جس میں جہلاء اور عوام کو تغیر مشروع کا ایہام ہو
یعنی عوام کے مثل سنت واجب اعتقاد کر لینے سے مکروہ کہنا غلط ہے۔ ہاں التزام اعتقادی ممنوع ہے

الجواب۔ ایک صحابی نے جو سورۂ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ جب
اس صحابی نے اس پر التزام کیا اور جملہ صحابہؓ نے اس پر اعتراض کیا تو اس التزام پر صحابہ کا اعتراض
بلا وجہ شرعی نہ تھا اسی واسطے جب حضور کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپ نے صحابہ کو منع نہ فرمایا بلکہ
خود بلا کر اس کا سبب پوچھا اور آپ کا اس امر کے لئے بلا کر پوچھنا بھی بلا وجہ شرعی نہ تھا پس اگر یہ امر
ناجائز نہ ہوتا تو آپ صحابہ ہی کو منع فرما دیتے۔ جب اس نے اس سورت کی محبت کا حال بیان کیا اور
باوجودیکہ اس سورت کی فضیلت محقق بھی تھی اور فی نفسہ یہ امر جائز بھی تھا تو حضور نے صفۃ الرحمٰن
کی محبت کی وجہ سے جنت کی بشارت دیدی۔ حبك ایاہا یدخلك الجنۃ لیکن حدیث میں اجازت
دینا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ پس دوسروں کے لئے صحابہ کا انکار اور ان کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے تقریر ہونا اور ایہام التزام کا رفع فرمانا التزام کے غیر مشروع ہونے پر حجت ہو گیا پس اس
واقعہ سے کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ فتدبر ولا تزل۔ اس کی نظیر ایک دوسری روایت ہے کہ ایک صحابی
نے رکعت کے پانے کے واسطے قبل وصول صف کے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو کر رکوع کی حالت
میں چل کر صف کے برابر ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا زادك اللہ حرصًا ولا تعد دیکھو فعل

مکروہ تھا مگر اس پر آپ نے مدح فرمائی اور پھر منع بھی فرمادیا۔ فافہم۔ لہٰذا اس فہم پر فقہاء کے اجتہاد اور دیگر احادیث نبویہ پر نکتہ چینی کرنا بیجا ہے۔ پس التزام مالا یلزم اور اصرار و تخصیص فعل مندوب عملاً و اعتقاداً باتفاق ہر طرح ناجائز۔ ہاں دوام بلا اصرار و التزام اور دوام بلا ابہام عوام بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن فتح القدیر میں ہے۔ والحق ان المداومۃ مکروہ مطلقاً سواء راٰہ حتماً اولا انتہٰی اور حدیث احب الاعمال مادیم علیہ میں دوام منطقی مراد نہیں بلکہ مواظبت عرفیہ ہے یعنی استعمال اکثر مع ترک فی بعض الاحیان مراد ہے۔ نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو۔ المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ (یعنی لا المنطقیۃ) کرمانی و قسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶)۔

سوال۔ متعدد رسائل میں دیکھنے میں آیا کہ ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام میلادی مستحب ہے، اور اذکار سے جو صورت علمیہ ولادت کی ذہن میں مرتسم ہوتی ہے اس کو قیام ہے جو حضور علمی کو حضور بصری کے قائم مقام کیا گیا جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کفار کو دکھانے کیلئے مسلمانوں کو حج میں رمل کا امر کیا تھا لیکن اب زوال علت کے بعد بھی رمل کیا جاتا ہے اور یہ رمل مستحب ہے۔ (از انوار ساطعہ)

الجواب۔ مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول میں نفس قیام جائز ہے اس کا کوئی منکر نہیں فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم الآیہ۔ مگر ہاں جب التزام یا تخصیص مطلق عارض ہو جائے بدعت کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں۔ باقی رہا قیام میلادی مذکور تو اس کا شریعت میں کچھ اصل ہی نہیں جیسا کہ سیرت شامیہ میں ہے ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا۔ چنانچہ صحابہ کرام جب حالات فخر عالم علیہ السلام کے بیان کرتے تھے تو وہ تجلی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہوتا کانی انظر الیہ بول اٹھتے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ کبھی معاملہ خود ذات کا کیا ہو اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو کوئی نشان دے کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانے کے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے ۶۰۰، ۷۰۰ برس تک تا علامہ سبکی کے صورت ذہنیہ کو قیام یا اس صورت سے مصافحہ کیا ہو یا اس صورت کو سلام کہا ہو۔ کیونکہ ذات کی تعظیم اور ہے اور ذکر و اسم کی تعظیم اور ہے تمام دنیا کا مانا ہوا دستور العمل ہے کہ کسی محترم ذات کی تعظیم اور اس کا اکرام سلام۔ مصافحہ۔ معانقہ اور قیام احترام سے کیا جاتا ہے اور مذاکرہ کے وقت اس کے ذکر و اسم کی تعظیم صرف الفاظ تعظیمی ہی کی جاتی ہے۔ اگر مذاکرہ کے وقت اسکے ذکر یا اسم کو سلام۔ مصافحہ۔ معانقہ اور قیام کیا جائے تو یہ بے محل ہی نہ ہوگا بلکہ اس فعل کو اس محترم کے حق میں مذاق اور استہزاء کرنے میں شمار کیا جائیگا۔ تجربہ کر دیکھو اور التحیات

ہیں جو خطاب اور ندا ہے وہ صورت ذہنیہ کو نہیں ہے بلکہ بوجہ صلوٰۃ وسلام کے ہے کہ اس میں وعدہ ایصال ہوچکا ہے یا عند البعض یہاں یہ صیغہ محض نقل کے لئے ہے اس پر بھی بعض صحابہ نے التحیات سے بعد انتقال حضور علیہ السلام کے حرف خطاب اور حرف ندا کو نکال دیا تھا یا بوجہ سریان حقیقۃ محمدیہ کے ہے کما قالہ الشیخ فی ترجمۃ المشکوٰۃ۔ پھر ذرا سوچو کہ استحباب واستحسان کا کون رستہ ہے۔ جب شریعت میں حکایت کے ساتھ حقیقی محکی عنہ کا معاملہ کرنے کا ثبوت ہی نہیں تو کیا اپنے نفس سے اس کے لئے اصل پیدا کیجئے گا۔ اور یہ غلط ہے کہ باوجود زوال علت کے رمل مستحب ہے۔ ایک علت کے زوال سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حکم کے لئے کوئی دوسری علت بھی نہ ہو چنانچہ خود ملا علی قاریؒ نے اس کا جواب شرح مناسک میں دیا ہے لا یقال الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال المشروعیۃ تذکرۃ النعمۃ الامن بعد الخوف یشکر علیہا فھذہ علۃ اُخریٰ والحکم قد یثبت بعلل متبادلۃ وانتفاء شخص علۃ لا یوثر فی انتفاء نوع الحکم ولان سلم فالحکم ھٰھنا مع عدم العلۃ فھو غیر معقول المعنی الخ

الحاصل ذکر مبارک آپ کا لاریب موجب کمال سرور مومن کا ہے مگر ذہن میں ولادت کا تصور جما کر اس تصور ولادت کے ساتھ معاملہ عین ولادت کا کرنا محض بے اصل ہے۔ ہاں کوئی عشق اور وجد میں کھڑا ہوجائے یا بے اختیاری میں کچھ کرے یا عالم غیب وبرزخ میں دیدار پر تو جمال جہاں آرا سے مشرف ہوجائے یا مشاہدہ تمثال ہو وہ اس بحث سے خارج ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بعد حکایات اولیاء اور کشف الغطاء میں ہے کہ یہ سب منام اور یقظہ میں مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت، علاوہ ازیں قیام میلادی میں التزام واصرار اور تخصیص بھی ہے جو اس کے بدعت ہونے کو اور بھی مؤکد بنادیتا ہے۔ اور نیز اکثر جہلاء اور بعض علماء بدباطن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نکر نیوالا کافر ہے (دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاوی غایۃ المرام ص۵۵ وص۵۶ وص۶۶ وص۶۷) حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور قیام احترام و اکرام یعنی نہوض عند القدوم بھی حضور علیہ السلام کو اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں تھا۔ ترمذی میں حدیث ہے لم یقوموا اذا رأوہ لما یعلمون من کراھیتہ لذلک۔ قیام تعظیمی یعنی قائم رہنا جس طرح کا قیام سلاطین عجم کے لئے کیا جاتا تھا وہ تو خود حرام ہوچکا تھا۔ کیا صحابہ رضی اللہ

عنہم ممنوع و حرام قیام کرتے۔ معاذ اللہ بلکہ قیام احترام جس کو حلال جانتے تھے بوجہ ارضاء خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک کرتے تھے۔ اداراؤہ اس پر بیّن قرینہ ہے۔ اور یہ حدیث مقام مدح صحابہ میں مذکور ہے کیا حرام کا ترک بھی قابل مدح ہے۔ الحاصل یہ قیام اکرام و احترام کسی کی تشریف آوری پر جائز ہے اور اس کو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں فرماتے تھے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں تو یہ قیام احترام بھی کرتے تھے شرح طیبی ملاحظہ ہو۔ لعل الکراھۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب رفع التکلف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ لیکن حضور علیہ السلام کے ہر محفل میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے۔ احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھ پر تمہارا درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ جس وقت اور جہاں کہیں بھی تم درود بھیجو برابر مجھ کو پہونچایا جاتا ہے۔ ان صلوتکم تعرض علیّ حیث ماکنتم اور ایک جماعت ملائکہ کی خاص اسی کام کے لئے متعین ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی امتی درود و سلام حضور علیہ السلام پر بھیجتا ہے وہ برابر پہونچاتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لیجاتا ہوں تاکہ اس پر عقیدہ رکھا جائے۔ اس عقیدہ کا بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے اور اگر اس میں عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم غیب استقلالاً ہو تو شرک ہوگا۔ کما فی تحفۃ القضاۃ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

(اعتراض) حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ذکر مولود شریف کو کنہیا کے جنم کے مشابہ اور ناجائز کہتے ہیں۔

(جواب) یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔ معاذ اللہ ذکر مولود شریف کو ہرگز مشابہ نہیں کہتے۔ اور نہ منع کرتے ہیں۔ علماء اہل حق کے نزدیک ذکر مولود شریف باعث برکات و حسنات ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب المہند ص۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔ **قولہ** وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلعم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری اور خواب کا تذکرہ ہو الخ۔ حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلعم کی ولادت شریفہ کا بلکہ

آپ کی جوتیوں کے غبار آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح وبدعت سیئہ یا حرام کہے۔ انتہی۔ ہاں البتہ اگر کوئی مولود شریف میں ذکر ولادت کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم گویا اب اس وقت پیدا ہو رہے ہیں اور بطن مادر سے عالم شہود میں آ رہے ہیں اس لئے تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے اور ہر مرتبہ از سر نو ولادت کی نقل اتاری جاتی ہے تو یہ اعتقاد اور خیال ہنود کے اعتقاد کی طرح ہے جو منع ہے۔ پس ایسے غلط خیال کے ساتھ قیام کرنے کو بوجہ تشابہ اہل ہنود منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ عبارت یہ ہے۔ **قولہ** یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک حضور علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی (یعنی پیدا ہوئے) اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے۔ پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں...... معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا۔ انتہی۔ دیکھئے اس بدعتی گروہ نے اس میں یہ تصرف کیا کہ اعادۂ ولادت کی جگہ اعادہ ذکر ولادت قرار دیا پھر اتنے تصرف سے بات کہاں سے کہاں پہونچادی۔ غرض علماء اہل حق ہرگز ذکر ولادت کے منکر نہیں بلکہ نقل ولادت کے منکر ہیں نصاریٰ اور ہنود اور روافض کی دیکھا دیکھی جب مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کی ولادت مبارک کی نقل اتارنا شروع کی تو لازمی طور پر حامی سنت علماء کو اندیشہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کہیں یہ بات کنہیا جنم کی صورت نہ اختیار کرلے۔ چنانچہ بدعتیوں کا ایک گروہ صوبہ راجپوتانہ کی ایک ریاست میں بروقت ذکر ولادت توپ کے گولے چھوڑتا ہے گویا اس وقت حضور کی پیدائش ہوئی ہے اور مدراس میں نقارہ اور ڈھول بجاتے ہیں اور بعض جگہ مارے خوشی کے رقص بھی کرتے ہیں کیونکہ وہاں یہ رسم ہے کہ لڑکے کی پیدائش کے وقت بندوق یا توپ چھوڑتے ہیں اور کہیں نقارے اور ڈھول بجاتے ہیں اور ہندوستان میں عام رواج ہے کہ بروقت ذکر ولادت تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اور بعض بعض جگہ جھک جھک کر زبان اور ہاتھ سے لکھنوی سلام کرتے ہیں اس خیال سے کہ گویا اس وقت حضور بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لا رہے ہیں اور ان کے اکثر علماء قیام میلادی کی یہی وجہ اپنے معتقدین اور اپنے رسالوں میں بیان کرتے ہیں یہ محض ذکر ولادت نہیں ہے بلکہ اس کی نقالی بھی ہے۔ پس مولود شریف میں ایسی ناشائستہ حرکات دیکھکر اگر علماء اہل حق نے منع کیا اور ان نقالیوں کو ہندؤں کی نقالی کی طرح بتایا تو کیا برا کیا وہ ذکر ولادت کو برا نہیں کہتے بلکہ ولادت کی نقل اتارنے کو انہوں نے برا کہا ہے۔ کنہیا جنم میں پورا چربہ اتارا جاتا ہے

اور مسلمانوں میں بھی اسی طرح کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ دیکھو رسالہ طریقۃ السنت للعلامۃ حسن بن علیؒ کما مرفی صہ ۱۷۹۔ مگر معترض صاحب بیچارے اعادہ ولادت اور اعادت ذکر ولادت میں بھی فرق نہ سمجھے۔ دیکھو ہدایہ میں لکھا ہے قرآن کریم کو دیکھ کر نماز نہ پڑھے کہ تشبہ باہل کتاب ہے اور آگ کا مصلی کے سامنے ہونا تشبہ بالمجوس ہے۔ اب کہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے قرآن اور نماز کو یہود اور مجوس کے فعل سے مشابہ کر دیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور نیز اکثر اہل بدعت کا یہ بھی بے اصل اور غلط عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود ہر ایک مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں قیام تعظیماً واجب ہے اور انہی حضرات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ روح مبارک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ لیکن اس عقیدے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام جب حاضر و ناظر ہیں اور ہر ایک مجلس میلاد میں شریک تو پھر وقت ذکر ولادت قیام کی کیا تخصیص ہے۔ آغاز سے مجلس کے خاتمہ تک قیام کرنا چاہیئے چونکہ خود بہ نفس نفیس مجلس میں موجود ہیں لہٰذا تعظیم کرنا فرض عین ہے۔ اگر کہا جائے کہ تشریف آوری پہلے سے نہیں ہوتی بلکہ عین وقت ذکر ولادت پر ہوتی ہے تو پھر اس عقیدہ سے دست برداری کرنا ہوگی کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ جن امور کا اہل حق کو انکار ہے وہ یہ ہیں:۔

(۱) فساق کا پڑھنا اور امردوں کا گانا اور ان کا اعزاز۔ (۲) روشنی و شیرینی میں اسراف اور فخر و نمود۔ (۳) غیر اہم کو اہم قرار دینا جس سے دین اور شریعت میں تحریف اور تبدیلی ہو گئی۔ سلف صالحین بدعت کا اطلاق صرف اسی فعل پر نہیں کرتے تھے جو بالکل جدید اور حادث ہو بلکہ ثابت شدہ فعل پر بھی بدعت کا حکم لگاتے تھے جبکہ اس میں غیر معمولی طور پر اہمیت پیدا کر لی جاتی تھی۔ (۴) فرائض کی طرح اہتمام سے تداعی کرنا۔ (۵) نقل ولادت اور اس کا چربہ اتارنا۔ (۶) حضور کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر جاننا۔ (۷) بر وقت ذکر ولادت حضور کا مجلس میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ رکھنا۔ (۸) موضوع روایات پڑھنا سنانا اور سننا۔

تمام بدعتیوں کی زبانیں ان جرائم کے بارے میں گونگی ہیں اور جو حضرات اصلاح کی غرض سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں تو یہ تمام حضرات عوام اور جہال کے ساتھی ہو کر حضرات مصلحین کو منکر ذکر ولادت شریف قرار دیکر محب نبی بن بیٹھتے ہیں۔ اس عیاری اور چالاکی کا کیا ٹھکانا ہے اور جب یہ بدعتی لوگ مروجہ مولود کا اثبات کرنے بیٹھتے ہیں تو کس معصومانہ انداز سے کہتے ہیں کہ ذکر ولادت شریف میں کیا حرج ہے۔ فلاں فلاں روایت فلاں صحابی فلاں بزرگ سے ثابت ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ثابت ہے، لیکن کیا اس کے ساتھ وہ امور بھی ثابت ہیں جو ذکر

ولادت میں لازمی طور پر شامل کر لئے گئے ہیں۔ مقصد تو ہے ترویج بدعت اور ہدم سنت لیکن اسکو پردہ میں رکھکر کس سادگی سے نفس ذکر ولادت کو روایات سے ثابت کرنے لگتے ہیں جس سے ناظرین کو بادی النظر میں یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ علماء حق نفس ذکر کے منکر ہیں۔

تنبیہ۔ (۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین بدء غریبا وسیعود کما بدء فطوبی للغرباء وھم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔ رواہ الترمذی (مشکوۃ کتاب الاعتصام منہ)۔ (۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق منصورین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ (متفق علیہ)۔ (۳) قال علیہ السلام فانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وفی روایۃ اُخری ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق اُمتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی و قال علیہ السلام من تمسک بسنتی عند فساد اُمتی فلہ اجر مائۃ شھید۔ (مشکوۃ) طائفہ خود قطعہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے، اور حدیث غرباء میں انہی قلیل کی مدح کی جارہی ہے جو بدعات کی تردید کرکے احیاء سنت کرتے ہیں۔ اور یہی قلیل جماعت ہے جو اختلاف کثیر کے وقت محدثات اُمور سے بچتے ہیں اور سنت رسول اور صحابہ وخلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑتے ہیں اور ما انا علیہ واصحابی کے مصداق ہیں اور سو شہداء کا اجر حاصل کرتے ہیں۔ توضیح میں ہے السواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ھو امۃ مطلقۃ والمراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقھم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اھل البدع انتہی اور علامہ طیبیؒ لفظ جماعت کی تفسیر میں شرح السنۃ سے نقل کرتے ہیں۔ الجماعۃ عند اھل العلم اھل الفقہ والعلم انتہی۔ اور نیز شرح السنۃ سے لکھتے ہیں۔ قال سفیان فی تفسیر الجماعۃ لو ان فقیھا علی راس جبل لکان ھو الجماعۃ۔ انتہی۔ اور ابن ملک مفاتیح میں شرح حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ میں لکھتے ہیں۔ الاجماع اجماع علماء المسلمین ولا اعتبار لاجماع العوام لان قول العوام لا یکون عن علم فلا عبرۃ بہ انتہی

میزان شعرانی جلد اوّل میں ہے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سواد اعظم سے مراد اہل سنت والجماعت ہی ہیں، چاہے ایک ہی فرد کیوں نہ ہو۔ حضرت مجدد صاحب رح مکتوبات میں لکھتے ہیں واجتناب از رسم و رسم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ و روش بدعت سیئہ احتراز نماید بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد و این معنی امروز متعسّر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند و باحیاء سنت لب کشاید اکثر علمائے ایں وقت رواج دہند ہائے بدعت اندو محو کنندہائے سنت بدعتہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آن فتوئی می دہند و مردم را بدعت دلالت مے نمایند چہ می گویند۔ اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہمان ست کہ از صدر اوّل آمدہ است تا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکر فی الفتاوی الغیاثیۃ قال الشیخ الامام الشہید رحمہ اللہ سبحانہ لا نأخذ باستحسان مشائخ بلخ و انما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمین رحمہم اللہ سبحانہ لان التعامل فی بلدۃ لا یدل علی الجواز و انما یدل علی الجواز ما یکون علی الاستمرار من الصدر الاول فیکون ذلک دلیلاً علی تقریر النبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ایاہم علیٰ ذلک فیکون شرعاً منہ علیہ وعلی

عـہ عن غضیف بن الحارث الثمالی قال بعث الیّ عبد الملک بن مروان فقال یا ابا سلیمان انا قد جمعنا الناس علی امرین فقال وما ہما قال رفع الایدی علی المنابر یوم الجمعۃ والقصص بعد الصبح والعصر فقال اما انہما امثل بدعتکم عندی ولست بمجیبکم الی شئ منہما قال لِمَ قال لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (رواہ احمد) وعن حسان قال ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلہا ثم لا یعیدہا الیہم الی یوم القیامۃ (ترغیب وترہیب للمنذری) شیخ عبد الحق رح اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں پس چنگ زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است از نو پیدا کردن بدعت اگرچہ حسنہ است زیرا کہ باتباع سنت پیدا می شود نورے و بگرفتاری بدعت در می آید ظلمت مثلاً رعایت آداب استنجا بر وجہ سنت بہتر است از بنائے رباط و مدرسہ چہ سالک برعایت آداب سنت ترقی میکند بمقام قرب و تبرک آن تنزل میکند از آن و این مؤدی میگردد بترک افضل از آن تا بمرتبہ قساوت قلب کہ آخر این قلب و طبع و ختم گویند میرسد نعوذ باللہ من ذلک۔ انتہی۔ قال علیہ السلام ان اللہ حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ (ترغیب ترہیب) لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوماً ولا صلوٰۃ ولا حجاً ولا عمرۃ ولا جہاداً ولا صرفاً ولا عدلاً یخرج من الاسلام کما یخرج الشعر من العجین (ترغیب) ان رسول اللہ صلعم قال ستۃ لعنتہم ولعنہم اللہ وکل نبی مجاب الخ والتارک السنۃ (ترغیب وترہیب) من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ہدم الاسلام (ترغیب ترہیب للمنذری)

الصلوٰۃ والسلام واما اذا لم یکن کذلک لا یکون فعلھم حجۃ الا اذا کان ذلک من الناس کافۃ فی البلدان کلھا فیکون اجماعاً والاجماع حجۃ الا تری انھم لو تعاملوا علی بیع الخمر وعلی الربوا لا یفتی بالحل الخ انتہی۔

اور کسی بدعت شرعیہ کے جواز میں حرمین شریفین کے عامۃ الناس کے تعامل کو پیش کرنا بھی صحیح نہیں۔ ملا علی قاری مرقاۃ ص۲۷۱ جلد۳ میں فرماتے ہیں فی الحرمین الشریفین من شیوع الظلم و کثرۃ الجھل وقلۃ العلم وظھور المنکرات وشیوع البدع واکل الحرام والشبھات۔ انتہی یعنی حرمین شریفین کے لوگ آج کل ظالم وجاہل وقلیل العلم منکر و بدعت اور برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور حرام ومشتبہ چیزیں کھاتے ہیں۔

الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہوگیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہیں جن کا طریقہ طریقہ رسول اور صحابہ کا ہے نہ اہل البدع اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے اور موافقت سنت اور طریقہ صحابہ کی واجب التمسک ہے پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو فاعل اس کے خلاف ہو اگرچہ تمام عالم کا ہو باطل ہے۔ اکثریت سے انھیں کی اکثریت مراد ہے نہ اہل اہوا کی۔ کیا معلوم نہیں کہ مبتدعین فسقہ ہمیشہ متبعین سنت سے زائد ہی ہوتے ہیں پس اب سوچو کہ مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہ کی حمایت کرتے ہیں اور اس بدعت مروجہ کو انکے طریقہ کے خلاف ثابت کر کے منع کرتے ہیں اور مجوزین اسکے بدعت ہونیکا اقرار کر کے اسکے حسن کو بدلائل واہیہ رکیکہ ثابت کرتے ہیں پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ چہ جائیکہ یہاں حجج اربعہ سے اس طریقہ مروجہ کی ضلالت ثابت ہو چکی ہے۔

تنبیہ ثانیہ:۔ اگر کوئی قواعد شرعیہ سے جاہل اور ناواقف ہے تو وہ اتنا ہی سمجھ لے کہ اس فعل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے میں علماء معتبرین کا پہلے سے اختلاف چلا آرہا ہے تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہیں تو مندوبین کو یہی کافی ہے مگر جس کو بدعت چڑ گئی ہے اسکا کوئی علاج نہیں۔ خود فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر سنت اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت کو بھی ترک کر دے ترک لازم ہے۔ اور اگر واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل ہے۔ لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقھاء قالوا اذا تردد فی شیٔ

بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم و اما ترک الواجب ھل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرحوا فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجبًا انہ یفعلہ و فی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ۔ الخ (نوٹ) تعجب ہے کہ مؤلف تحقیقات نے حضرت مولانا گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے خلیفہ برحق مولانا محمد علی صاحب سلمہٗ کو حضرات اہل حق کے مخالف العقیدہ ظاہر کیا ہے۔ افسوس! جناب مولانا سلمہٗ بقید حیات ہیں تسلی فرمالیں۔ جناب مولانا حضرت محدث گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔ **قولہ** دعا بھی ایک عبادت ہے کُل حاجتیں چھوٹی بڑی اللہ ہی سے مانگے دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔ ہاں انبیا کرام و اولیاء عظام کو وسیلہ بنانا اور اُن سے جناب الٰہی میں دُعا منگوانا اور اُن سے شفاعت چاہنا جائز ہے۔ (فیوض رحمانی ملخصًا)۔ (۲) فرماتے ہیں بیشک شیرینی پر فاتحہ کرنیکی عادت حضرت قبلہ کی (یعنی حضرت محدث گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی) نہ تھی۔ مگر کبھی کر لیتے تھے اسکو التزامًا نہیں کرتے تھے اور کبھی قبل آنے شیرینی کے آپ نے فاتحہ پڑھ لی اور پھر شیرینی آئی اور تقسیم ہوگئی۔ (جلد ثانی فضل رحمانی ص۳۲ ملخصًا)۔ (۳) اور اسی کتاب ص۵۳ میں ہے کہ کسی نے مولود شریف کے متعلق پوچھا اسوقت حدیث شریف ہو رہی تھی، آپ نے فرمایا بس یہی مولود ہے جو اسوقت ہو رہی ہے۔ پھر مولود مروجہ حال کی نسبت بیان کر کے پوچھا آپ نے فرمایا بھائی یہ تو نیکی ہے یا گناہ لازم ہونا جائز ہے۔ (ملخصًا)۔ (۴) اور اسی کتاب ص۷ میں ہے کہ وزیر علی شاہ نے وصیت فرمائی تھی کہ سوم چہلم یہ سب ہمارا نہو۔ حضرت قبلہ نے جب یہ سُنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہاں یہی چاہئے شریعت کی پابندی عمدہ چیز ہے (ملخصًا) بس اسی سے حضرت محدث گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد حقہ کا اندازہ فرمالیجئے مولوی عباس بن ناصر علی المورخ بن فضل اللہ العلامۃ الجاجموی مصنف صبح کا ستارہ ۱۲۵۹ھ مترجم وقائع الاخبار نے اپنے رسالہ ملحقہ مسائل ضروریہ کے ص۵۲ پر لکھا ہے کہ قاضی عبد الکریم بریلوی قدس سرہٗ کہ ہمارے زمانہ کے ولی کامل تھے اپنے رسالہ میں لکھ گئے کہ تیجہ میں جو رسمیں کہ ہند میں ہوتی ہیں سو بدعات ہیں۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الامین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ وانا الراجی رحمۃ ربہ الغنی الاحقر المدعو محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ ما جناہ واوصلہ غایۃ متمناہ۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جب خداوند عالم نے حضور علیہ السلام کی تعظیم کو تمام مومنین پر فرض قرار دیا ہے اور قیام سے بھی تعظیم ہوتی ہے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی تعظیم کیلئے قیام کرتے تھے تو پھر کیوں یہ قیام ذکر میلاد پاک میں بدعت سیئہ ہے ؟ بینوا توجروا

محمد حسن خاں از فقیر والی ریاست بہاول پور محرم ۲ شنبہ

الجواب :- قیام میلادی مروجہ کا شرعی فیصلہ :- مبسملاً و حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد۔ (۱) اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں تمام بنی نوع انسان کو حکم صادر فرما کر اپنے نبی کی دل سے زبان سے اور اعضاء سے تعظیم و توقیر اور ادب کرنے کو فرض قرار دیتا ہے تعزروہ وتوقروہ الآیہ۔ اور فرماتا ہے کہ میرے نبی پر درود بھیجا کرو۔ اور میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت اٹھاؤ ورنہ تمہارے سب اعمال اکارت ہوجائیں گے۔ بہت ادب اور تعظیم سے نام لیکر پکارو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ کی موجودگی میں اس پر پورا پورا عمل کیا جب حضور کلام فرماتے تھے تو خاموش کان علی رؤسھم الطیر سنتے تھے چہرہ مبارک کی طرف ادباً نظر نہیں اٹھاتے تھے۔ آپ کے حکموں کی تعمیل کیلئے جھپٹتے تھے۔ آواز پست رکھتے تھے۔ کفار کے اکثر وفود نے اقرار کیا کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے بادشاہوں کی اس قدر تعظیم نہیں کرتی جس قدر صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ناک اور تھوک مبارک اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ اپنے مونہہ اور سینہ پر ملتے ہیں (بخاری) لیکن جب صحابہ نے عجمیوں کی دیکھا دیکھی قیام تعظیمی جو بادشاہوں کی تعظیم کے لئے تصویر بنکر دست بستہ چپ چاپ کھڑے ہوتے تھے کرنا چاہا تو آپ نے نہی حرمت فرمائی لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضاً (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) اور قرآن مجید میں حکم آیا قوموا للہ قانتین یعنی یہ قیام تعظیم تو اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ اور قیام ادب و اکرام و محبت یعنی کسی مکرم و محبوب کے تشریف لانے پر اداباً و اکراماً و محبتاً کھڑا ہوجانا یہ شرعاً جائز ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کو اپنے لئے یہ قیام اکرام بھی بوجہ بے تکلفی پسند نہیں تھا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام اکثر اوقات آپ کے تشریف لانے پر کھڑے نہ ہوتے تھے کہ آپ کو ناگوار گذرے گا۔ لم یقوموا اذا رأوہ لما یعلمون من کراھتہ لذلک۔ (ترمذی) یہ تو حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کے ساتھ صحابہ کرام کا معاملہ ادب و اکرام تھا ـــ اور آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا نام مبارک نہایت محبت اور نہایت ادب اور تعظیم سے زبان پر لاتے تھے۔ درود و سلام بھیجتے تھے اور غلبۂ محبت سے والہانہ آپ کے اقوال اور اعمال کی کمال اتباع کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات بیان کرنے میں کانی انظر الیہ بول اٹھتے تھے۔ لیکن آپ کے حالات کے

بیان اور تذکرہ بار بار دہرایا جاتا کبھی کسی نے نام سن کر قیام نہیں کیا۔ کیونکہ یہ قیام تشریف لانے والی ذات کے اکرام کے لئے ہے نہ ذکر و اسم کی تعظیم کے لئے۔ اور صرف ذکر و اسم کو قعہ پر یہ قیام ادب بے ثبوت بے محل اور بے موقع ہی نہیں بلکہ استہزا اور خلاف ادب ہے۔

(۲) اسی طرح نہ زمانہ صحابہ کے بعد زمانہ تابعین و تبع تابعین و مجتہدین میں بلکہ سات سو برس تک فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر اور قبل ولادت اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر وغیرہ کا بیان بطور تذکرہ اور وعظ و تدریس اور تحدیث کے طریقے پر اکثر ہوتا تھا، لیکن ان قرنوں میں بھی اس ذکر نبوی پر قیام ادب ہرگز نہ تھا۔ ۷۰۰ھ ہجری کے بعد ایک دفعہ حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت قائمہ طاری ہو گئی اور اسی حالت میں وہ غلبۂ حال سے بوقت ذکر ولادت کھڑے ہو جاتے تھے اور حاضرین بھی متابعۃً کھڑے ہو جاتے تھے۔ علامہ سبکی کے بعد عوام کو یہ فعل بھلا معلوم ہوا۔ علامہ سبکی رح کی نقل کرنے لگے اور قیام مروجہ میلادی کی بنیاد پڑ گئی۔ حالانکہ تصوف کا مسلّمہ اور کھلا ہوا مسئلہ ہے یجوز للسکارٰی ما لا یجوز للصحاوی۔ (مکتوبات مجددی)

(۳) غدر سے پہلے تک بعض علماء اہل سنت یہ فرمایا کرتے تھے کہ میلاد شریف کے قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک میلاد کی تعظیم ہے۔ اور یہ قیام منجملہ اذکار نبوی خاص ذکر ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے جو مؤمنین صالحین خصوصاً علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۰۰ھ کے بعد احداث و ایجاد فرمایا تھا بدعت حسنہ ہے۔ لقولہ علیہ السلام فما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔ چونکہ یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ یہ حدیث موقوف بھی ہے اور مرفوع بھی ہے۔ وہ یہ ہے: ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ فما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن (رواہ احمد فی مسندہ و کنز العمال و کتاب العلل المتناھیۃ لابن الجوزی) اور حدیث مرفوع میں ہے۔ فما احسنوا فھو عند اللہ حسن۔ الغرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو صحابہ کرام اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے مرفوع حدیث اس پر دال ہے اور حرف فا جو فما راٰہ پر داخل ہے اسی کا مؤید ہے۔ اور جن فقہا علماء کی نظر صرف اسی ٹکڑے پر پڑی ہے وہ بوجہ لام استغراق کے اس سے کاملین فی الاسلام یعنی اجماع مجتہدین یا اجماع امت مراد لیتے ہیں (دیکھو مجالس الابرار اور تعلیق الممجد) لہذا اس حدیث

سے قیام میلادی کا بدعت حسنہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے دیگر محققین علماء و فقہائے اہل سنت اسکے حسن کا انکار فرماتے رہے چنانچہ مشہور صاحب سیرۃ علامہ[1] حلبی سیرۃ حلبیہ میں اور علامہ[2] شامی سیرۃ شامیہ میں تصریح فرماتے ہیں۔ جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا یعنی یہ قیام بدعت ہے جس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے۔ یعنی بے اصل بدعت سئیہ ہے۔ اور اسی طرح قاضی[3] شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی تحفۃ القضاۃ میں اور علامہ[4] فضل اللہ[1] جونپوری نے بہجۃ العشاق میں۔ ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشئ بل ھو مکروہ۔ اور قاضی[5] نصیر الدین گجراتی نے طریقۃ السلف میں اس قیام میلادی کو بدعت سئیہ فرمایا ہے۔ سوقد احدث بعض جھال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لھا اثرا ولا رسما فی کتاب ولا فی سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام اور ایسے ہی دیگر منکرات شرعیہ کی بنا پر جلیل القدر فقیہ حضرت علامہ[6] تاج الدین فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اور حضرت امام علامہ ابن[7] الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل شریف میں اور علامہ عبد[8] الرحمن المغربی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں اور علامہ نصیر[9] الدین الاودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف[10] الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اور حافظ[11] ابوبکر بغدادی الشہیر بابن نقطہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے فتاووں میں اور علامہ[12] احمد بن محمد بن محمد مصری مالکی نے اپنے رسالہ القول المعتمد میں قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ علی ذم العمل بہ اور حضرت مجدد[13] الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اپنے اپنے زمانہ کے میلاد کو مکروہ بدعت فرمایا اور حضرت[14] مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ص۳ میں ہے کہ کسی نے مولود شریف کے متعلق پوچھا اسوقت حدیث شریف ہو رہی تھی آپ نے فرمایا بس یہی مولود ہے جو اسوقت ہو رہی ہے۔ پھر مولود مروجہ حال کی نسبت بیان کر کے پوچھا آپ نے فرمایا بھائی یہ تو نیکی برباد گناہ لازم یہ ناجائز ہے (فضل رحمانی جلد ۲) ——— اور بدعت حسنہ کے مجوز حضرت شیخ جلال[15] الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ حسن المقصد میں بلا ذکر قیام مروجہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک مولود شریف جو بدعت حسنہ ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ لوگ جمع ہو کر کچھ قرآن شریف پڑھیں پھر ولادت شریف کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کی جائیں اور کھانا کھا کر چلے جاویں اس سے زیادہ کچھ نہ ہو یعنی امور غیر مشروع کا اختلاط نہ ہو اور تقیید مطلق سے امور مباح حد اباحت سے نکل کر مکروہ نہ ہو جائیں ورنہ بدعت سئیہ ہو جائیگا۔ چنانچہ دوسرے مجوز ملا علی قاری کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں

لکھتے ہیں ما کان من ذالک مباحًا (غیر متجاوز عن حدا باحتہ) فلا باس بالحاق وما کان حرامًا او مکروھًا کراھتہ ذاتیًا او عرضیًا) فیمنع - انتہی - اور علامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ طریقۃ السنت میں لکھتے ہیں وما احدثتہ الجھلۃ من مجلس المولد فی شھر الربیع الاول لا اصل لہٗ فی الشرع بل ھو بدعۃ مذمومۃ وفیھا مناکر کثیرۃ...... ومنھا التشبہ بالنصاری من اھل الکتاب فانھم یعظمون یوم ولادۃ عیسٰی علیہ السلام ویسمونہ باسم معناہ یوم عظیم ــــ ومنھا التشبہ بکفرۃ الھند حیث یعظمون یومًا من ایام السنۃ ویقولونہ ھذا یوم ولادۃ کنھیا ویترجمونہ بالھندیۃ بجنم دن الخ علامہ شامی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں :- اقبح منہ النذرۃ بقراۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب و ایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفٰے صلعم - حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں :- ازیں جا معلوم شد کہ روز نزول آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم و روز نزول وحی و شب معراج ..... و روز تولد و وفات پیغمبر نبی را عید نگردانید ند . . . . . و دریں ہمہ بہمیں سر است کہ وہم را دخلے نباشد - بدون تجدد نعمت حقیقۃً سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم باطلہ است ــــ نیز تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھہرانا اوہام شیعہ سے ہے - یعنی ان مجالس مروجہ فی زماننا میں مناکیر کثیرہ سے ایک بدعت مذمومہ یہ بھی ہے کہ ہر سال یوم ولادت کو عید منانا اور ہر سال اس دن کی تعظیم کرنا اور جمع ہو کر جشن منانا اور معازف و مزامیر اور آلات لعب باجے بجا بجا کر جلوس نکالنا قبیح تر ہے - تشبہ بالنصاری اور تشبہ بکفرۃ الہند اور اوہام باطلہ سے ہے - ایسے جلوس سرور مع المعازف والمزامیر کے عدم جواز پر بنا بر احادیث صحیح علماء اسلام کا اتفاق ہے - اور اہل بدعت کا ان معازف و مزامیر آلات لعب کو نقارہ اعلان جنگ و سحر و افطار وغیرہ یا اعلانات کے جواز پر قیاس کر لینا جہالت محضہ ہے

(۴) غدر سے کچھ پہلے یہ مسئلہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی بحث سے نکل کر فرض اور کفر کی حد پر جا پہونچا - چنانچہ رسالہ غایۃ المرام جو ایک مشہور اور بہت سے نام کے علماء اہل سنت کے فتاووں کا مجموعہ ہے - شائع ہوا - اس کے ص۵۵ و ص۵۶ و ص۱۰ و ص۱۱ میں بلا ثبوت لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں - (بروقت تشریف آوری جو عین وقت ذکر ولادت ہے) تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فرض ہے - قیام نہ کرنیوالا کافر ہے چنانچہ اسکے بعد اکثر ہند کے مسلمان ذکر ولادت کے وقت اسی عقیدے سے قیام اور سلام عرض کرتے ہیں - اور یہی عقیدہ عوام جہال میں شائع ہے - حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جذب القلوب اور شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جمہور علماء اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقتًا اپنی اپنی قبروں میں جو بعجلائے نور اور دریچائے جنت ہیں زندہ ہیں انکو وہاں قبر اور عالم برزخ سے کہیں دوسری جگہ نقل نہیں کیا جاتا

۱۴

الا فی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم - اور نیز جمہور علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ملائکہ کے ذریعہ قبر مطہر میں آپ کے پاس پہونچایا جاتا ہے - آپ کہیں قبر سے باہر خود تشریف نہیں لیجاتے اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے - اور یہ خادمانہ فعل آپ کی شان اور عظمت کے خلاف بھی ہے - الغرض اس تشریف آوری کے عقیدے سے حیاۃ الانبیاء فی قبورہم کے عقیدہ کا بھی انکار لازم آتا ہے - فتفکر - (۵) اسکے بعد انکے بعض فضلاء نے یہ بھی اضافہ در ترمیم اور تبلیغ فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام تو عالم الغیب اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں خود بنفس نفیس اول سے آخر تک مجلس میں موجود رہتے ہیں خود درود و سلام و مدح سنتے ہیں تو پھر تشریف آوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہاں قیام کی وجہ یہ ہے کہ اذکار ولادت کے سننے سے جو ولادت کی صورت ذہن میں جم جاتی ہے یعنی عالم خیال میں گویا حضور علیہ السلام بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لاتے ہوئے نظر آتے ہیں اس صورت ذہنیہ خیالیہ کو قیام ہے - اور اسی کو سلام ہے - اور یہ قیام اور سلام صورت ذہنیہ خیالیہ کیلئے مستحب ہے فرض نہیں ہے (ملخص از انوار ساطعہ) - اس قیام کی بھی شریعت میں کچھ اصل نہیں ہے - چنانچہ صحابہ کرام جب حالات فخر عالم علیہ السلام کے بیان کرتے تھے تو وہ محلی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ چونکہ کانی انظر بول اٹھتے تھے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ صحابہ نے کیا معاملہ کیا - اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو کوئی نشان دے کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانیکے ذکر میں یا غزوات سے آنیکے ذکر میں کسی صحابی نے صورت ذہنیہ کو قیام یا اس صورت کو سلام کہا ہو پھر ذرا سوچو کہ استحباب اور استحسان اور قیاس کا کون رستہ ہے جبکہ شریعت میں اس کیلئے کوئی اصل ہی نہیں اسی لئے حضرت علامہ شامی اور حضرت علامہ حلبی نے تصریح فرمادی - ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا اور قرب زمانہ غدر کے مشاہیر علماء ہند حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی رحمہم اللہ نے بھی ناجائز بدعت ہونیکا فتویٰ دیا۔

(ب) علماء ربانیین اہل سنت کا ایک گروہ بلاخوف لومۃ لائم ان عقیدوں کو غلط اور ضلالت بتلاتا ہے کہ آپ کا ہر محفل میلاد میں بوقت ذکر ولادت تشریف لانا بالکل بے اصل اور غلط ہے اور نہ تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فرض ہے اور نہ قیام نہ کرنے والا کافر ہے اور نہ حضور علیہ السلام عالم الغیب اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں یہ عقیدہ تو شرک ہے - ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہونا یہ اللہ ہی کی صفت ہے اور حضور علیہ السلام کی شان میں یہ ارشاد ہوگا فیقول اللہ لا علم لک بما احدثوا بعدک - یعنی ان کے اعمال بد کا آپ کو علم نہیں جو انہوں نے آپ کے بعد کئے ہیں (بخاری) لہذا ان فاسد و غلط اور مضل عقیدوں کی بناپر

یہ قیام بھی غلط اور ضلالت اور حرام ہے چنانچہ حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں و یقومون عند ذکر مولدہ صلعم و یزعمون ان روحہ صلعم یجئ و حاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک۔ اور حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہما توضیح میں فرماتے ہیں منھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء ..... باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء و تعلم الحوائج ذلک شرک قبیح و جھل صریح۔ اور فتاوی بزازیہ میں ہے۔ قال علماء نا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا لوازم الوہیت است این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست) اور ہر وقت ذکر ولادت صرف ذکر ولادت کی تعظیم کیلئے یا ولادت کی صورت خیالیہ ذہنیہ کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی بے اصل بدعت ہے۔ جیسا کہ سیرت شامیہ اور حلبیہ میں تصریح ہے۔

(۷) البتہ اگر اللہ اور رسول کے ذکر میں جذبہ اور غلبہ حال سے یا عالم برزخ میں نظر پڑ گر دیدار پر تو جمال نبوی صلعم سے مشرف ہو جائے یا مکاشفہ میں مشاہدہ تمثال ہو جیسا کہ مدارج النبوۃ اور کشف الغطاء میں ہے کہ سب بیداری اور خواب میں مشاہدہ تمثال ہوتا ہے نہ عین حقیقت غلبۂ حال سے کھڑا ہو جائے جیسا کہ حضرت علامہ سبکی اور دیگر حضرات اہل کشف رحمہم اللہ کھڑے ہو گئے تھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاوی۔ مگر اس کیلئے کوئی وقت معین اور مقرر نہیں ہے بلکہ جس وقت اور جب کبھی بھی اذکار و سیر نبوی صلعم سننے سے یہ حالت طاری ہوگی وہ خود بیساختہ غلبۂ حال سے کھڑا ہوگا بہرحال یہ قیام میلادی نہ ہوگا بلکہ یہ قیام قیام وجدی ہوگا جو اس بحث سے خارج ہے یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاوی۔ فقط۔ واللہ اعلم۔ و انہ لقول فصل و ما ھو بالھزل۔

تنبیہ:۔ دیکھئے اس گروہ نے ایک معمولی چیز کو لیکر کہاں تک پہونچایا ہے حضور علیہ السلام کو ہر جگہ ہر آن موجود حاضر ناظر اور عالم الغیب ہونے کا یا ہر مجلس میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ چلایا۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر زمانہ ایجاد تک یعنی سات سو برس تک تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور قیام میلادی کے ایجاد سے پہلے تک کے تمام مسلمانوں پر ولادت کے ذکر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے کفر لازم قرار دیا اور اہل حق پر بے ادبی اور توہین نبوی کا الزام لگایا۔ افسوس یہ بدعتی گروہ چلتے کہاں سے ہیں اور پہونچے کہاں ہیں۔ فقط

احقر محمد عبدالغنی غفرلہ

از دارالافتاء سعیدیہ شاہجہان پور

تقریظ حضرت علامۂ زمان عالم باعمل محدث و فقیہ مفسر و ادیب حضرت استاذ الاساتذہ مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی و مفتی اعظم ہند

میں نے رسالہ "الجنۃ لاہل السنۃ" کو دیکھا۔ فاضل مؤلف عزیز محترم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام مسائل کی پوری تحقیق فرما کر جنکی وجہ سے ہندوستان کے مقدس علماء کی جماعت کو دوسرے لوگ وہابی کے نام سے یاد کرتے اور عامۃ مسلمین کو انکی طرف سے غلط فہمیوں میں مبتلا کرکے نفرت دلاتے تھے، مسلمانان ہندوستان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد منصف مزاج مسلمان کسی کے بہکائے میں نہیں آئیں گے اور انکو اتباع سُنت کی سعادت نصیب ہوگی اور ابرارِ امت کی معیت کے مستحق ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے تہذیب و متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت تحقیق و تدقیق اور انصاف سے کام لیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیراً۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول عام عطا فرمائے اور اُمتِ مرحومہ کیلئے اسکو مشعل ہدایت بنائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ سیدنا ومولانا محمد وّاٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ۔ دہلی

ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ